جلد ۳

تاریخِ اسلام

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 19, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

تالیف: طالب حسین کرپالوی

اسلامیہ دارالتبلیغ
مکان نمبر ۱۲۹۲- گلی نمبر ۱۴- مکہ کالونی
گلبرگ III- لاہور

جلد ۴

تاریخِ اسلام

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

تالیف طالب حسین کرپالوی

اِسلامیہ دار التبلیغ
مکان نمبر ۱۲۹۲ - گلی نمبر ۱۴ - مکہ کالونی
گلبرگ III - لاہور

اسم کتاب ______ تاریخ اسلام

جلد ______ چہارم

ناشر ______ اسلامیہ دارالتبلیغ

کمپوزنگ ______ حق برادرز کمپیوٹر سنٹر لاہور

مطبع ______ معراج دین پرنٹرز۔ لاہور

بار ______ اول

تاریخ اشاعت ______ ۳۰ دسمبر ۱۹۹۳ء

ہدیہ ______ [redacted] روپے۔ لائبریری ایڈیشن ۱۰۰ روپے

ACC No. 3262 Date.......
Section B-1/52 Status.......
D.D. Class.......
NAJAFI BOOK LIBRARY

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شدت وحی	۵	عمر مبارک بوقت بعثت	۸
حضرت خدیجہ کا قبول اسلام	۶	حضرت علی کا اعلان اسلام	۲۴
حضرت زید کاقبول اسلام	۲۸	حضرت ابوبکر کا قبول اسلام	۲۸
حضرت سلمان کا قبول اسلام	۳۱	حضرت عثمان بن مظعون کاقبول اسلام	۴۰
حضرت ابو طالب کے پاس وفد کفار	۴۴	حضرت محمدؐ اور حضرت ابوطالب	۴۶
مسلمانوں پر سختیاں	۴۹	دعوت ذوالعشیرہ	۵۲
اشعار حضرت ابوطالب	۶۳	اراشی کا قصہ	۷۳
یہودی وفد کے سوالات	۷۷	بارش کے لیے دعا	۸۰
رسول و صحابہ کی دعوت	۸۱	کھجور کے درخت کی دعوت	۸۷
یہودی مریض کا قبول اسلام	۸۹	ایک اونٹ کی درخواست	۹۰
ہجرت حبشہ	۹۱	کفار مکہ کی دریدہ دہنی	۱۰۱
حضرت محمدؐ پر کفار کا ظلم	۱۰۲	قریش کی ناکام کوشش	۱۱۳
قریش کی ایذا رسانیاں	۱۱۶	خدمترسول اللہ میں پیش پیش	۱۲۰
حضرت حمزہ کی آمد	۱۱۹		
قریش کو عتبہ کا مشورہ	۱۲۲	پیروان دین حق کے مصائب	۱۲۸
آل یاسر کے لیے بشارت	۱۳۴	ابو جہل کی صلابت کفر	۱۳۵
مشرکین کی طرف سے مسلسل مخالفت	۱۴۶	شعب ابی طالب میں محصوری	۱۵۴
قریش کے عہد نامہ کی مخالفت	۱۶۲	اعشیٰ بن قیس کا قصہ	۱۶۶
درخت کا چلے آنا	۱۶۷	وفات حضرت ابوطالب	۱۷۵
وفات حضرت خدیجہ	۱۷۶	عام الحزن	۱۸۵
اصلاح قوم کی کوشش	۱۸۰	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۱۸۱
بتوں کے خلاف آیت	۱۸۲	سفر طائف	۱۸۵

حضرت محمدؐ کی دعا	۱۸۶
طائف سے واپسی	۱۹۵
قرآن مجید کی تاثیر	۱۹۷
بت کا جلایا جانا	۱۹۹
معراج شریف	۲۰۵
مساکین اسلام کا استہزاء	۲۱۱
کوثر کے اوصاف	۲۱۳
مسلم انصار کے اسماء گرامی	۲۱۵
سعد بن معاذ کا قبول اسلام	۲۱۸
بیعت عقبہ ثانی	۲۲۲
مدینے کی جانب ہجرت	۲۶۰
قبائل عرب کو دعوت اسلام	۱۸۹
طفیل دوسی کا واقعہ	۱۹۶
باپ اور بیوی کا قبول اسلام	۱۹۸
ابوجہل پر دہشت	۲۰۴
رکانہ سے کشتی	۲۰۸
کفار قریش کا افتراء	۲۱۲
بیعت عقبہ	۲۱۴
اسید بن حضور کا قبول اسلام	۲۱۷
قبلہ کے بارے میں ارشاد نبوی	۲۲۰
مدینے میں اسلام کی ابتداء	۲۵۴
کفار مکہ اور حضرت علی	۲۹۰

شدت وحی

طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۶۶ سطر ۶ پر ہے۔

عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ کو تکلیف ہوتی تھی چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی جاتی تھی تو آپؐ اس کی وجہ سے مدہوشی کی طرح پژمردہ ہو جاتے تھے۔

ابو راوی الدوسی سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوتے دیکھا۔ جب آپ اپنی سواری پر تھے وہ چلاتی تھی اور اپنے پیر سکیڑتی تھی' مجھے گمان ہوا کہ اس کی باہیں ٹوٹ جائیں گی۔ اکثر وہ بھڑکتی تھی۔ اپنے ہاتھ گڑو کے کھڑی ہو جاتی تھی یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو ثقل وحی سے افاقہ ہو جاتا اور آپ اس سے مثل موتی کی لڑی کے اتر جاتے تھے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے' میرے پاس وحی دو طریقے سے آیا کرتی ہے۔

(۱) جبرئیلؑ لاتے ہیں اور مجھے تعلیم کرتے ہیں' جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کو تعلیم کرتا ہے اور یہ طریقہ جس میں مجھ سے چین چھوٹ جاتا ہے۔

(۲) میرے پاس جرس کی آواز کی طرح آتی ہے یہاں تک کہ میرے قلب میں رچ بس جاتی ہے یہ وہ طریقہ ہے جس سے چین نہیں چھوٹتا۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو وہ میرے پاس جرس کی جھنکار کی سی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب وحی سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے اور مجھے یاد ہو جاتا ہے کبھی فرشتہ میرے لئے شکل بدل لیتا ہے مجھ سے کلام کرتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

عائشہ نے کہا میں نے شدید سردی کے زمانے میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھا ہے اختتام پر آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوتا تھا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے' اسے یاد کرتے تھے اور اپنے لب ہلاتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔

پھر اللہ نے آپؐ پر یہ آیت نازل کی **لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ** آپ زبان کو حرکت مت دیجئے کہ اس کے ساتھ عجلت کریں۔ اس کے ساتھ عجلت کریں۔ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سیکھنے میں عجلت کریں۔ **انّ علینا جمعہ و قرانہ** (بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے (یعنی آپ اسے بھول نہیں

سکتے۔) یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپ کے سینے میں جمع کر دیں۔
ابن عباس نے کہا کہ قرآنہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (لہذا آپ ان کے پڑھنے کی پیروی کیجئے) یعنی آپ خاموش رہئے (اور جبریلؑ کا پڑھنا سنئے) اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن ہو گئے۔
ابن عباس سے اس آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ وَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزول وحی سے شدت محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ اپنے لبوں کو حرکت دیتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالی نے نازل فرمایا کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ الآیتہ آپ اس کے ساتھ اپنے زبان کو حرکت نہ دیجئے۔ آپ کے سینے میں اس کا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے (جب جمع ہو جائے گا تو) پھر آپ اسے پڑھیں گے۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ یعنی اسے سنئے اور خاموش رہیے ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبریلؑ آتے تھے تو آپ ان کا کلام سنتے تھے۔ جب جبریلؑ چلے جاتے تھے تو آپ اسے اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ کو پڑھایا جاتا تھا۔

دعوت اسلام

طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۶۷ سطر آخر پر ہے۔
عبدالرحمن بن القاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ آپ کے پاس جو وحی اللہ کی جانب سے آئی ہے اس کی اچھی طرح تبلیغ کریں لوگوں کو احکام الہی سے ندا دیں اور انھیں اللہ کی طرف بلائیں' آپ ابتدائے نبوت سے تین سال تک خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم ہو گیا۔
محمد سے آیت وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس شخص سے زیادہ اچھے کلام والا کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے عمل صالح کرے اور کہے کہ میں بھی مسلمان ہوں) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفیہ و علانیہ اسلام کی دعوت دی' نوجوانوں اور کمزوروں میں سے جس کو خدا نے چاہا اللہ کو مانا' یہاں تک کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی کثرت ہو گئی آپ جو کچھ فرماتے تھے کفار قریش بھی اس کے منکر نہ تھے کہ خاندان عبدالمطلب کا یہ لڑکا آسمان کی باتیں کرتا ہے' یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کے معبودوں کی ہجو کی جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کیا

کرتے تھے ان کے ان بزرگوں کی ہلاکت کا ذکر کیا جو کفر پر مر گئے تھے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چوکنا ہو گئے اور آپ کے دشمن ہو گئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت **وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ** (اور اپنے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ داروں کو ڈرائیے) نازل کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور فرمایا اے گروہ قریش۔

قریش نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوہ صفا پر چڑھ کر پکارتے ہیں سب لوگ آئے جمع ہو گئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو کیا ہوا ہے؟

فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑی کی جڑ میں ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔

لوگوں نے کہا جی ہاں آپ ہمارے نزدیک غیر متہم ہیں۔ (آپ پر کبھی کوئی تہمت کذب کی بھی نہیں لگائی گئی) اور ہم نے کبھی آپ کے ----- کذب کا تجربہ نہیں کیا۔

آپ نے کہا: میں ایک عذاب شدید سے تمہیں ڈرانے والا ہوں اور اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبدمناف اے بنی زہرہ (یہاں تک کہ آپ نے قبیلہ قریش کی تمام شاخوں کو گن ڈالا) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور میں نہ تو دنیا کی تمہاری کسی منفعت پر قادر ہوں اور نہ آخرت کے کسی حصہ پر لا الہ الا اللہ پر۔

ابو لہب کہنے لگا: دن بھر آپ کی بربادی ہو۔ کیا اسی لئے آپ نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اللہ تبارک و تعالی نے پورا سورۂ **تبت یدا ابی لہب** نازل فرمایا۔ ابو لہب ہی کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے۔

یعقوب بن عتبہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مکہ میں اسلام کو ظاہر کیا آپ کا کام پھیل گیا۔

قریش اس سے سخت غصہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسد و بغاوت کا ظہور ہوا بعض لوگ آپ کی بدگوئی کرتے تھے وہ کھلم کھلا آپ سے عداوت کرتے تھے۔ دوسرے لوگ پوشیدہ رہتے تھے۔ حالانکہ وہ بھی اسی (عداوت و حسد کی) رائے پر تھے مگر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے اور اس کا بیڑا اٹھانے سے اپنی برات کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے عداوت و دشمنی رکھنے والے جھگڑے اور فساد کے خواہاں یہ لوگ تھے۔

(۱) ابو جہل بن ہشام (۲) ابو لہب بن عبدالمطلب (۳) اسود بن عبد یغوث (۴) حارث بن قیس جس کی ماں کا نام غیطلہ تھا۔ (۵) ولید بن المغیرہ (۶) امیہ (۷) ابی فرزندان خلف (۸) ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ

(۹) نضر بن الحارث (۱۰) منبہ بن الحجاج (۱۱) عاص بن وائل (۱۲) زہیر بن ابی میہ (۱۳) سائب بن صیفی بن عابد (۱۴) اسود بن عبدالاسد (۱۵) عاص بن سعید بن العاص (۱۶) عاص بن ہاشم (۱۷) عقبہ بن ابی معیط (۱۸) ابن الاصدی الھذلی جس کو اروی بنت عبدالمطلب نے نکال دیا تھا۔ (۱۹) حکم بن العاص (۲۰) عدی بن الحمراء

یہ اس لئے کہ یہ سب قریش کے ہمسایہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جن کی عداوت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی وہ ابوجہل و ابو لہب و عقبہ بن ابی معیط تھے۔ عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ و ابو سفیان بن حرب بھی اہل عداوت تھے مگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ عداوت میں مثل قریش تھے۔

سوائے ابو سفیان اور حکم کے ان میں سے کوئی اسلام نہیں لایا۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دو پڑوسیوں کے شر کے درمیان تھا۔ ابو لہب و عقبہ بن ابی معیط دونوں پاخانہ لاتے تھے اور میرے دروازے پر ڈالتے تھے بعض مرتبہ ایسی ناپاک چیزیں ہوتی تھیں جو لوگ پھینک دیتے تھے میرے دروازے پر ڈال جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لاتے اور فرماتے اے بنی عبدمناف یہ کون سا حق ہمسائیگی ہے پھر اسے راستے میں ڈال دیتے تھے۔

بعثت کے وقت آنحضرتؐ کی عمر شریف

جناب ابن کثیر دمشقی۔ البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۲۲ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد ابن عدی نے داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے علی الترتیب حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نبوت کے وقت عمر چالیس سال تھی لیکن پہلے تین سال تک آپؐ کو صرف بالتصوف و بصارت نظری ہدایات غیبی ملتی رہیں جو بلا واسطہ تھیں جبکہ اس وقت تک نزول قرآن کی ابتدا نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے بعد حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آپ پر باقاعدہ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور نزول وحی کا یہ سلسلہ مکے اور مدینے میں بیس سال تک جاری رہا یعنی دس سال مکے اور دس سال مدینے میں آپؐ کی وفات تک جبکہ وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔

شیخ شہاب الدین ابو شامہ فرماتے ہیں کہ داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے حوالے سے محمد بن ابی عدی کی بیان کردہ حدیث جو امام احمدؒ کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہے اور حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث میں

کوئی تضاد نہیں ہے۔ ماسوا اس کے کہ انہوں نے صوتی و بصری بلا واسطہ ہدایات کو جو انہوں نے آپؐ کی زبانی سنی ہوں گی بنظر اختصار حذف کر دیا ہے باقی باتیں جو آپ کے روبرو حضرت جبرئیل کے آنے اور آپ کو یکے بعد دیگرے تین بار "اقراء" پڑھنے کے لئے کہنے نیز وہیں سے نزول وحی کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہونے اور آپؐ کے حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے جانے تک حرف بحرف وہی ہیں جو حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

امام احمدؒ نے یحییٰ بن ہشام اور عکرمہ و ابن عباس کے حوالے سے یہ فرمایا کہ وقت بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور آپ پر نزول وحی کی مجموعی مدت مکہ اور مدینہ دونوں جگہ دس دس سال کے حساب سے بیس سال ہوتی ہے۔ اور یہ کہ جب آپ نے وفات پائی تو اس وقت حضورؐ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ یہ بات امام احمدؒ نے ایک اور جگہ حماد بن سلمہ، عمار بن ابی عمار اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقامت مکے میں بعثت کے بعد پندرہ سال رہی جن میں سے سات سال تک آپ صرف روشنی ملاحظہ فرماتے رہے اور باقی آٹھ سال آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

ابو شامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل بعثت ایک مدت تک غیبی مظاہر دیکھے اور سنے۔ یہی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں نے قبل بعثت اتنے پتھروں کو سلام کرتے سنا کہ میں اب انہیں نہ شمار کر سکتا ہوں نہ پہچان سکتا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل بعثت خلوت پسندی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ اپنی قوم قریش کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھتے تھے اور اکثر ان سے علیحدہ رہنے لگے تھے۔ ویسے غار حرا میں آپ کی خلوت گزینی سے قبل بھی کچھ اہل قریش غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے اور وہاں سے فارغ ہو کر زائرین کعبہ کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ آپؐ نے بھی (ایک عرصے تک) غار حرا میں خلوت گزینی کے زمانے میں قریش کی اس روایت پر عمل کیا لیکن آپ زائرین کو اور دوسرے مساکین کو کھانا کھلانے کے بعد طواف کعبہ سے پہلے اپنے گھر نہیں جاتے تھے۔ غار حرا میں آپ قربت الٰہی سے مشرف ہو کر بہت سی غیبی چیزیں دیکھتے اور آوازیں سنتے تھے۔

محمد بن اسحٰق عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے بعض اہل علم سے سن کر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال کے اکثر مہینوں میں اہل قریش کے طرح غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں سے واپسی پر زائرین کعبہ کو قریش کی طرح کھانا کھلاتے اور کعبہ کا طواف فرماتے تھے۔ یہی روایت وہب بن کنسان کے حوالے سے ملتی ہے۔ یعنی قریش زمانہ جاہلیت میں بھی غار حرا میں عبادت گزاری کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کے لباس کے بارے میں بھی ابو طالب

کی طرح سہیلی، ابو شامہ اور حافظ ابو الحجاج المرزی کے حوالے سے بہت سے روایات ملتی ہیں اور غار حرا میں آپ پر نزول نور اور سماعت اصوات پر بھی متعدد روایات پائی جاتی ہیں لیکن وہ رکیک اور ایک دوسرے کی متضاد ہیں۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۲۲ سطر ۳)

غار حرا کا محل وقوع

غار حرا کہیں چھوٹا، کہیں بڑا، کہیں قابل گزر اور کہیں کہیں ناقابل گزر ہے، مکے سے اس کا فاصلہ بلندی پر منیٰ کی جانب دائیں طرف سے تین میل ہے۔ اسی کی ایک پتلی چوٹی سکڑ کر خانہ کعبہ پر جھک آئی ہے اور غار حرا اسی میں واقع ہے جیسا کہ روبہ بن حجاج نے کہا ہے۔

حرا سے منیٰ سے بلندی کی طرف روئی کی طرح پھیلتا چلا گیا ہے
اوپر اس کی چوٹی میں ایک منحنی سا غار ہے، یہی غار حرا ہے

حدیث میں بھی غار حرا کے محل وقوع کا ذکر اسی طرح ہے جیسا روبہ بن حجاج کے مندرجہ بالا شعر میں ہے لیکن حدیث کی رو سے اس میں عبادت گزاری اور سونے کے لئے جگہ بھی ہے، حدیث میں الفاظ تحنث اور تعبد کے معنی صاف ہیں لیکن لغت میں لفظ حنث سے بطور استخراج چھوٹی جگہ میں قیام کے ہیں لیکن بطور تفسیر چھوٹی سی جگہ میں ذرا سے فاصلہ پر کنکریوں سے ہٹ کر عبادت اور سونے کے لئے وقت نکالنے کے لئے ہیں۔ ابو شامہ نے اس کے یہی معنی لئے ہیں۔ ابو شامہ کی اس تفسیر کے بارے میں ابن عربی سے دریافت کیا گیا کہ کیا "حنث" اسی لفظ "حنف" سے ماخوذ ہے جس میں "ف" کو "ث" سے بدل دیا گیا ہے جیسا کہ عربی قواعد میں ہوتا ہے۔

جہاں تک حدیث کے الفاظ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں لفظ "حنث" اور "حنف" پر گفتگو کرتے ہوئے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اہل عرب "ثم" کو عموماً "فم" بولتے ہیں، اسی لئے مفسرین نے "فومہا" سے مراد "ثومہا" لی ہے۔

علماء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل آپؐ کی عبادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اسے حضرت نوحؑ کی شریعت کے مطابق بتاتا ہے کوئی حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے مطابق۔ اسی طرح کوئی کہتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھی اور کسی نے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی مطابقت بیان کی ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ ادیان ماسبق کی شریعتوں سے کچھ کچھ باتیں اخذ کر کے آپؐ نے اپنے لئے ایک نئی شریعت ایجاد اور پسند فرمائی اور عبادات کے سلسلے میں اس کو طریق عمل بنایا، اصول فقہ میں انہی موخر الذکر علماء کے اقوال کی تقلید کی گئی ہے۔

واللہ اعلم۔
جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت و یوم بعثت کا تعلق ہے اسے ابن عباس، عبید بن عمیر اور ابو جعفر الباقر سبھی نے یوم دو شنبہ بیان کیا ہے اور یہی ان حضرات نے نزول وحی کا دن بتایا ہے جس میں جملہ علمائے متقدمین و متاخرین متفق ہیں۔
اس سلسلے میں ماہ ربیع الاول کا ذکر بھی آیا ہے جس میں جناب ابن عباس اور ان کے فرزند حضرت جابرؓ کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ اسی میں ماہ ربیع الاول کے عشرۂ ثانی اور روز دو شنبہ کی روایت ملتی ہے۔ تاہم یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کی بعثت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی ہے جس کے بارے میں عبید بن عمیر اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے قرآن شریف کا حوالہ دیا ہے جو آیہ قرآنی (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ) پر مبنی ہے۔ جہاں تک عشرہ کا تعلق ہے اس کے بارے میں واقدی نے ابی جعفر الباقر کی سند پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز روز دو شنبہ کو ہوا جبکہ ماہ رمضان کی ۱۷ راتیں گزر چکی تھیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ماہ رمضان کی ۲۴ راتیں گزر چکی تھیں۔
امام احمدؒ فرماتے ہیں: ہم سے بنی ہاشم کے غلام ابو سعید اور عمران ابو العوام نے قتادہ، ابن ملیح اور واثلہ بن اسقع کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ آپ پر صحف ابراہیم کی طرح نزول قرآن کا آغاز (بحالت خواب) رمضان کی شب اول کو ہوا جبکہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) نزول توریت کا آغاز رمضان کی دو راتیں گزرنے سے کچھ قبل ہوا اور (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) نزول قرآن رمضان کی ۱۴ راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔
ابو سلیمان خطابی نے بیان کیا کہ نزول وحی کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو صحیح روایات آئی ہیں وہ صرف آپؐ کی روحانی و جسمانی تربیت کے لئے تھیں تاکہ نزول وحی کے لئے آپ بحیثیت نبی دونوں طرح مکمل ہو جائیں۔ ابو سلیمان خطابی نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قول باری تعالیٰ (اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا) کو سند ٹھہرایا ہے اور نزول وحی کے وقت ہمیشہ آپ کے چہرۂ مبارک کے تغیر اور گردن سے لے کر اوپر کے دھڑ تک آپ کے جسم مبارک کی کپکپاہٹ کو اسی قول کی سند کے ساتھ آثار نزول وحی سے تعبیر کیا ہے۔
آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے "زملونی زملونی" فرماتے ہوئے غار حرا میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس سے انہیں مطلع فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "مجھے اپنے متعلق خوف آ رہا ہے۔" تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی نقصان نہیں ہونے دے گا اور آپ کے اخلاق حسنہ اور فطری نیکیوں کا اس ضمن میں ذکر کیا تھا اور ان تمام باتوں کی مختلف آیات نبوی سے تصدیق ہوتی ہے۔
نزول وحی کے سلسلے میں زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کی روایات بھی قابل قبول ہیں انہوں نے زمانہ

جاہلیت میں بھی آپ کی امداد کی تھی اور پھر شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ انہوں نے اور زید بن عمرو اور عثمان بن حویرث نیز عبداللہ بن جحش نے ان جملہ روایات کی تصدیق کی ہے اور قبل بعثت آپ کے اخلاق حسنہ اور سیرت کاملہ کے بارے میں وہی کچھ کہا ہے جو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہؓ کی وہ روایت بھی بیان کی ہے جو ----- آغاز نزول وحی کے بعد آپؐ کے گھر تشریف لانے پر بیان کی جاتی ہے۔

اور یہ بھی کہ انہوں نے اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کو بلا کر جب انہیں آپ پر نزول وحی کا واقعہ سنا کر کہا تھا "سنیئے آپ کے عم زاد کیا کہتے ہیں" تو انہوں نے جواب دیا تھا "یہ وہی ناموس ہے جس کا نزول حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا تھا۔" انہوں نے آپ کی بعثت کی بشارت بھی دی تھی۔

ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہؓ سے یہ بھی کہا تھا کہ "کاش وہ اس وقت تک زندہ رہتے جب انؐ کی قوم ان پر ظلم کرے گی اور انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دے گی۔" انہوں یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ اس وقت تک زندہ رہتے تو دوسرے اہل قریش کے خلاف آپ کی امداد و حمایت ضرور کرتے۔

ورقہ بن نوفل آنحضرتؐ کے اعلان نبوت سے قبل شام چلے گئے تھے اور اس لئے مکے یا مدینے میں مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے بلکہ وہیں آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ تاہم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ ورقہ تو یہودی تھے اور اپنی وفات تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تو آپؐ فرماتے: "ورقہ کو برا نہ کہو' میں نے ان کے لئے ایک جنت بلکہ دو جنتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "انہوں نے (قریش نے) انہیں (ورقہ بن نوفل کو) مکے سے نکالا تھا اور مجھے بھی اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔"

سہیلی نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فراق وطن اور عالم غربت کی سختیاں ناقل بیان ہوتی ہیں اور جن پر یہ سختیاں گزرتی ہیں انہیں وطن چھوڑنے والے ہی خوب جانتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں۔ سہیلی نے آنحضرتؐ کی تہدید کی بنیاد انہیں احساسات کو بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ورقہ بن نوفل کے بارے میں آپؐ نے جنت کی جو بشارت دی وہ اس وجہ سے تھی کہ آپ نے مستقبل میں ان کی نیت کا اندازہ فرما لیا تھا یعنی اگر ورقہ آپ کے عہد رسالت تک زندہ رہتے جیسا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے روبرو اس کی تمنا کرتے ہوئے کہا تھا تو وہ یقیناً نہ صرف قریش کے خلاف آپ کی حمایت و امداد کرتے بلکہ دائرہ اسلام میں ضرور داخل بھی ہو جاتے۔ سہیلی کا مقصد یہ تھا کہ صلاح و خیر کے سلسلے میں مستقبل میں بھی انسان کی نیک نیتی کا خیال رکھا جاتا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"ہم سے حسن نے بالترتیب ابو لہیعہ اور ابو الاسود اور عروہ کی زبانی حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ یہ روایت سنائی کہ ایک دفعہ انہوں نے یعنی حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: "میں نے انہیں (مرنے کے بعد) سفید کپڑوں میں دیکھا ہے' اس لئے میں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ (ورقہ بن نوفل) اہل نار میں سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے پس مرگ سفید کپڑوں میں ملبوس کبھی نظر نہ آتے۔"

حافظ ابو یعلیٰ نے بالترتیب شریح بن یونس' اسماعیل' مجالد' شعبی اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخر الذکر نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: "میں نے انہیں جنت کے بیچوں بیچ سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا ہے جبکہ اس لباس پر "سترس" کا اضافہ بھی تھا۔"

جب اس سلسلے میں یعنی ورقہ بن نوفل کے حشر و نشر کے بارے میں زید بن عمرو بن نفیل سے پوچھا گیا تو وہ بولے: "ان کا حشر و نشر امت واحدہ کے ساتھ (یعنی توحید پرستوں) میں ہوگا۔"

جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ بولے: "وہ جہنم سے خارج ہو کر ایک خاص بہتر جگہ جا پہنچتے ہیں۔"

حضرت علیؓ ہی سے جب حضرت خدیجہؓ کے بارے میں یہ کہہ کر پوچھا گیا کہ ان کا بھی تو دینی فرائض کی ادائیگی اور احکام قرآن کی بجا آوری سے قبل ہی انتقال ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا:

"میں نے انہیں جنت کے ایک خاصے اچھے مقام پر دیکھا ہے لیکن وہ جس مکان میں تھیں وہ پھونس سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس میں لکڑی وغیرہ استعمال نہیں ہوئی۔"

یہ روایات اسناد حسن پر مبنی ہیں اور ان احادیث و روایات کے شواہد دوسری صحیح روایات و احادیث میں بھی ملتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابوبکر بزاز کہتے ہیں "ہم سے عبید بن اسماعیل اور ابو اسامہ نے علی الترتیب ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے: "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ورقہ کو برا نہ کہو' میں نے اسے ایک یا دو جنتوں میں دیکھا ہے۔" یہی حدیث ابن عساکر نے ابو سعید اشجع اور ابی معاویہ و ہشام اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں یہ جملہ اسناد بڑی جید و قوی ہیں۔ اس حدیث کو بعض حضرات نے حدیث مرسل بتایا ہے لیکن ان کی یہ آراء شک سے خالی نہیں ہیں۔

جب ورقہ بن نوفل کے انتقال کے بعد لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے بارے میں

پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: "میں نے انہیں یعنی ورقہ کو جنت میں سفید لباس میں ملبوس دیکھا ہے۔" اگرچہ یہ حدیث بیہقی کی بیان کردہ ہے تاہم بعض محدثین کے اقوال کی یہ حدیث مرسل ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ورقہ کے پاس جانے کی تصدیق حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے بھی کی ہے جس سے اس بات کا امکان ہے کہ ورقہ نے آپؐ کو نبوت کی بشارت دی ہے اور اسی بات سے ورقہ کا آپ پر ایمان لانا ثابت ہوتا ہے۔ ویسے بھی آپؐ کی مدح میں ورقہ کے بے شمار اشعار پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ لہٰذا بیہقی کی بیان کردہ مندرجہ بالا حدیث کو بعید از قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا ہم نے ابھی بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ورقہ بن نوفل کے متعدد قصائد پائے جاتے ہیں جنہیں یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ بیہقی کی بیان کردہ اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں اور بھی بہت سے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں تاہم ہمارے نزدیک یہ حدیث ورقہ کی حد تک محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن العلا بن جاریہ ثقفی نے جو اہل علم کے گروہ میں بہت مشہور تھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکریم نبوت سے قبل بھی جب مکے کے بعید تر اطراف یا کسی وادی سے گزر فرماتے تو وہاں کے شجر و حجر سے آواز آتی۔ "السلام علیک یا رسول اللہ" آپؐ یہ آواز سماعت فرما کر اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھتے لیکن وہاں ان اشجار و احجار کے سوا کوئی آدم زاد موجود نہ ہوتا۔ چنانچہ آپ اسے کرشمہ قدرت سے تعبیر فرماتے تھے۔

پھر غار حرا میں ماہ رمضان میں آپ کو وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر سطور بالا میں آ چکا ہے۔ ویسے آپ اہل عرب کی روایت کے مطابق زائرین مکہ کو نبوت پر فائز ہونے سے قبل کھانا کھلاتے، پانی پلاتے اور حطیم کعبہ میں جا کر حجر اسود کا سات بار طواف فرماتے اور دوسرے اہل مکہ کی طرح کسی پہاڑی کے غار میں جا کر تنہا بسر کرنے کے عادی تھے حتیٰ کہ آپؐ کو جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے کرامت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

آل زبیر کا بیان ہے کہ ان سے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد نے کہا: "اے میرے عم زاد! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف نبوت سے سرفراز ہونے اور غار حرا سے لوٹ کر گھر آنے کے بعد کا جو حال مجھ سے پوچھا ہے تو میں شروع سے بتاتی ہوں۔ ہوا یہ کہ آپؐ نے وہاں سے لوٹ کر سب سے پہلے صرف مجھے بتایا کہ انہوں نے وہاں جبریلؑ کو دیکھا تھا۔" آل زبیرؓ نے کہا: "کیا واقعی انہوں نے جبریلؑ کو دیکھا تھا؟" اس پر وہ بولیں: ایک جب ہی کیا وہ جب میرے حجرے میں تشریف فرما ہوتے تھے تو جبریلؑ اکثر ان کے پاس آتے تھے اور آپ انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ ویسے غار حرا کے واقعے کی آپ کے کردار و

رفتار و گفتار کے پیش نظر سب سے پہلے میں نے ہی تصدیق کی کیونکہ مجھے اس کا کامل یقین تھا۔ اور جیسا میں نے ابھی بیان کیا جب میں آپؐ سے پوچھتی تھی کہ کیا اس وقت آپ کے پاس جبرئیلؑ آئے ہیں؟ تو آپؐ مجھے اپنے دائیں پہلو کی طرف بیٹھنے کا اشارہ فرماتے' میں بیٹھ جاتی اور پوچھتی کیا آپ اس وقت جبرئیلؑ کو دیکھ رہے ہیں؟ تو اثبات میں جواب دیتے' پھر کسی موقع پر آپ مجھے اپنی بائیں جانب بیٹھنے کا اشارہ فرماتے اور اس کے بعد جب میں پوچھتی کہ آیا اس وقت آپ جبرئیلؑ کو دیکھ رہے ہیں؟ تب بھی آپؐ اثبات میں جواب دیتے۔ پھر کبھی جب میں آپ سے یہی سوال کرتی تو آپؐ مجھے اپنے سامنے کا بیٹھنے کا اشارہ فرماتے اور اس وقت آپؐ کا جواب اثبات میں ہوتا لیکن ان تمام مواقع پر جب کبھی میرا دوپٹہ سر سے ڈھلک جاتا تو اس وقت رویت جبرئیلؑ کے بارے میں آپؐ کا جواب نفی میں ہوتا۔ اس لئے جیسا کہ آپ نے فرمایا اور مجھے بھی یقین ہے کہ آپؐ کے پاس آنے والا جبرئیلؑ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اگر شیطان جبرئیلؑ کی شکل میں آپؐ کے پاس آیا کرتا تو اسے میرے کھلے یا ڈھکے سر سے کیا تعلق ہوتا یا اس کے لئے ان دونوں حالتوں میں کیا فرق ہوتا۔ لہٰذا میں نے آپؐ کے قول کی تصدیق کی اور آپؐ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لے آئی۔"

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ "مجھے عبداللہ بن حسن نے یہ حدیث سنا کر کہا تھا کہ انہیں یہ حدیث ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین نے حضرت خدیجہؓ کے حوالے سے سنائی تھی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ جب آپؐ کے حجرے میں جاتی تھیں تو یقیناً آپؐ کو کسی سے ہمکلام پا کر یہ سوال کرتی ہوں گی اور یہ سوالات وہ احتیاطاً" اپنے ایمان کے استحکام کے لئے کرتی ہوں گی۔ اس کے علاوہ آیات قرآنی کا وقتہ" فو قتہ" نزول بھی آپ کے پاس جبرئیلؑ کے آنے کا ثبوت ہے جو بجز انبیاء اور کسی کے پاس کبھی نہیں آئے' نیز شجر و حجر کا آپؐ کو "یا رسول اللہ" کہہ کر سلام کرنا بھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ اس کی گنجائش ہے آپؐ کی نبوت اور آپ کے نبی برحق ہونے کا مسلم ثبوت ہے۔"

حضرت امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: "ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ' یحیی بن بکر' ابراہیم بن طہمان اور سماک بن حرب نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آخر الذکر سے ارشاد فرمایا "میں قبل بعثت مکے کے کسی پتھر کو بطور خاص نہیں پہچانتا تھا لیکن بعد بعثت جب وہ میری اپنے قریب سے آمد و رفت کے وقت مجھے سلام کرنے لگے ہیں تو مجھے ان کی پہچان ہو گئی ہے۔"

ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں: ہم سے سلیمان بن معاذ نے بالترتیب سماک بن حرب اور جابر بن سمرہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں بعد بعثت رات کے

وقت بھی اس پتھر کو پہچان لیتا ہوں جو اپنے پاس سے گزرتے وقت مجھے سلام کرتا ہے۔"

بیہقیؒ نے (اس سلسلے میں) اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الکبیر کی زبانی بالترتیب عباد بن عبداللہ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جو یہ ہے:

عباد بن عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواحی مکہ میں کسی طرف تشریف لے جاتے اور ہم آپؐ کے ہمراہ ہوتے تو ہر شجرو حجر سے آواز آتی۔ "السلام علیک یا رسول اللہ۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کی کسی وادی میں تشریف لے جاتے تو وہاں کا ہر شجرو حجر آپؐ کو السلام علیک یا رسول اللہ۔" کہہ کر سلام کرتا اور اس کی یہ آواز میں بھی سنتا تھا۔"

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے موقع پر پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے لیکن جب حضرت علی جبریلؑ نے آپؐ کو اطمینان دلایا کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں تو آپ کی گھبراہٹ جاتی رہی۔ پھر دوسرے اور اس سے اگلے روز تو آپؐ کو کسی قسم کی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوئی کیونکہ حضرت جبریلؑ نے آپؐ کے اطمینان کے لئے انہیں الفاظ کا اعادہ کیا تھا۔

صحیحین میں معمر اور زہری کے حوالے سے عبدالرزاق کی روایت یہ ہے کہ ان سے ابو سلمہ عبدالرحمان نے جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایک دفعہ میں نے چلتے چلتے آسمان کی طرف جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ نورانی ہیت کا ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا آسمان سے زمین کی طرف آ رہا ہے اور اس کا رخ میری طرف ہے تو میں گھبرا گیا اور اپنی نظریں نیچی کر لیں اور گھر پہنچ کر (خدیجہؓ) سے کہا مجھے کمبل اڑھاؤ' مجھے کمبل اڑھاؤ۔"

بیان کیا گیا کہ یہ واقعہ آپؐ کو دو پہاڑیوں کے درمیانی راستے یا غار کی دراڑ سے آسمان کی جانب نگاہ کرتے ہوئے پیش آیا تھا اور جب آپؐ نے گھر میں واپس آ کر "مجھے کمبل اڑھاؤ" فرمایا تو آپؐ پر سورہ مدثر نازل ہوئی۔ اس روایت سے پہلے روایت کی تردید تو نہیں ہوتی کہ آغاز وحی سورۂ اقراء سے ہوا لیکن جیسا کہ جابر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے آغاز وحی سورۂ مدثر سے ہوا۔ ممکن ہے یہ تقدیم و تاخیر روایات کے سیاق و سباق کی بنا پر ہو گئی ہو اور حقیقت وہی ہو کہ پہلے سورۂ اقراء نازل ہوئی اور بعد ازاں سورۂ مدثر البتہ مقام نزول وحی میں فرق ہو سکتا ہے اور اسی بناء پر یہ دونوں روایات یہاں درج کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ویسے صحیحین میں اس بارے میں علی بن مبارک سے جو حدیث منقول ہے اور مسلم کے نزدیک وضعی ہے وہ یحیٰی بن ابی کثیر کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے دریافت کیا کہ آغاز وحی حقیقتہ" کس سورت سے ہوا۔" تو انہوں نے سورۂ مدثر کا ذکر کیا اور جب میں نے ان سے سورۂ اقراء کا

ذکر کیا تو وہ بولے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے بھی سورۂ مدثر ہی کو آغاز حدیث بتایا تھا لیکن یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ آپؐ نے مقام حرا پر ایک آواز سن کر اوپر دائیں بائیں اور پس پشت نظر ڈالی تو آواز دینے والا نظر نہیں آیا لیکن اسی وقت جب دوبارہ آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں سے کرسی پر بیٹھا ہوا ایک نورانی چہرہ زمین کی طرف آتا دکھائی دیا' اس کے بعد جب آپؐ نے گھر تشریف لا کر "مجھے کمبل اڑھاؤ۔" فرمایا اُس کے بعد آپؐ کمبل اوڑھ چکے تو آپ پر سورۂ مدثر نازل ہوئی اور اسی کو آغاز وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن صحیحین ہی میں اس سے قبل جو روایات پیش کی گئی ہیں ان سے جو نتیجہ مجموعی طور پر اخذ کیا جاتا ہے وہ سورۂ اقراء کے حق میں ہے۔

ویسے بعض راویوں اور دیگر قاریوں نے سورہ والضحیٰ کو بھی آغاز وحی قرار دیا ہے لیکن یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورۂ شریفہ ان راویوں کے سامنے تلاوت ضرور فرمائی تھی یا اس کا ذکر فرمایا تھا لیکن اس سے اس کا آغاز وحی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ آغاز وحی کے بعد دو ڈھائی سال تک نزول وحی کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی تھی جبکہ آپؐ دور و نزدیک اپنی رسالت کا پیغام بھیج چکے تھے اور اسے جملہ شریف و نجیب لوگوں نے سن کر آپؐ کی رسالت کو تسلیم کر لیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۲۴ سطر ۴)

نزول وحی کے سلسلے میں جنات یا شیاطین کے ملوث ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟

ابن کثیر دمشقی البدایہ والنہایہ کی جلد ۳ ص ۴۲ سطر آخر پر تحریر کرتے ہیں:

چونکہ عربوں کی کج نہادی' ان کے ضدی طبائع اور ان کی توہم پرستی کے پیش نظر اس بات کا قطعی امکان تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کو ابلیس یا کسی جن کی آواز ٹھہرائیں گے اور انہوں نے بہ استثنائے چند اول اول ٹھہرایا اس لئے اللہ تعالی نے قرآن میں دو جگہ اس کی صاف صاف تردید فرما دی پہلے ارشاد ہوا جس میں قوم جن کے بارے میں استماع وحی کے متعلق خبر دی گئی ہے۔

(۱) وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ ------- رَبُّهُمْ رَشَدًا تک)

(۲) پھر یہ ارشاد ہوا: مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ------- الخ۔

ان آیات کی تفسیر اور مقاصد کے سلسلے میں حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن احمد یعنی طبرانی نے

عبداللہ بن محمد ابن سعید بن ابی مریم نے محمد بن یوسف فریادی نے اور اسرائیل نے بالترتیب ابی اسحٰق، سعید ابن جبیر، اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ بعثت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جنات دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحیوں کے الفاظ اس وقت سن لیا کرتے تھے جب وہ زمین سے آسمان کی طرف صعود کیا کرتے تھے اور ان الفاظ میں اپنی طرف سے بہت کچھ اضافہ کر دیا کرتے تھے جسے باطل ٹھہرانا ضروری ہوتا تھا۔ لیکن آپؐ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنات پر استماع وحی کی پابندی عائد فرما دی تو کج فہم اور ضدی عربوں نے اس کی نسبت ابلیس کی طرف کرنا شروع کر دی کیونکہ اس وقت تک ابلیس کے آسمان کی طرف صعود میں ستارے تیر چلا چلا کر حائل نہیں ہوتے تھے جن کو اہل زمین شہاب کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں ابو عوانہ نے بالترتیب ابی بشر، سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ بازار عکاظ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور راستے میں آپ نے ان کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ اس سے قبل گروہ شیاطین آپؐ تک الفاظ وحی پہنچنے میں حائل ہوتا تھا اور جب اس سے اس کی قوم سوال کرتی تھی کہ تم نے کیا سنا تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا تھا کہ ہم کچھ نہیں سن سکے کیونکہ ہمیں نجوم نے تیر چلا چلا کر آسمان کی طرف صعود سے دور رکھا لیکن اس موقع پر جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا کچھ جنوں نے ایک آدھ درخت پر بیٹھ کر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر ادا فرما رہے تھے انہوں نے وہ آیات سنیں جو آپؐ نے نماز میں تلاوت فرمائی تھیں۔ لیکن جب اس دفعہ ان کے (جنوں کے) ہم قوموں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو ان کے جواب کو قرآن میں پورا بیان کیا گیا ہے:۔

(یا قومنا انا سمعنا قرآنا ------ بربنا احدا تک)

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: **(قل اوحی الی** ------- الخ)

اس آیت کا استخراج صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں یوں ہے:۔

ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے عطا بن سائب، سعید بن جبیر اور ابن عباس کے بالترتیب حوالوں سے بیان کیا کہ جناب کے قبیلے کے قبیلے سماعت قرآن کے لئے ٹھہر جاتے تھے لیکن نزول وحی کی بات کچھ اور ہے، اس وقت تو ملائکہ کو بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوہ صفا پر لوہے کی شدید چوٹیں پڑ رہی ہوں ------ اور جب وہ وحی کی آواز سنتے تھے تو چیخیں مار کر سجدے میں گر پڑتے تھے اور جب تک نزول وحی کا سلسلہ بند نہیں ہوتا تھا وہ اسی طرح سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟" اس کے علاوہ جب واردات سماوی کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تو صرف اتنا کہتے تھے کہ "ارشاد ربانی حق اور وہی بزرگ و برتر ہے۔"

لیکن جب کلام الٰہی واردات ارضی یا زمین پر موت و حیات کے بارے میں ہوتی تھی جو اہل زمین کے لئے علم غیب کا درجہ رکھتی تھی تو اس کی صورت یہ تھی کہ فرشتے فرضائے سماوی میں ان پر باہم گفتگو کرتے تھے اور ان کی یہ گفتگو ابلیس یا قوم جنات میں سے کوئی سن لیتا تھا جب کہ وہ آسمان کی طرف پرواز کرتے ہوتے تھے۔ اگرچہ ابلیس اور جنات کو آسمان کی طرف پرواز سے ستاروں کے شہابوں کے ذریعہ روکا جاتا تھا تاہم اس حالت میں فرشتوں کے مابین گفتگو سے جو کچھ ان کے پلے پڑ جاتا تھا وہ قوم جنات کے دوسرے افراد اور گروہ شیاطین تک ان کے ذریعہ جا پہنچتا تھا۔ اسی ئے عرب کے کاہن حرکات نجوم سے کچھ باتوں کا قیاس کر لیتے تھے۔ ان باتوں کا چرچا اہل تہامہ (عربوں) میں سب سب پہلے قبیلہ ثقیف میں ہوا جس کے پاس بے شمار بکریاں اور اونٹ تھے۔ ہوا یوں کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب پر سے سماعت قرآن کے پابندی ہٹا لی گئی۔ اب طرح جب نزول وحی کے بعد تلاوت قرآن کا آغاز ہوا اور جنات نے اسے سنا اور اپنی قوم کے دوسرے افراد کو سنایا تو شیاطین ان آیات کو لے اڑے جن میں واردات ارضی کا ذکر تھا اور انہوں نے اس کی خبر ابلیس کو دی جس نے قبیلہ ثقیف کے کانوں میں وہ باتیں پھونکیں۔ اس طرح وہ حرکات نجوم سے جو نزول وحی پیدا ہوتی تھی کچھ باتوں کا اندازہ لگانے لگے اور ان میں وہ لوگ جن کے پاس بکریاں تھیں بکریوں کو ذبح کرنے لگے اور جن کے پاس اونٹ تھے وہ اونٹوں کو ذبح کرنے لگے اور اس طرح ان کے اموال جن میں اگرچہ اہل قبیلہ شریک تھے کم ہونے لگے۔ چنانچہ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ انہیں ان قیاسی باتوں پر اعتبار کرکے بکریوں اور اونٹوں کو ذبح کرنے سے روکا گیا۔ عطا بن سائب کے حوالے سے حماد بن سلمہ کی طرح یہ روایت بیہقی اور حاکم سے بھی مروی ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے اسامہ بن زید بن اسلم نے عمرو بن عبدان عبسی اور کعب کے بالترتیب حوالوں سے بیان کیا کہ حضرت عیسٰی (علیہ السلام) کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت تک عربوں میں رمی بالنجوم کا عام رواج تھا حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک یہ رواج چلا آتا تھا لیکن جب آپ کی بعثت کے بعد حرکات نجوم سے رمی بالنجوم غلط ثابت ہونے لگی تو قریش اپنی بکریوں اور اونٹوں کے گلے انہیں گالیاں دے دے کر کاٹنے لگے اور سمجھے کہ اب دنیا کے فنا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اسی زمانے میں ابو سفیان بن حرب ایک دفعہ اونٹوں اور بکریوں کے گلوں کی طرف گیا تو یالیل کے غلام نے اس سے رمی بالنجوم کی تغلیط کا ماجرا بیان کیا تو وہ بولا: معلوم ہوتا ہے کہ ظہور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وقت قریب آگیا ہے جو نبوت کا دعوٰی کریں گے۔ اس کے بعد رمی بالنجوم سے آپؑ کے ظہور کا اندازہ لگایا گیا۔ لیکن جب وہ غلط ثابت ہوا تو لوگوں کو اور زیادہ یقین ہوگیا کہ روئے زمین پر نوع انسانی کے فنا کا وقت آگیا ہے لیکن جب آپؑ کا ظہور وقوع پذیر ہوا رمی بالنجوم سے قیاس آرائی کے بارے میں لوگوں کا اعتقاد متزلزل ہونے لگا۔

اسی طرح کی حرکات نجوم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے مابین تغیرو تبدل اور رمی بالنجوم کے بارے میں ابن عباس کے حوالے سے عوفی کی روایت کی طرح بیہقی اور حاکم سے بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ بیہقی اور حاکم کی یہ روایت ہے کہ ابن عباس ایک دن دوسرے صحابہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے حاضرین سے دریافت فرمایا: "کیا آپ لوگ بھی پہلے رمی بالنجوم کے قائل تھے؟" حاضرین نے عرض کیا: "جی ہاں لیکن اس کو تغلیط سے ہم نے سمجھا تھا کہ سطح ارضی پر یا تو کسی عظیم شخص کی وفات ہونے والی ہے یا کسی عظیم شخصیت کا ظہور ہونے والا ہے۔" یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "لا ولاکن" یعنی کسی عظیم شخص کی وفات تو ہونے والی نہیں تھی لیکن ایک عظیم شخصیت کا ظہور ہونے والا تھا۔ اس سے آپؐ کی مراد کسی عظیم شخص کی وفات نفی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور مبارک کا اثبات تھا اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ تخلیق سماوات کے وقت بھی کواکب کا بسلسلہ حدوث یہی حال تھا۔

ابن اسحٰق نے اپنی کتاب "سیرت" میں رمی النجوم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قبیلہ ثقیف کے کسی بزرگ نے جب دیکھا کہ اس کا قبیلہ ستاروں کے تغیرات دیکھ کر اپنی مویشیوں کو گالیاں دے دے کر جلدی جلدی ذبح کرنے لگتا ہے تو اس نے انہیں اس سے روکا اور ان سے کہا اگر نجوم کی شکست و ریخت مستقل صورت اختیار کرلے تو انہیں گھبرانا چاہئے اور اگر عارضی ٹوٹ پھوٹ کے بعد پھر اپنی اصلی شکل پر آجائیں تو پھر اس ضیائے اموال سے کیا فائدہ ہے۔ ثقیف کے اس بزرگ کی یہ باتیں عمرو بن امیہ نے سنی تھیں۔ واللہ اعلم۔ (ویسے سدی کا بیان یہ ہے کہ فضائے سماوی میں گڑبڑ اس وقت ہوتی ہے جب زمین پر کسی نبی کا ظہور ہونے والا ہو یا خدا کی طرف سے کسی نئے دین کا اظہار مقصود ہو۔ نیز یہ کہ ظہور محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قبل شیاطین فلک اول تک چلے جاتے تھے اور اس سلسلے میں یا دوسرے امور میں احکام الٰہی سے واقفیت حاصل کرکے ابلیس کو ان سے مطلع کرتے جو انہیں اہل زمین پر منکشف کر دیتا تھا۔ تاہم نجوم ان شیاطین اور جنات کو اپنے اپنے شہابوں کے تیر چلا چلا کر آسمان کی طرف صعود سے روکتے تھے اور قبیلہ ثقیف کے لوگ نیز دیگر اہل تہامہ آسمان میں تیر اندازی کو دیکھ کر زمین پر نزول بلیات کا شگون لیتے تھے۔ اور ان افعال کا ارتکاب کرتے تھے جن کا ابھی ذکر کیا گیا۔

ظہور محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وقت جب اہل طائف نے آسمان پر شکست و ریخت کے مناظر کے علاوہ فضائے آسمانی میں آگ بھڑکتی دیکھی تو وہ حد درجہ خائف ہو گئے اور انہوں نے جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا اپنے اپنے مویشیوں کو یہ سمجھ کر کہ اہل زمین فنا سے ہمکنار ہونے والے ہیں جلدی جلدی سب و شتم کے ساتھ ذبح کرنا شروع کر دیا تو ان کے ایک بزرگ نے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا انہیں سمجھایا۔) یہ روایت بعض راویوں نے عبدیالیل بن عمرو ابن عمیر سے منسوب کی ہے اور بعض کا بیان ہے

کہ وہ ابن ابی کبشہ تھا۔ واللہ اعلم۔
زمین پر ظہور محمدی اور بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وقت جب شیاطین و جنات آسمان کی طرف پرواز سے بالکل قاصر رہے تو انہوں نے فضائے آسمانی سے شعلہ فشانی کا واقعہ اپنے سربراہ ابلیس کو سنایا تو اس نے آپ کی بعثت کے بعد آپ پر نزول وحی کے زمانے میں کچھ جنات کو مکے کی جانب روانہ کیا۔ ان جنات نے وہاں تلاوت قرآن سنی تو جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا اللہ جل شانہ' نے اپنے کلام میں ان کے تحیر کی خبر دی یعنی وہ کلام الٰہی سن کر حیران رہ گئے بلکہ جیسا کہ بعض مستند روایات سے ثابت ہے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔
واقدی ظہور محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ کا واقعہ محمد بن صالح کی زبانی ابن ابی حکیم یعنی اسحق اور عطار بن یسار اور ابو ہریرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اگلی صبح شیاطین نے بتوں کو سر بسجود یعنی اوندھا پڑھا دیکھا تو انہوں نے اس کی خبر اپنے سربراہ ابلیس کو دی۔ اس پر وہ بولا: "یہ زمین پر کسی انسان کی بحیثیت نبی بعثت کی علامت ہے۔ اور انہیں اریاف کی بستی کی طرف خبر لانے کے لئے بھیجا لیکن وہ آپ کو نہ دیکھ سکے تو وہ خود مکے پہنچا اور جیسا کہ ابو ہریرہؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سن کر بیان کیا کہ اس نے آپؐ کو قرن ثعالب میں دیکھا اور اپنے چیلوں سے واپس آ کر بولا: "میں (نعوذ باللہ) اسے دیکھ آیا ہوں۔

دعوت اسلام

جناب ابن ہشام سیرت نبویہ میں متعدد روایات تحریر فرماتے ہیں :(جلد۱ ص ۲۳۵ سطر۵)

حضرت خدیجہؓ

خدیجہؓ بنت خویلد آپ پر ایمان لائیں اور جو کچھ خدا کی طرف سے آپ پر نازل ہوا تھا اس کی تصدیق کی۔ اللہ پر نیز آپ پر اور اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لانے والوں میں پہلی وہی تھیں۔ خدیجہؓ کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں آسانی پیدا کر دی۔ مخالفوں کی تکذیب اور ناپسندیدہ باتوں کی سماعت سے آپ کو صدمہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس حزن و ملال کو خدیجہؓ ہی کے ذریعے سے دور فرماتا۔ جب آپ خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کا بار ہلکا کرتیں۔ آپ کی تصدیق کرتیں تو لوگوں کا مذکورہ برتاؤ آپ پر آسان ہو جاتا اور آپ زیادہ پختگی و ثابت قدمی سے کام جاری

رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہشام بن عروہ نے' انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہؓ کو ایک قصب (کھوکھلے موتی کے گھر) کی خوشخبری دوں' جس میں نہ شور ہے نہ تکلیف۔ ابن ہشام نے کہا' مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس پر میں بھروسہ کرتا ہوں جبریلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا خدیجہؓ کو ان کے رب کا سلام پہنچا دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہؓ یہ جبریل ہیں۔ تمہارے پروردگار کا سلام تمہیں پہنچا رہے ہیں۔ جناب خدیجہؓ نے کہا: اللہ تو خود سلام ہی ہے اور سب کو اسی سے سلامتی ملتی ہے۔ جبریلؑ پر بھی سلام ہو۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۲۶۷ سطر ا)

سورۂ ضحیٰ کا نزول

ابن اسحاق نے کہا: پھر وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مدت کے لئے رک گئی' یہاں تک کہ آپ کو یہ بات بہت شاق گزری اور صدمہ ہوا۔ پھر آپ کے پاس جبریلؑ سورۂ ضحیٰ لے کر آئے' جس میں پروردگار آپ سے قسم کھا کر خطاب فرماتا ہے کہ نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔ اس شاندار چیز کے ذریعہ سے آپ کو اعزاز و اکرام کے مراتب عنایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الضُّحٰی☆ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی☆ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی☆ (۹۳:۱۔۳)

قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانک لے۔ نہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے رب نے نہ ناخوش رکھا۔

وللاخرة خیر لک من الاولی☆ (۹۳ : ۴)

اور البتہ پچھلی حالت بہتر ہے واسطے تیرے پہلی حالت سے۔

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی☆ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی☆ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی☆ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (۹۳: ۵۔۸)

اور البتہ جلد دے گا تجھے پروردگار تیرا' پس راضی ہو گا۔ کیا نہیں پایا تجھے یتیم' پس جگہ دی اور پایا تجھے راہ بھولا پس راہ دکھا دی اور پایا تجھے فقیر پس غنی کیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ابتدائی حالت کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے' اس نے کیسا اعزاز عنایت فرمایا' آپ کی یتیمی' ناداری اور سرگردانی میں اس کا کیا احسان رہا اور اس نے اپنی رحمت کی بدولت ان حالات سے نجات دلائی۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ☆ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ ☆ (۹۳: ۹-۱۰)
پس جو یتیم ہو، پس مت قہر کر اور جو مانگنے والا پس مت ڈانٹ۔
اپنی قوت اور بڑائی جتانے والے، اول جلول بکنے والے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کمزوروں پر سخت دلی کرنے والے نہ ہو جاؤ۔
وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۹۳: ۱۱)
اور جو نعمت پروردگار تیرے کی ہے پس بیان کر۔
یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نبوت کی جو جو نعمت اور عزت آپ کو ملی اسے بیان کیجئے اور اس کی جانب لوگوں کو بلایئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی نبوت کے ذریعے سے تمام بندوں پر انعام فرمائی تھیں، تنہائی میں ان لوگوں سے ذکر کرنے لگے، جن پر آپ کو بھروسا تھا۔

فرض نماز کی ابتداء

جب نماز فرض ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور ختم کر کے سلام پھیرا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور سلام آپ پر بھی ہو اور ان سب پر بھی۔

نماز کی تعلیم

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن کیسان نے، انہوں نے عروہ بن الزبیر سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب پہلے پہل نماز فرض ہوئی تو ہر نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے حضر میں انہیں پورا کر کے چار مقرر کر دیں اور سفر میں ان کی ابتداء فرضیت یعنی دو رکعتیں برقرار رکھیں۔
ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ جب نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہوئی تو جبریلؑ آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے۔ پھر وادی کے ایک کنارے ایڑی سے ٹکرایا اور وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ جبریلؑ کا مقصود یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو جائے، نماز کے لئے طہارت کیوں کر کی جاتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے اسی طرح وضو

کیا، جس طرح جبرئیلؑ نے وضو کیا تھا۔ بعد ازاں جبرئیلؑ نے آپ کو ساتھ لے کر نماز پڑھی اور جبرئیلؑ چلے گئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور اسی طرح وضو کیا، جس طرح جبرئیلؑ نے سکھایا تھا تاکہ خدیجہؓ کو نماز کے لئے عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے حضرت خدیجہ کو ساتھ لے کر نماز اس طرح پڑھی جس طرح آپ کو ساتھ لے کر جبرئیل نے پڑھی تھی۔
ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عتبہ بن مسلم بنی تمیم کے غلام نے اس سے نافع بن مطعم نے بیان کیا (اور نافع ابن عباس سے بہت روایتیں کیا کرتے تھے) کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض کی گئی تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ساتھ لے کر نماز ظہر پڑھی، جب آفتاب سمت الراس سے مائل ہو چکا تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی، جب آپ کا سایہ طول میں آپ کے مثل تھا پھر آپ کو ساتھ لے کر مغرب پڑھی۔ جب سورج ڈوب گیا پھر آپ کو ساتھ لے کر نماز عشاء پڑھی جب شفق نہ رہی پھر آپ کو ساتھ لے کر صبح کی نماز پڑھی۔ جب فجر طلوع ہوئی۔ وہ دوبارہ آپ کے پاس آئے اور ساتھ لے کر دوسرے روز نماز ظہر پڑھی۔ جب آپ کا سایہ طول میں آپ کے مثل تھا پھر ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی، جب آپ کا سایہ آپ کے طول کا دگنا تھا پھر ساتھ لے کر نماز مغرب پڑھی جب سورج ڈوب چکا تھا اور گزشتہ کل ہی کا وقت تھا۔ بعد ازاں ساتھ لے کر عشاء کی نماز اس وقت پڑھی جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر ساتھ لے کر اس وقت کی نماز پڑھی جب صبح خوب روشن ہو چکی تھی اور سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وقت نماز آپ کی آج کی نماز اور آپ کی کل کی نماز کے درمیان ہے۔

اسلام حضرت علیؓ

ابن اسحاق نے کہا: پہلا مرد، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اس چیز کی تصدیق کی، جو آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی تھی، وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ آپ پر اللہ کی رضامندی اور سلام ہو۔ آپ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر جو انعامات اللہ تعالیٰ نے کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ اسلام سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش تربیت میں تھے۔

ابو طالب کی کثیر العیالی

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبیر ابن ابی الحجاج سے یہ روایت بیان کی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ تھی کہ جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور ابو طالب بہت بچوں والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے' جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ خوشحال تھے' فرمایا:

اے عباس! آپ کا بھائی ابو طالب بہت بال بچوں والا ہے اور اس قحط کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو پس میرے ساتھ چلو کہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا کریں۔ اس کے بچوں میں سے ایک کو میں لیتا ہوں اور ایک کو آپ لے لیں کہ ان کی دیکھ بھال کریں۔

جعفرؓ اور علیؓ کی کفالت

عباس نے کہا: پھر ہم دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور کہا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ پر بچوں کا جو بار ہے اس میں سے اس وقت تک کے لئے کچھ ہلکا کر دیں کہ اس آفت سے لوگ نجات پائیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔
انہوں نے جواب دیا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو (اور) جو چاہو کرو۔

(ابن ہشام نے کہا) عقیل ہی کو طالب بھی کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کو لے لیا اور انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ عباسؓ نے جعفرؓ کو لے لی اور اپنے ساتھ رکھا۔ پس علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے پاس نبوت کا پیام بھیجا تو علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی اور ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور جعفرؓ عباسؓ ہی کے پاس رہے' یہاں تک کہ اسلام اختیار کیا اور ان سے بے نیاز ہو گئے۔

دین حق کی پیروی

ابن اسحاق نے کہا: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی جانب نکل جاتے اور علیؓ بھی اپنے والد ابو طالب اور دوسرے چچاؤں اور قوم سے چھپ کر آپ کے ساتھ ہو جاتے' وہیں دونوں نمازیں پڑھا کرتے۔ جب شام ہوتی تو لوٹ آتے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے دنوں تک چاہا' یہ دونوں اسی حالت میں رہے' ایک روز دونوں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو طالب نے دیکھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ کونسا دین ہے جسے تم

نے اختیار کیا ہے؟ فرمایا:
چچا جان! یہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے (یا جن الفاظ میں آپ نے فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ نے مجھے اس دین کا رسول بنا کر لوگوں کی جانب بھیجا ہے۔ چچا جان! جن جن لوگوں کی خیر خواہی میں نے کی ہے اور جنہیں سیدھی راہ کی جانب دعوت دی ہے ان سب میں آپ زیادہ حقدار ہیں اور اس دعوت پر مجھے قبول کرنے اور میری امداد کے بھی آپ ہی زیادہ حقدار ہیں۔

ابو طالب کا فیصلہ

یا آپ نے جن الفاظ میں فرمایا: راوی کہتا ہے، ابو طالب نے جواب دیا: اے میرے بھائی کے بیٹے! آباء و اجداد کے دین اور اس طریقے کو، جس پر وہ تھے، میں چھوڑ نہیں سکتا، لیکن اللہ کی قسم، جب تک میں ہوں، تم پر کوئی بات نہ آئے گی، جسے تم ناپسند کرو، لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے علی سے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! یہ کونسا دین ہے جس پر تم ہو؟ انہوں نے کہا: بابا جان! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور جو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کی ہیں، میں نے ان میں آپ کو سچا جانا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور آپ کی پیروی کی ہے۔ لوگ کہتے ہیں، ابو طالب نے ان (علی) سے کہا: انہوں نے تمہیں بھلائی ہی کی جانب دعوت دی ہے۔ اس پر جمے رہو۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۱۷۱ سطر ۲)
(حضرت ابو طالب مومن کامل تھے، اس کی مکمل تفصیل بعد کی جلدوں میں آئے گی۔ انشاء اللہ)

دعوت اسلام

زید بن حارثہ

ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد زید بن حارثہ (بن شرجیل بن کعب ابن عبدالعزی بن امراء القیس الکلبی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام نے اسلام اختیار کیا۔ یہ پہلے مرد تھے جنہوں نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے بعد اسلام اختیار کیا اور نماز پڑھی۔

نسب زید

ابن ہشام نے کہا: زید بن حارثہ (شرجیل بن عبدالعزی بن امراء القیس بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرۃ) کے بیٹے تھے۔ حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لائے تھے، جن میں کم عمر زید بن حارثہ بھی تھے۔ خدیجہ بن خویلد، حکیم بن حزام کی پھوپھی تھیں، وہ بھتیجے سے ملنے کے لئے گئیں (اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں تھیں) تو اس نے ان سے کہا: پھوپھی جان! آپ ان چھوکروں میں سے جسے چاہیں، انتخاب فرمالیں۔ وہ آپ کا ہو گا۔ جناب خدیجہؓ نے زید کو چنا اور لے لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس دیکھا تو زید کو ان سے مانگ لیا۔ خدیجہؓ نے انہیں آپ کے حوالے کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور متبنّٰی بنا لیا۔ یہ واقعہ آپ پر وحی (نازل) ہونے سے پہلے کا ہے۔

والد زید کی بے قراری

زید کے والد حارثہ۔ بیٹا چھن جانے پر حد درجہ بے چین ہوئے اور بہت آہ و زاری کرتے ہوئے کہا:

بکیت علی زید و لم ادر ما فعل   احی فیرجی ام اتی دونہ الاجل

میں نے زید پر آہ و زاری کی، خبر نہیں وہ کیا ہو گیا۔ آیا وہ زندہ ہے کہ امید کی جائے یا موت اس کے راستے میں حائل ہو گئی؟

فواللہ ما ادری و انی لسائل   اغالک بعدی السھل ام غالک الجبل

اللہ کی قسم، میں واقف نہیں اور میں پوچھتا ہوں کہ میری نظروں سے غائب ہونے کے بعد تجھے میدان نے چرا لیا یا پہاڑ نے؟

و یا لیت شعری ھل لک الدھر اوبتہ   فحسبی من الدنیا رجوعک لی بجل

کاش! مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ کبھی تو لوٹ کر بھی آئے گا تو تیرا لوٹنا دنیا میں میری خوشی کے لئے کافی ہوتا۔

تذکرنیہ الشمس عند طلوعھا   و تعرض ذکراہ اذا غربھا افل

سورج اپنے نکلنے کے وقت مجھے اس کی یاد دلاتا ہے اور جب چھپنے کو ہوتا ہے تو اسی کی یاد دلاتا ہے۔

و ان ھبت الارواح ھیجن ذکرہ   فیا طول ما حزنی علیہ و ما وجل

اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو اسی کی یاد کو ابھارتی ہیں اور اس پر خوف کھانے اور اس کے لئے غم کرنے کا زمانہ کس قدر دراز ہو گیا ہے:

ساعمل نص العیس فی الارض جاھدا و لا اسلم التطواف او تسلم الابل

(اس کی تلاش میں) اونٹوں کو روئے زمین پر کوشش سے دوڑتا ہو گا اور گردش سے اکتاؤں گا نہیں، حتیٰ کہ اونٹ بیزار ہو جائیں۔

حیاتی او تاتی علی منیتی فکل امریء فان و ان عزہ الامل

زندگی بھر دوڑتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت آ جائے۔ ہر شخص فنا ہونے والا تو ہے ہی اگرچہ آرزوئیں اسے دھوکے میں رکھیں۔

زیدؓ کا فیصلہ

پھر حارثہ زید کے پاس آیا جب زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے زید سے فرمایا: تم چاہو تو میرے پاس رہو اور چاہو تو اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ۔ زید نے کہا: میں تو آپ ہی کے پاس رہوں گا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی اسلام اختیار کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جب اللہ تعالی نے **ادعوھم الا بائھم** (بیٹوں کو باپوں کے نام سے پکارو) فرمایا: تو انہوں نے کہا: میں زید بن حارثہ ہوں (نہ کہ زید بن محمد)

حضرت ابوبکرؓ

ابن اسحٰق نے کہا: اس کے بعد ابوبکر بن ابی قحافتہ نے اسلام اختیار کیا۔ آپ کا نام عتیق تھا اور ابو قحافتہ کا نام عثمان بن عمر (بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔)

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے

جناب ابن اثیر جزری تاریخ کامل کی جلد اول کے ص ۴۷ سطر ۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے، اس میں علماء میں اختلاف ہے۔ اس پر سب متفق ہیں کہ خدا

کی مخلوق میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی بی بی خدیجہؓ ہیں اور آپ کے بعد مردوں کے متعلق ایک جماعت کہتی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ ہیں اور یہ لوگ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں رسول اللہ کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں صدیق ہونے کا قول میرے بعد جو کرے گا وہ جھوٹا اور مفتری بہتان باندھنے والا ہے اور میں سات سال کی عمر میں تھا جب میں نے سب انسانوں سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہے سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں جابر بن عبداللہ نے کہا دو شنبہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنایا گیا اور منگل کے دن حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ زید بن ارقم نے کہا سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ عفیف کندی نے کہا میں ایک تاجر آدمی تھا اس لئے مکہ میں ایام حج میں پہنچا پھر میں عباس کے پاس گیا اور ابھی ہم وہیں عباس کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک شخص نکلا اور کعبتہ اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا' پھر ایک عورت نکلی اور وہ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگی' پھر ایک لڑکا نکلا اور کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔ پھر میں نے عباس سے پوچھا یہ کیسا دین ہے تو انہوں نے کہا یہ محمدؐ بن عبداللہ ہیں جو میرے بھائی عبداللہ کے بیٹے ہیں ان کا گمان ہے کہ ان کو اللہ تعالی نے رسولؐ بنا کر بھیجا ہے اور عنقریب کسری اور قیصر کے خزانے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور یہ عورت ان کی بی بی خدیجہؓ ہیں جو ان پر ایمان لائی ہیں اور یہ لڑکا علیؓ ابن ابی طالب ہے جو ایمان لایا ہے۔ بخدا میں روئے زمین پر ان تینوں کے سوا اور کسی کو اس دین میں نہیں دیکھتا ہوں۔ اور عفیف نے کہا کاش چوتھا میں ہوتا۔ محمد بن المنذر اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن اور ابو حازم المدنی اور کلبی ان سب نے کہا ہے کہ پہلے اسلام لانے والے حضرت علیؓ ہیں اور کلبی نے کہا ہے اس وقت حضرت علیؓ کی عمر نو سال تھی اور گیارہ سال بھی عمر بتائی گئی ہے اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پہلے اسلام لانے والے حضرت علیؓ ہیں اور اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی اور اللہ تعالی کا احسان حضرت علیؓ پر یہ تھا کہ قریش پر قحط سالی کی مصیبت آ پڑی تھی اور ابو طالب کی اولاد زیادہ تھی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس سے کہا' اے چچا جان' ابو طالب زیادہ اولاد والے ہیں آپ ہمارے ساتھ چلئے تاکہ ابو طالب کی اولاد کا بار ہلکا کریں۔ پس دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور ان کو اپنے ارادوں سے مطلع کیا۔ ابو طالب نے کہا عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو پھر جو جی چاہے تم دونوں کرو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو لے لیا اور حضرت عباس نے جعفر کو لے لیا۔ پھر حضرت علیؓ برابر آنحضرتؐ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو رسول بنایا۔ پس حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔ اور جب آنحضرتؐ نماز کا ارادہ فرماتے تو آپ اور علیؓ مکہ کی کسی گھاٹی کی طرف چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھتے اور پھر واپس آ جاتے۔ ابو طالب نے ایک دفعہ ان دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو کہا اے

بھتیجے یہ کیسا دین ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا' یہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا دین ہے اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم پیغمبر کا دین ہے۔

ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موقع پر ابو طالب نے علیؓ سے بھی پوچھا یہ کیسا دین ہے جس پر تم ہو' حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ اے بزرگ باپ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور میں نے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ نیکی اور بھلائی کے سوا کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیتے ہیں اس لئے میں ان کے ساتھ ہو گیا ہوں۔

حضرت سلمانؓ کا اسلام

ابن ہشام سیرت نبویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (جلد ا ص ۶-۲۰ سطر ۱۸)

سلمانؓ کی ابتدائی زندگی

ابن اسحٰق نے کہا: عاصم بن عمر قتادۃ الانصاری نے محمود بن لبید سے اور انہوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی' انہوں نے کہا: مجھ سے سلمان الفارسی نے بیان کیا اور میں نے خود ان کے منہ سے سنا: میں اصفہان کی ایک بستی جبی کا رہنے والا تھا۔ میرے والد بستی کے ایک کسان تھے۔ اور میں انہیں تمام مخلوق خدا سے زیادہ پیارا تھا۔ اور یہ محبت اس حد پر جا پہنچی کہ وہ مجھے گھر میں اس طرح مقید رکھتے جس طرح ایک لڑکی کو بند رکھا جاتا ہے۔ اور میں نے مجوسیت میں کوشش کی۔ یہاں تک کہ آتش کدے کے ان خادموں میں ہو گیا جو آگ کو ہمیشہ روشن رکھتے اور گھڑی بھر کے لئے بھی بجھنے نہیں دیتے تھے۔ میرے والد کے پاس بڑی زمین تھی اور وہ ایک روز اپنا ایک مکان بنانے لگ گئے تو مجھ سے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! آج میں اپنے اس مکان کے بنانے کے سبب سے زمین کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا' تم وہاں جاؤ اور اسے دیکھ آؤ اور انہوں نے کچھ ایسی باتوں کا بھی مجھے حکم دیا' جنہیں پورا کرنے کے وہ خواہاں تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا: تم وہاں رہ نہ جانا کیونکہ اگر مجھے چھوڑ کر تم وہاں رک گئے تو مجھے زمین سے بھی زیادہ تمہاری فکر ہو جائے گی۔ اور تمام کام چھوٹ جائیں گے۔ جب میں زمین کو جانے لگا تو میرا گزر نصاری کے کلیساؤں میں سے ایک کلیسا سے ہوا۔ میں نے اس میں نماز پڑھنے کی آوازیں سنیں۔ ان لوگوں کے حالات سے بالکل ناواقف تھا۔ کیونکہ والد مجھے گھر ہی میں بند رکھتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام باب ۴۲)

مسیحیوں سے رغبت

جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کی نماز مجھے بہت پسند آئی اور ان کے طور طریقوں کی جانب مجھ میں رغبت پیدا ہو گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! اس دین سے جس میں ہم ہیں' یہ بہتر ہے۔ پھر تو خدا کی قسم میں ان کے ساتھ ہی رہا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور والد کی زمین تک نہ جا سکا۔ میں نے ان سے پوچھا: اس دین میں ملنے کے لئے مجھے کہاں جانا ہو گا؟ انہوں نے کہا: شام کو۔ پھر میں والد کی طرف لوٹ آیا اور

وہ میری تلاش میں لوگوں کو ادھر ادھر بھیج چکے تھے۔ میں نے ان سے تمام کام چھڑا دیئے۔ میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: بیٹا کہاں تھے؟ کیا میں نے تم سے پہلے ہی سب کچھ نہیں کہا تھا؟ میں نے کہا۔ ابا جان! کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا تو کلیسا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان کے دین کی جو باتیں دیکھیں وہ مجھے بہت پسند آئیں۔ اللہ کی قسم سورج ڈوبنے تک انہیں کے پاس رہا۔ والد نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اس دین میں کوئی بہتری نہیں۔ تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے والد سے کہا: ایسا نہیں' اللہ کی قسم! بے شبہ وہ ہمارے دین سے بہتر ہے۔ پھر تو وہ مجھے دھمکانے لگے۔ میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور گھر میں مجھے قید کر دیا۔

سفر شام

میں نے نصاریٰ کی طرف کہلا بھیجا کہ جب تمہارے پاس شام سے کوئی قافلہ آئے' تو مجھے اس کی اطلاع دینا۔ اس کے بعد ان کے پاس شام سے نصرانی تاجروں کا ایک قافلہ آیا انہوں نے مجھے اس کی اطلاع دی۔ میں نے ان سے کہا: جب وہ اپنی ضرورتیں پوری کرلیں اور لوٹنا چاہیں تو مجھے مطلع کرنا۔ پھر ان لوگوں نے اپنے شہروں کی جانب لوٹنے کا ارادہ کیا تو مجھے اطلاع دی۔ میں نے اپنے پاؤں کی بیڑیاں نکال پھینکیں اور ان کے ساتھ نکل بھاگا۔ یہاں تک کہ شام پہنچا۔ جب میں وہاں گیا تو پوچھا کہ اس دین والوں میں علم کے لحاظ سے کون بہترین ہے؟ انہوں نے کہا: کلیسا کا اسقف۔

سلمانؓ اور اسقف

میں اس کے پاس گیا اور کہا: مجھے اس دین کی جانب رغبت ہے۔ چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں' خدمت کروں' تم سے کچھ سیکھ لوں اور تمہارے ساتھ نماز پڑھوں۔ اس نے کہا: اندر آؤ میں اس کے ساتھ اندر گیا۔ وہ شخص برا آدمی تھا۔ لوگوں کو صدقوں کا حکم دیتا اور انہیں اس کی رغبت دلاتا۔ جب وہ اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ جمع کرکے لاتے تو اسقف اسے اپنی ذات کے لئے جمع کر رکھتا۔ اور مسکینوں کو نہ دیتا۔ یہاں تک کہ اس نے سات گھڑے سونا چاندی جمع کر رکھا تھا۔ جب میں نے اسے ایسا کرتے دیکھا تو اس سے سخت نفرت کرنے لگا۔ پھر وہ مرگیا۔ اور نصاریٰ اس کے دفن کرنے کے لئے جمع ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو برا آدمی تھا۔ تمہیں صدقے کا حکم دیتا اور اس کی رغبت دلاتا تھا اور جب تم اس کے پاس صدقہ لاتے تو اسے اپنے خزانے میں رکھ لیتا اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے کہنے لگے: تجھے

اس کی کیا خبر؟ میں نے جواب دیا: تمہیں اس کا خزانہ بتاتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اچھا بتاؤ۔ میں نے انہیں اس خزانے کی جگہ بتا دی۔ انہوں نے سات گھڑے سونے چاندی سے بھرے ہوئے نکالے۔ کہا: اللہ کی قسم' ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اسے سولی چڑھا دیا۔ اور اس پر پتھروں کی بارش کی۔ ایک اور شخص کو لائے اور اسے متوفی کی جگہ مقرر کر دیا (راوی نے کہا) سلمانؓ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جو پانچوں وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو' (کسی غیر مسلم کو) نہیں دیکھا' جسے میں نے اس سے زیادہ دنیا اور روکش اور اس سے زیادہ آخرت کی طرف راغب اور اس سے زیادہ رات دن کے اوقات کا پابند سمجھا ہو۔ میں اس سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ اس سے پہلے اس کی سی محبت میں نے کسی سے نہیں کی۔ میں اس کے پاس ایک زمانے تک رہا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں نے سے کہا: اے فلاں' میں تیرے ساتھ رہا اور تجھ سے ایسی محبت کی کہ کسی اور سے نہیں کی۔ اور اب تیرے لئے اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آ پہنچا ہے' جسے تو دیکھ رہا ہے۔ بتا مجھے کس کے پاس رہنے کی وصیت کرتا ہے اور کون سی بات کا حکم دیتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم۔ میں آج کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس دین پر ہو' جس پر میں تھا۔ لوگ تو چل بسے اور اب جو رہ گئے ہیں انہوں نے اسے بدل دیا اور جن امور کے وہ پابند تھے ان میں سے اکثر کو چھوڑ دیا۔ بجز ایک شخص کے جو موصل میں رہتا تھا اور وہ فلاں ہے۔ وہ دین کی اسی حالت پر ہے جس پر میں تھا۔ پس تم اس کے پاس جاؤ۔

سلمان موصل میں

پھر جب وہ مر گیا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو میں موصل والے کے پاس پہنچا۔ اور اس سے کہا: اے فلاں! فلاں شخص نے مرتے وقت مجھے وصیت کی۔ کہ میں تیرے پاس آؤں اور اس نے مجھے بتایا کہ تو بھی اس کا ہم خیال ہے۔ اس نے کہا: میرے پاس رہو۔ میں اس کے پاس رہ گیا۔ تو میں نے اسے سابقہ رفیق کا بہترین ہم خیال پایا۔ وہ بھی کچھ زیادہ مدت زندہ نہ رہا اور مر گیا۔ جب اس کی موت قرب پہنچی' تو میں نے اس سے کہا: اے فلاں! فلاں نے مجھے تیرے پاس آنے اور رہنے کی وصیت کی تھی۔ اور اب تیرے پاس اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آ پہنچا ہے جسے تو دیکھ رہا ہے' مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے۔ اور کس بات کا حکم دیتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم' میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس دین پر ہو جس پر ہم تھے۔ بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں ہے اور وہ فلاں ہے۔ اس سے جا کر ملو۔

نصیبین میں قیام

پھر جب وہ مرگیا اور نظروں سے غائب ہو گیا تو میں نصیبین والے کے پاس پہنچا۔ اپنے حالات اس سے بیان کیے۔ اور اس کے دوست نے جو مجھے حکم دیا تھا' اس کی بھی اطلاع دی۔ اس نے کہا: میرے پاس رہو۔ چنانچہ میں اس کے پاس رہا۔ میں نے اسے بھی دونوں ساتھیوں کا ہم خیال پایا۔ پس بہترین شخص کے ساتھ رہنے لگا۔ اللہ کی قسم! کچھ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اسے بھی موت آگئی۔ جب موت قریب ہوئی تو میں نے کہا: اے فلاں! فلاں شخص نے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی تھی پھر فلاں نے تیرے پاس آنے کی وصیت کی۔ اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے اور کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ کوئی ایسا شخص باقی رہا ہو جو ہمارا ہم خیال ہو اور میں تجھے اس کے پاس جانے کا حکم دوں۔ بجز ایک شخص کے جو روم کی سرزمین عموریہ میں رہتا ہے۔ وہ اسی دین پر ہے جس پر ہم تھے۔ پس اگر تم چاہو تو اس کے پاس جاؤ۔ بے شک وہ ہمارا ہم خیال ہے۔

سفر عموریہ

پھر جب وہ مرگیا اور نظروں سے چھپا دیا گیا تو میں عموریہ والے کے پاس پہنچا' اپنے واقعات کی اطلاع دی۔ تو اس نے کہا: میرے پاس رہ جا۔ میں اس کے پاس رہ گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی ہدایت پر بہترین شخص اور ان کا ہم خیال تھا۔ پھر میں کمانے لگا۔ یہاں تک کہ میرے پاس بہت سی گائیں اور بکریاں ہو گئیں۔ پھر اس پر بھی حکم خداوندی آیا۔ جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا: اے فلاں! میں فلاں کے ساتھ تھا' اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی۔ پھر فلاں نے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی۔ پھر فلاں کے فلاں کے پاس۔ پھر فلاں نے ترے پاس جانے کی۔ اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے اور کس بات کا حکم دیتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم: میں نہیں جانتا کہ لوگوں سے آج کسی نے اس دین پر صبح کی ہو' جس پر ہم تھے۔ اور میں تجھے اس کے پاس جانے کا حکم دوں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے اور وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر مبعوث ہونے کو ہے۔ اس کا ظہور سرزمین عرب میں ہو گا اور اس کی ہجرت گاہ دو کالے پتھروں والی زمین کے درمیان ہو گی۔ ان دونوں زمینوں کے درمیان کھجور کے پیڑ ہوں گے۔ اس (نبی) میں ایسی علامتیں ہوں گی جو چھپ نہ سکیں گی۔ وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اگر ان شہروں میں پہنچنے کی تجھ میں طاقت ہو تو وہاں جا۔ پھر وہ شخص بھی مر گیا۔ اور دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی مدت چاہا میں عموریہ میں رہا۔

وادی القریٰ اور مدینہ منورہ

پھر میرے پاس سے بنی کلب کے چند تاجر گزرے۔ میں نے ان سے کہا: مجھے سرزمین عرب کی طرف سوار کرا کے لے چلو۔ اس کے بدلے میں تمہیں یہ گائیں اور بکریاں دے دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اچھا۔ میں نے انہیں وہ سب چیزیں دے دیں اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا۔ یہاں تک کہ وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ پس میں اسی کے پاس رہتا تھا۔ میں نے نخلستان بھی دیکھا تو مجھے امید ہو گئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو' جس کا بیان میرے دوست نے مجھ سے کیا تھا۔ لیکن اس بستی نے میرے دل میں کچھ اثر نہ کیا۔ یہی حالت تھی جب اس یہودی کا چچیرا بھائی' جو بنی قریظہ میں کا تھا' مدینہ سے اس کے پاس آیا۔ اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لایا۔ پس اللہ کی قسم! جیسے ہی میں نے مدینہ کو دیکھا' اپنے دوست کے بیان کئے ہوئے صفات سے فوراً پہچان لیا اور وہیں رہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ مدت تک مکہ میں رہے۔ میں نے اپنی غلامی کے دھندوں کے سبب آپ کا کوئی ذکر نہیں سنا۔ اگرچہ میں وہیں مدینہ میں تھا۔ پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ کی قسم! میں اپنے مالک کے خرما کے درخت پر کچھ کام کر رہا تھا۔ اور مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک اس کا چچیرا بھائی آ کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور بولا: اے فلاں! بنی قیلہ کو اللہ برباد کرے۔ اللہ کی قسم! وہ اس وقت قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں۔ جو ان کے پاس آج ہی مکہ سے آیا ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔

نسب قیلہ

ابن ہشام نے کہا: قیلہ' کاہل بن عذرۃ (بن سعد بن زید بن لیث ابن اسود بن اسلم بن الحاف بن قضاعۃ) کی بیٹی اور اوس و خزرج کی ماں تھی۔ النعمان بن بشیر الانصاریؓ نے اوس و خزرج کی مدح میں کہا ہے:

بھالیل من اولاد قیلتہ لم یجد ۔۔۔ علیھم خلیط فی مخالطۃ عتبا

وہ لوگ صفات حسنہ کے جامع سردار ہیں۔ قیلہ کی اولاد میں سے۔ ان کا شریک کار ان کے ساتھ شرکت میں کوئی ناراضی نہیں پاتا۔

مامیح ابطال یراحون للندی ۔۔۔ یرون علیھم فعل اباء ھم نحبا

کشادہ دل جوانمرد ہیں۔ سخاوت سے انہیں راحت ہوتی ہے۔ اپنے بزرگوں کی خوبیوں کو اپنے لئے بھی لازم

سمجھتے ہیں۔
یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادۃ الانصاری نے' انہوں نے محمود بن لبید سے' انہوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت بیان کی کہ سلمانؓ نے کہا: پھر جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر کپکپی طاری ہونے لگی۔
میں نے خیال کیا کہ اب اپنے مالک پر گر پڑوں گا۔ پھر میں کھجور کے درخت سے نیچے اترا اور مالک کے چچیرے بھائی سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ میرا مالک غصے ہوا۔ زور سے ایک مکا مارا اور کہا: تجھے کیا کام' اسی لیے تو میں تیری نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ میں نے صرف اس بات کی تصدیق کرنی چاہی کہ وہ کیا کہتا ہے۔

رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضری

پھر سلمانؓ نے کہا: میرے پاس کچھ سرمایہ تھا۔ جب شام ہوئی تو وہ لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ قبا میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پاس اندر گیا اور عرض کی: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک شخص ہیں اور آپ کے ساتھ غریب ساتھی بھی ہیں جو حاجتمند ہیں۔ میرے پاس صدقے کی یہ ذرا سی چیز موجود تھی۔ میں نے آپ لوگوں کو بہ نسبت دوسروں کے اس کا زیادہ مستحق سمجھا اور وہ چیز آپ کے پاس لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کلوا کھاؤ' اور آپ نے اپنا ہاتھ روک رکھا اور اسے نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ ایک علامت ہے۔ پھر میں آپ کے پاس سے چلا گیا اور کچھ سرمایہ جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبدیل مکان فرما کر مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ دوبارہ آپ کے پاس گیا اور عرض کی: میں نے دیکھا۔ آپ صدقہ تناول نہیں فرماتے۔ اس لئے یہ ہدیہ آپ کے شایان شان حاضر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور صحابہؓ کو حکم دیا تو آپ کے ساتھ انہوں نے بھی کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ دو علامتیں ہوئیں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ تو آپ بقیع الغرقد میں تھے۔ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کے جنازے کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ مجھ پر میری دو چادریں تھیں۔ آپ اپنے صحابیوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا اور چکر لگا کر آپ کی پشت مبارک کو دیکھنے لگا۔ کہ کیا میں اس خاتم کو جس کا وصف میرے دوست نے مجھ سے بیان کیا تھا' دیکھ سکتا ہوں؟ جب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ میں آپ کے گرد گھوم رہا ہوں تو آپ سمجھ گئے کہ میں کسی ایسی شے کی تحقیق

کر رہا ہوں جس کا وصف مجھ سے بیان کیا گیا۔ آپ نے پشت مبارک سے چادر نیچے گرا دی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی۔ اسے پہچان بھی لیا اور روتے ہوئے اسے بوسہ دینے کے لئے اس پر گرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحول ہٹو، میں ہٹ گیا۔ پھر آپ کے سامنے بیٹھا۔ اے ابن عباس میں نے آپ سے اپنے وقاعات اسی طرح بیان کئے جس طرح ابھی ابھی تم سے بیان کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا کہ یہ واقعات آپ کے اصحاب بھی سنیں۔ پھر سلمانؓ کو غلامی نے مصروف رکھا۔ یہاں تک کہ بدر و احد کی جنگیں بھی ان سے چھوٹ گئیں۔ سلمانؓ نے کہا: پھر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

غلامی سے آزادی

"کاتب یا سلیمان" اے سلمان! مکاتبت کر لو۔ یعنی اپنے مالک کو کچھ دے کر آزاد ہو جاؤ۔ میں نے اپنے مالک سے چالیس اوقیے سونے کے علاوہ کھجور کے تین سو درخت گڑھوں میں نصب کر کے سرسبز کر دینے کے معاوضے میں آزادی لکھوا لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا: اپنے بھائی کی امداد کرو۔ انہوں نے کھجور کے درختوں سے امداد کی، کسی شخص نے کھجور کے تیس پودوں سے، کسی نے بیس سے، کسی نے پندرہ سے، کسی نے دس سے، ہر شخص، جتنے اس کے پاس تھے، امداد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے کھجور کے تین سو پودے اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذھب یا سلمان ففقر لھا فاذا فرغت فائتنی اکن انا اضعھا بیدی

سلمان جاؤ اور ان کے لئے گڑھے کھودو، جب گڑھے کھودنے سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آؤ کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں نصب کروں۔

پھر میں نے گڑھے کھودے اور میرے ساتھیوں نے بھی میری امداد کی۔ یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوا تو آپ کے پاس حاضر ہو کر اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ اس مقام کی طرف تشریف لے چلے۔ ہم کھجور کے پودے آپ کے پاس لاتے اور آپ دست مبارک سے نصب فرماتے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم فارغ ہو گئے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے، ان میں سے ایک بھی پودا نہیں سوکھا۔ میں نے کھجور کے درخت تو اس کے حوالے کر دیئے، اب صرف مجھ پر مال باقی رہ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

ما فعل الفارسی المکاتب فارسی مکاتب نے کیا کیا (اس نے اپنی مکاتبت کا معاوضہ ادا کر دیا، یا نہیں۔)

کر رہا ہوں جس کا وصف مجھ سے بیان کیا گیا۔ آپ نے پشت مبارک سے چادر نیچے گرا دی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی۔ اسے پہچان بھی لیا اور روتے ہوئے اسے بوسہ دینے کے لئے اس پر گرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحول ہٹو' میں ہٹ گیا۔ پھر آپ کے سامنے بیٹھا۔ اے ابن عباس میں نے آپ سے اپنے واقعات اسی طرح بیان کئے جس طرح ابھی ابھی تم سے بیان کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا کہ یہ واقعات آپ کے اصحاب بھی سنیں۔ پھر سلمانؓ کو غلامی نے مصروف رکھا۔ یہاں تک کہ بدر و احد کی جنگیں بھی ان سے چھوٹ گئیں۔ سلمانؓ نے کہا: پھر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

غلامی سے آزادی

"کاتب یا سلیمان" اے سلمان! مکاتبت کر لو۔ یعنی اپنے مالک کو کچھ دے کر آزاد ہو جاؤ۔ میں نے اپنے مالک سے چالیس اوقیہ سونے کے علاوہ کھجور کے تین سو درخت گڑھوں میں نصب کر کے سرسبز کر دینے کے معاوضے میں آزادی لکھوا لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا: اپنے بھائی کی امداد کرو۔ انہوں نے کھجور کے درختوں سے امداد کی' کسی شخص نے کھجور کے تیس پودوں سے' کسی نے بیس سے' کسی نے پندرہ سے' کسی نے دس سے' ہر شخص' جتنے اس کے پاس تھے' امداد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے کھجور کے تین سو پودے اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذهب یا سلمان ففقر لها فلذا فرغت فائتنی اکن انا اضعها بیدی

سلمان جاؤ اور ان کے لئے گڑھے کھودو' جب گڑھے کھودنے سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آؤ کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں نصب کروں۔

پھر میں نے گڑھے کھودے اور میرے ساتھیوں نے بھی میری امداد کی۔ یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوا تو آپ کے پاس حاضر ہو کر اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ اس مقام کی طرف تشریف لے چلے۔ ہم کھجور کے پودے آپ کے پاس لاتے اور آپ دست مبارک سے نصب فرماتے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم فارغ ہو گئے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے' ان میں سے ایک بھی پودا نہیں سوکھا۔ میں نے کھجور کے درخت تو اس کے حوالے کر دیئے' اب صرف مجھ پر مال باقی رہ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا پیش کیا گیا' تو آپ نے فرمایا:

ما فعل الفارسی المکاتب فارسی مکاتب نے کیا کیا (اس نے اپنی مکاتبت کا معاوضہ ادا کر دیا' یا نہیں۔)

پھر مجھے آپ کے پاس بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا:
خذ هذہ فاد هما مما علیک یا سلمٰن اے سلمان! یہ لو اور جو قرض تم پر ہے' اس کے عوض میں یہ دے دو۔
میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! جو رقم مجھ پر واجب ہے' اس کے لحاظ سے یہ کس شمار میں ہو گا' رقم تو بہت زیادہ ہے اور اس سے تو کچھ نسبت ہی نہیں۔ فرمایا:
خذها فان اللہ سیؤدی بها عنک یہ لے تو لو' اللہ اسی کے ذریعے سے تمہاری طرف سے ادا کر دے گا۔
میں نے اس لے کر تول دیا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمانؓ کی جان ہے' وہ پورا چالیس او قیے تھا۔ پس میں نے ان کا حق پورا پورا ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جنگ خندق میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد آپ کی ہمرکابی میں کوئی جنگ مجھ سے نہ چھوٹی۔
ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے یزید ابن حبیب نے' انہوں نے عبدالقیس کے ایک شخص سے اور اس نے سلمان سے روایت کی کہ جب میں نے کہا: یا رسول اللہ! جو رقم واجب الادا ہے اس کے لحاظ سے یہ کس شمار میں ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے لے لیا اور اپنی زبان پر اسے الٹا پلٹا۔ پھر فرمایا:
خذها فاو فهم منها یہ لو اور اس سے ان کا پورا حق ادا کر دو۔
میں نے اسے لیا اور اس سے ان کا پورا حق ادا کر دیا جو چالیس او قیے تھا۔

عمرؒ بن عبدالعزیز کی روایت

مجھ سے (ابن اسحٰق سے) عاص بن عمر قتادۃ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا' مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز بن مروان سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے سلمانؓ فارسی سے روایت پہنچی کہ انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے حالات سنائے تو یہ کہا کہ عموریہ والے شخص نے ان سے کہا: تم سرزمین شام کے فلاں مقام پر جاؤ۔ وہاں دو جھاڑیوں کے درمیان ایک شخص ہے۔ ہر سال اس جھاڑی سے نکلتا ہے اور گزرتا ہوا اس جھاڑی کی طرف چلا جاتا ہے۔ بیماریوں والے اس کے راستے میں آ جاتے ہیں اور وہ جس کے لئے دعا کرتا ہے شفا پاتا ہے۔ جس دین کی تمہیں تلاش ہے اس سے پوچھو' وہ تمہیں اس کے متعلق اطلاع دے گا۔ سلمانؓ نے کہا: پس میں نکلا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ آیا جس جگہ کا مجھے پتہ دیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے بیماروں کو لے کر وہاں جمع ہو گئے ہیں' یہاں تک کہ وہ اس رات ایک جھاڑی سے نکل کر گزرتے ہوئے دوسری جھاڑی کی طرف چلا۔ لوگ اپنے بیماروں کو لے اس پر چھا گئے۔ وہ جس کے لئے دعا کرتا' شفاپاتا۔ لوگوں

نے اس کے پاس پہنچنے میں مجھ سے سبقت کی اور میں اس تک نہ پہنچ سکا۔ حتیٰ کہ وہ اس جھاڑی میں چلا گیا۔ جس میں وہ جانا چاہتا تھا۔ صرف اس کا مونڈھا باہر تھا۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا یہ کون ہے اور میری جانب متوجہ ہوا۔ میں نے کہا: اللہ آپ پر رحمت کرے! مجھے طریقہ حنیفیہ دین ابراہیمی سے آگاہ کیجئے۔ اس نے کہا: تم ایسی بات پوچھتے ہو جسے آج کوئی نہیں پوچھتا۔ حرم والوں میں سے ایک نبی اس دین پر مبعوث ہو گا جس کا زمانہ تم سے قریب ہو گیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس پر چلائے گا۔ پھر وہ شخص اندر چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر سلمان سے فرمایا:

لئن کنت صدقتنی یا سلمان لقد لقیت عیسی ابن مریم

اے سلمان! اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو تم نے عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کی۔ (سیرت ابن ہشام باب ۳۶)

عثمان بن مظعون کا قبول اسلام

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اپنے مکان کے آگے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے تو عثمان بن مظعون آپؐ کے پاس سے گزرے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کترائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹھتے نہیں، عرض کی، ہاں (بیٹھتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے روبرو بیٹھے پھر جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھائی۔ اور تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے پھر اپنی طرف نظر ڈالنے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اسے زمین پر داہنی جانب ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہم نشین عثمانؓ سے سرک کر اسی مقام پر بیٹھ گئے۔ جہاں نظر ڈالی تھی۔ اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے گویا آپ وہ بات سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔ ابن مظعون بھی دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی اور وہ بات سمجھ لی جو آپ سے کہی جا رہی تھی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی جیسا کہ پہلی بار کیا تھا، آپ کی نظر اس کے پیچھے تھی یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔

پھر آپ اپنی پہلی نشست پر عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عثمانؓ نے کہا۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں جن اوقات میں آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اور آپ کے پاس آیا کرتا تھا ان میں میں نے آپ کو آج صبح کی طرح کرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا:

تم نے مجھے کیا کرتے دیکھا؟
انہوں نے کہا:
آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے اسے اپنی داہنی طرف ڈالا' اس کے پاس سرک گئے۔ مجھے چھوڑ دیا اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے' گویا آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں' جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔
فرمایا: کیا تم اسے سمجھ گئے۔
عثمان نے کہا: جی ہاں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ابھی تم بیٹھے تھے تو میرے پاس اللہ کا قاصد آیا' عثمانؓ نے پوچھا: اللہ کا قاصد؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ عثمانؓ نے کہا پھر اس نے آپؐ سے کیا کہا؟
آپ نے فرمایا:
ان اللہ یا مر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھی عن الفحشاء و المنکر و البغی یعظکم لعلکم تذکرون اللہ عدل و احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے' بدکاری' بے حیائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے' تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ اللہ کو یاد کرو۔
عثمانؓ نے کہا: بس یہی بات تھی کہ میرے دل میں ایمان نے جگہ کر لی اور مجھے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت پیدا ہو گئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۴۱ سطر ۶)

مشرکین سے لڑائی

اس زمانہ میں اصحاب رسولؐ اللہ اپنی قوم سے چھپ کر پہاڑ کی گھاٹیوں اور کھنڈوں میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سعد بن وقاصؓ چند اور صحابہ کے ساتھ مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز کے لئے گئے ہوئے تھے کہ اس حالت میں مشرک نمودار ہوئے۔ انہوں نے صحابہ سے جھگڑا کیا اور ان کی نماز کو برا سمجھا۔ جب زبانی باتوں سے وہ باز نہ آئے تو مشرکوں نے صحابہ سے لڑائی چھیڑ دی اور جنگ ہونے لگی۔ سعد بن ابی وقاص نے اس دن ایک مشرک کو اونٹ کے کوڑے سے ایسی ضرب لگائی کہ اس سے لہولہان ہو گیا۔ اسلام میں سب سے پہلی مرتبہ یہ خون بہایا گیا۔ (طبری جلد ۱ ص ۸۷ سطر آخر)

اعلان حق

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے ایک دن کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو آواز دی' وہ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم کو اس کی اطلاع کر دوں کہ صبح و شام دشمن تم پر غارت گری کرنے والا ہے' کیا تم مجھے سچا نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا بے شک ہم تم کو سچا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو **فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید** (میں تم کو سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) اس پر ابو لہب نے کہا تو ہلاک ہو گیا' اسی لئے تو نے ہمیں بلایا اور جمع کیا تھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورہ **تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَّ تَبَّ** نازل فرمائی۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت **وَ اَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الاَقرَبِین** نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ آبادی سے نکل کر کوہ صفا پر چڑھے اور وہاں سے اپنی قوم کو پکارا کہ میرے پاس آؤ۔ لوگوں نے باہم پوچھا کہ کون پکار رہا ہے' کہا گیا محمدؐ آپ نے پھر نام لے کر کہ' اے فلاں کی اولاد' اے عبدالمطلب کی اولاد' اے عبد مناف کی اولاد میرے پاس آؤ جب سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے آپؐ نے فرمایا! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں زبردست رسالہ حملہ کے لئے برآمد ہونے والا ہے تو مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے کہا آج تک ہم اس بات سے واقف نہیں ہو سکے کہ تم نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔ اب آپؐ نے فرمایا: **فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید** ابو لہب نے کہا تو ہلاک ہو۔ اسی لئے تو نے ہمیں بلایا ہے۔ یہ کہہ کر وہ جانے کے لئے جلسہ سے اٹھ گیا اور تب یہ سورۃ نازل ہوئی **تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَّ تَبَّ** (تاریخ طبری جلدا ص۸۸ سطر۴)

بنو عبدالمطلب کو دعوت اسلام

علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ جب یہ آیت **و انذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی آپؐ نے مجھے بلایا اور کہا علیؓ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی کنبے والوں کو ہدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ برآ ہونے میں مجبور پاتا ہوں۔ کیونکہ جب میں ان کو اپنی دعوت دوں گا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے۔ اس خوف سے میں اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ محمد اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تمہارا رب تم کو عذاب دے گا اسلئے تم آدھ سیر تین پاؤں کھانا تیار کرو اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ سے بھر کر ایک کٹورا لا دو۔ اس کے بعد تمام عبدالمطلب کو میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں ان سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو ان تک پہنچا دوں۔ میں نے رسولؐ اللہ کی فرمائش پوری کر دی' اور پھر تمام بنو عبدالمطلب کو جو اس زمانے میں کم و بیش چالس مرد تھے' آپؐ کے پاس بلا لایا۔ ان میں آپؐ کے چچا ابو طالب' حمزہ اور ابو لہب بھی تھے۔ سب کے جمع ہو جانے

کے بعد رسولؐ اللہ نے مجھے اس کھانے کو لانے کا جو میں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا حکم دیا۔ میں نے اسے لا کر رکھا۔ رسولؐ اللہ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اسے اپنے دانتوں سے چیرا اور پھر اسے خوان کے کناروں پر رکھ دیا اور سب سے کہا بسم اللہ کرکے کھانا شروع کیجئے۔ تمام جماعت نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا' مجھے صرف ان کے ہاتھ چلتے دکھائی دیتے تھے اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے' کہ جتنا کھانا میں نے ان کے لئے تیار کا تھا ان میں سے ہر شخص اس تمام کو کھا جاتا۔ کھانے کے بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا ان سب کو دودھ پلاؤ۔ میں نے وہ کٹورا لا کر ان کو دیا۔ اسے پی کر وہ سب سیر ہو گئے۔ حالانکہ بخدا وہ صرف اتنا تھا کہ ان میں ہر شخص اسے پی جاتا۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ نے چاہا کہ ان سے گفتگو کریں مگر آپؐ کے بولنے سے پہلے ابو لہب نے کہا "عرصہ سے یہ تم پر جادو کرتا رہا ہے۔" یہ سن کر تمام جماعت اٹھ کھڑی ہوئی رسولؐ اللہ نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ مجھ سے کہا علیؑ تم نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور سب لوگ چلے گئے۔ کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرو اور ان سب کو میرے پاس لاؤ۔

بنو عبدالمطلب کو مکرر دعوت اسلام

حسب الحکم دوسرے دن پھر میں نے اسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کرکے سب کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ جب وہ آ گئے آپؐ نے کل کی طرح مجھے کھانا لانے کا حکم دیا۔ میں کھانا لایا آپ نے آج بھی وہی کیا جو کل کیا تھا اس کی برکت سے سب نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے کہا کہ ان کو دودھ پلاؤ' میں اس کٹورے کو لے آیا اسی سے وہ سب سیر ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو' اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا بوجھ بٹانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے' میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین ہو۔ اس دعوت میں سب کے سب ساکت و صامت رہے کسی نے حامی نہیں لی۔ البتہ میں نے کہا حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا سب سے چھوٹی آنکھیں تھیں' پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں اے اللہ کے نبی میں تمہارا وزیر بنتا ہوں۔ رسولؐ اللہ نے میری گردن تھام کر کہا یہ میرا بھائی ہے میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات کو سنو اور جو کہے اسے بجا لاؤ۔ اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی اور انہوں نے ابو طالب سے کہا تم کو حکم ہوا کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے علیؑ سے پوچھا امیر المومنین آپ اپنے چچا زاد بھائی کے اپنے چچا کی موجودگی میں کیونکر وارث ہوئے؟ انہوں نے کہا سنو تین مرتبہ اس پر تمام حاضرین گوشہ بر آوزا ہوئے کہ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلعم نے تمام بنو عبدالمطلب کو پلاؤ اور چھاچھ کی دعوت دی۔ آپؐ نے ان کے لئے صرف ایک مد کھانا پکوایا تھا تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی وہ کھانا جوں کا توں باقی بچ گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب اللہ نے مجھے خاص طور پر تمہاری طرف اور عام طور پر تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا ہے اس معاملہ کے متعلق جو کچھ ہے وہ تمہارا مشاہدہ ہے کون اس کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے کہ وہ مرا بھائی' دوست اور میرا وارث بنے۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہوا' میں آپؐ کے پاس گیا حالانکہ میں سب سے کم عمر تھا۔ مجھ سے آپؐ نے کہا بیٹھو' اس بات کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا مگر ہر بار کھڑے ہو کر آپ کی طرف بڑھتا تھا۔ تیسری مرتبہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ اس طرح میں اپنے چچاد زاد بھائی کا وارث ہوا اور میرے چچا نہ ہوئے۔

علانیہ تبلیغ

حسن ابن الحسن سے مروی ہے کہ جب یہ آیت وَ اَنذِرْ عَشِیرَتَکَ الاَقْرَبِین رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی آپؐ نے ابطح میں کھڑے ہو کر کہا: "اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبد مناف' اے بنی قصی!" پھر آپ نے قریش کے تمام قبائل اور خاندانوں کو فردا" فردا" نام لے کر مخاطب کرکے کہا میں تم کو اللہ کی جانب بلاتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

عبدالرحمن بن القاسم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ رسولؐ اللہ کو حکم دیا گیا کہ جو پیام اللہ کی طرف سے ان کو ملا ہے اس کا وہ اعلان کریں' لوگوں کو اپنی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف دعوت دیں۔ نبی ہونے کے بعد تین سال تک آپ خفیہ طور پر اپنی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد آپؐ کو علانیہ طور پر تبلیغ کا حکم ہوا۔

ابو طالب اور وفد کفار

اسی راوی سے دوسرے سلسلہ سے مروی ہے چنانچہ رسولؐ اللہ نے اللہ کے حکم سے اپنی تعلیم کا اعلان کیا اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی' صرف اس پر ان کی قوم والے نہ آپ سے بیگانہ ہوئے اور نہ انہوں نے آپ کی کسی قسم کی تردید کی' مگر جب آپؐ نے ان کے خداؤں کا ذکر کرکے ان کی برائی کی وہ سب آپؐ سے

متنفر ہو گئے اور مخالفت اور عداوت کے لئے آمادہ ہوئے' البتہ ان میں سے جو اسلام لا چکے تھے ان کی تعداد بہت کم تھی اور انہوں نے اپنے کو چھپا رکھا تھا وہ اس ارادے سے علیحدہ تھے اس خطرہ کو محسوس کرکے آپ کے چچا ابو طالب آپؐ کے سپر بن گئے اور دشمن کے نرغے سے بچانے کے لئے آپ کے آگے کھڑے ہو گئے' مگر آپؐ ان کی شورش سے قطعی متاثر نہ ہوئے بلکہ برابر اسی طرح اللہ کے حکم کا اعلان کرتے رہے۔ جب قریش نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ باوجود ان کی مخالفت اور ترک تعلق کے ان کے معبودوں کو برا کہنا نہیں چھوڑتے اور ابو طالب ان کے سپر اور محافظ ہیں وہ ان کو قریش کے حوالے نہیں کرتے' قریش کے عمائد عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابو البختری بن ہشام' اسود بن عبدالمطلب' ولید بن المغیرہ' ابو جہل بن ہشام' عاص بن وائل' اور حجاج کے بیٹے نبلیہ اور نبیہ یا جو ان میں سے خود چل کر جا سکے ابو طالب کے پاس آئے اور کہا تمہارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دیں ہمارے مذہب کی مذمت کی' ہم کو احمق بتایا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ قرار دیا۔ تم اس کو ان باتوں سے روک دو یا اس کی حمایت نہ کرو' ہمیں نپٹ لینے دو' کیونکہ عقائد میں تم بھی ہماری اسی طرح اس کے مخالف ہو لہٰذا ہم تم کو بھی اس طرف سے مطمئن کر دیں گے ابو طالب نے نرم لہجے میں ان سے گفتگو کی اور بہت خوش اسلوبی سے ان کو رد کر دیا' وہ پلٹ گئے اور آپ بدستور اللہ کے حکم کی تبلیغ اور اس کی دعوت دیتے رہے۔

کفار مکہ کا دوسرا وفد

رفتہ رفتہ رسولؐ اللہ اور قریش کے تعلقات بہت خراب ہو گئے' انہوں نے آپؐ سے قطعی علیحدگی اختیار کی اور آپ کے دشمن ہو گئے وہ اکثر آپؐ کا ذکر دشمنی اور برائی سے کرنے لگے۔ آپؐ کی مخالفت کے لئے انہوں نے آپس میں معاہدے کئے اور ایک دوسرے کو برانگیختہ کیا۔ اس کے بعد وہ پھر دوسری مرتبہ ابو طالب کے پاس گئے اور کہا اے ابو طالب! باعتبار اپنے سن اور شرافت کے ہمارے قلوب میں تمہاری خاص وقعت و منزلت ہے۔ ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے کو ہماری مذمت اور منقصت سے روک دو مگر تم نے ایسا نہیں کیا اور ہم بخدا اس بات کو کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے آبا کو گالیاں دے' ہم کو بے وقوف بتائے اور ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا رہے یا تو تم اسے ان باتوں سے روک لو ورنہ اس معاملہ میں ہم اس کا اور تمہارا دونوں کا مقابلہ کریں گے اب ہم میں سے جو چاہے تباہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ ایک طرف ابو طالب کو اپنی قوم کی علیحدگی اور عداوت بہت گراں ہوئی مگر دوسری طرف ان کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ وہ رسولؐ اللہ ان کے حوالے کر دیں یا ان کی حمایت چھوڑ دیں۔

سدی سے مروی کہ قریش کے کچھ لوگ جمع ہوئے' ان میں ابو جہل بن ہشام' عاص بن وائل' اسود بن

عبدالمطلب، اسد بن عبد یغوث اور دوسرے مشائخ قریش تھے۔ ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ ہمیں ابو طالب کے پاس لے چلو تاکہ ہم اس سے گفتگو کریں اور کچھ اپنا تصفیہ کریں تاکہ وہ اپنے بھتیجے کو ہدایت کرے کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں دینا چھوڑے اور ہم اسے اور اس کے خدا کو جس کی وہ پرستش کرتا ہے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ شیخ مرجائے پھر ہم سے اس کے بھتیجے کو ضرر پہنچے، اس وقت عرب ہم پر طعن کریں گے کہ چچا کی زندگی میں تو انہوں نے اسے کچھ نہیں کہا اس کے مرتے ہی اس کے بھتیجے کو دبوچ لیا۔

حضرت محمدؐ اور ابو طالب

انہوں نے ایک شخص مطلب کو ابو طالب کے پاس بھیجا، اس نے ان سے ملاقات کی اجازت چاہی اور کہا کہ تمہاری قوم کے عمائد و اکابر تم سے ملنے آئے ہیں۔ ابو طالب نے ان کو آنے کی اجازت دی وہ اس کے پاس آئے اور کہا کہ آپ بڑے بزرگ اور سردار ہیں، آپ اپنے بھتیجے کے مقابلہ میں ہمارا انصاف کیجئے، آپ اسے منع کر دیں کہ وہ ہمارے خداؤں کو گالیاں نہ دیں ہم اس کے خدا سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ ابو طالب نے رسولؐ اللہ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے یہ تمہاری قوم کے بزرگ اور عمائد ہیں، یہ تم سے تصفیہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے دیوتاؤں کو گالیاں دینا چھوڑ دو، وہ تم سے اور تمہارے خدا سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا چچا جان کیا میں ان کو ایسی بات کی دعوت نہیں دے رہا ہوں جو ان کی بت پرستی سے بہتر ہے۔ ابو طالب نے پوچھا وہ کیا دعوت ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک بات کے قائل ہو جائیں تو تمام عرب اور عجم ان کے زیر فرمان آ جائیں گے۔ ابو جہل نے کہا وہ کیا بات ہے بیان تو کرو تمہارے باپ کی قسم اس کے لئے تو ہم بالکل آمادہ ہیں بلکہ اس سے دس اور بھی ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہو **لا الہ الا اللہ** یہ سنتے ہی وہ سب بدک گئے اور کہنے لگے کہ اس کے علاوہ اور جو کچھ کہو وہ ہمیں منظور ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم آفتاب کو میرے ہاتھ پر لا کر رکھو تب بھی میں اس کے سوا اور کسی بات کا تم سے مطالبہ نہیں کروں گا۔ یہ سن کر وہ سب بہت برہم ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اب سے ہم تجھے اور تیرے اس خدا کو جس نے تجھے اس کا حکم دیا ہے ضرور گالیاں دیں گے۔ (طبری جلد ا ص ۸۹ سطر ۱۲)

حضرت محمدؐ کا کفار مکہ سے مطالبہ

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو طالب بیمار ہوئے قریش کی ایک جماعت جس میں ابوجہل بھی تھا ان کے پاس گئی اور کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے اور ایسا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے تم اسے بلا کر منع کر دو۔ ابو طالب نے رسولؐ اللہ کو بلا بھیجا' آپؐ ان کے ہاں تشریف لائے اندر آئے قریش کے اکابر اور ابو طالب کے درمیان ایک جگہ باقی تھی' ابوجہل کو اندیشہ ہوا کہ اگر یہ وہاں ابو طالب کے برابر بیٹھ گیا تو وہ اس کی طرف مائل اور اس پر مہربان ہو جائے گا' وہ لپک کر خود اس جگہ جا بیٹھا' اس طرح رسولؐ اللہ کو اپنے چچا کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہ ملی' وہ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے دیکھو یہ تمہاری قوم والے شکایت کرتے ہیں تم ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے ہو اور ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہو۔ اس پر قریش نے بھی دل کھول کر باتیں کہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا چچا جان میں چاہتا ہوں کہ یہ صرف ایک بات مان لیں تمام عرب ان کے مطیع ہو جائیں گے اور عجم جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ سب گھبرائے کہ ایسی کیا بات ہو گی جس سے ہم کو یہ بات حاصل ہو۔ انہوں نے کہا تم ایک بات منوانا چاہتے ہو ہم دس کے لئے آمادہ ہیں مگر وہ بات تو بیان کرو کیا ہے۔ ابو طالب نے بھی کہا اے میرے بھتیجے کہو وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا **لا الہ الا اللہ** یہ سنتے ہی سب گھبرائے ہوئے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہتے جاتے تھے **اجعل الا لھتہ الھا واحد ان ھذا الشئی عجائب** (اس نے تو بہت سے معبودوں کو ایک کر دیا یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے) اللہ کے قول **لما ہنو قوا عذاب** تک قرآن نازل ہوا۔ (طبری جلد ا ص ۹۲ سطر آخر)

اس حدیث کے الفاظ سلسلہ کے ایک راوی ابو کریب کے آئے ہیں۔

ابن اسحٰق کی روایت

جب قریش نے ابو طالب سے رسولؐ اللہ کی شکایت کی' اس نے آپؐ کو بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے یہ تمہاری قوم والے میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے تمہاری یہ شکایت کی ہے تم مجھ پر اور اپنے پر رحم کرو اور مجھے ایسی دشواری میں نہ ڈالو جس سے میں عہدہ بر آ نہ ہو سکوں۔ اس بات سے رسولؐ اللہ کو گمان ہوا کہ ضرور ان کے دل میں میری طرف سے کوئی بات بیٹھ گئی ہے اور یہ اب میری حمایت سے دست کش ہونے والے اور مجھے دشمنوں کے سپرد کرنے والے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب میری مدد کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں اور میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ آپؐ نے فرمایا چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں ماہتاب کو میرے بائیں ہاتھ میں بھی اس لئے رکھ دیں کہ میں اپنی دعوت سے باز آ جاؤں تو یہ کبھی نہ ہو گا' اب چاہے اللہ مجھے کامیاب کرے یا میں اس سعی میں ہلاک ہو جاؤں۔ رسولؐ اللہ آبدیدہ

ہوئے اور رونے لگے اور اٹھ کر جانے لگے۔ ابو طالب نے ان کو آواز دی کہ میرے بھتیجے میرے پاس آؤ۔ آپؐ پلٹ آئے ابو طالب نے کہا جاؤ جو تمہارا جی چاہے کہو' بخدا میں کبھی کسی وجہ سے تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ (ایمان ابو طالب پر مکمل بحث میری کتاب سیرت النبی میں ملاحظہ فرمائیں۔)

حضرت محمدؐ کی حوالگی کا مطالبہ

جب قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ ابو طالب نہ رسولؐ اللہ کی حمایت سے باز آئیں گے اور نہ وہ ان کو حوالے کریں گے اور وہ اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اس معاملے میں ان سے قطعی ترک تعلق کر لیں اور دشمنی پر آمادہ رہیں۔ وہ عمارہ بن الولید بن المغیرہ کو لے کر ان کے پاس آئے اور کہا ابو طالب یہ عمارہ بن الولید ہے یہ قریش کا سب سے زیادہ تنومند وجیہہ اور خوبصورت جوان ہے اس کو تم لو اس کی عقل اور طاقت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس کو اپنا بیٹا بنا لو ہم یہ تم کو دیتے ہیں اور تم اپنے بھتیجے کو جس نے تمہارے اور تمہارے آباء کے مذہب کی مخالفت کی ہے اور تمہارے قومی شیرازے کو منتشر کر دیا ہے اور ان کو احمق ٹھہرایا ہے ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر دیں' ایک آدمی کے بدلے میں آدمی موجود ہے۔

ابو طالب کا انکار

ابو طالب نے کہا بخدا یہ برا سودا ہے جو تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنے بیٹے کو مجھے دیتے ہو اور کہمیں اسے تمہاری خاطر لئے پھروں اور اپنے بیٹے کو تمہارے سپرد کر دوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ یہ ہرگز نہ ہو گا مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا۔ اے ابو طالب تمہاری قوم نے تمہارے مقابلے میں انصاف کیا ہے اور اس بات کی کوشش ہے کہ تم کو اس حالت سے جسے تم برا سمجھتے ہو اس طرح نکال لیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کی کسی بات کو نہیں ماننا چاہتے۔ ابو طالب نے اس سے کہا انہوں نے ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے بلکہ تم میرا ساتھ چھوڑنے کا تصفیہ کر چکے ہو اور ان سب کو میرے اوپر چڑھا لائے ہو' اب جو جی چاہے کرو۔ (طبری جلد ا ص ۹۴ سطر ۴)

کفار مکہ کا اسلام کے خلاف معاہدہ

اس پر معاملے نے جھگڑے کی شکل اختیار کی، لڑائی ٹھن گئی، گالی گفتار پر نوبت پہنچی، پھر قریش نے مسلمانوں کے خلاف جنہوں نے ان کے قبیل میں سے رسولؐ اللہ کا ساتھ دیا ہو اور اسلام لے آئے تھے آپس میں معاہدہ کیا کہ ہر قبیلہ اپنے آدمی کو قتل کر دے چنانچہ ایسا ہی عمل ہونے لگا۔ ہر قبیلہ نے اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو طرح طرح سے عذاب دینا اور ستانا شروع کیا تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں۔ اللہ نے رسولؐ اللہ کی حفاظت ان کے چچا ابو طالب کے ذریعے کر دی۔ جب ابو طالب نے دیکھا کہ قریش یہ حرکتیں کر رہے ہیں انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کرکے ان میں تقریر کی، ان کو رسولؐ اللہ کی مدافعت اور رفاقت کی دعوت دی۔ چنانچہ اس دعوت کو قبول کرکے ابولہب کے علاوہ وہ سب کے سب رسولؐ اللہ کی مدافعت اور رفاقت کے لئے ان کے پاس آگئے جب ابوطالب نے دیکھا کہ ان کی قوم بدل و جان رسولؐ اللہ کی مدافعت اور رفاقت کے لئے آمادہ ہے اور وہ ان کے لئے سپر بنی ہوئی ہے وہ اس سے بہت خوش ہوئے، انہوں نے ان کی تعریف کی اور ان کی رائے کو رسول اللہ کی موافقت میں زیادہ راسخ کرنے کے لئے ان پر رسول اللہ کی فضیلت میں زیادہ راسخ کرنے کے لئے ان پر رسول صلعم کی فوقیت جتائی۔

عروہ نے اس سلسلہ میں عبدالملک بن مروان کو لکھا تھا۔ (طبری جلد ا ص ۹۴ سطر ۳)

مسلمانوں پر سختیاں

جب رسولؐ اللہ نے اپنی قوم کو اس ہدایت اور نور کی طرف جسے دے کر اللہ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا دعوت دی تو ابداء میں وہ آپؐ سے کنارہ کش نہیں ہوئے بلکہ قریب تھا کہ آپؐ کی بات مان لیتے مگر جب آپؐ نے ان کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا اور قریش کی ایک جماعت جو صاحب املاک تھی طائف سے مکہ آئی تب انہوں نے آپؐ کی بات کا برا سمجھا یا آپؐ کے سخت مخالف ہو گئے اور انہوں نے اپنے فرماں بردار کو آپؐ کے خلاف برانگیختہ کیا۔ اس طرح اکثر آدمی آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہوئے البتہ صرف تھوڑے سے وہ لوگ آپؐ کے ساتھ رہ گئے جن کو اللہ نے اسلام پر قائم رکھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرا، پھر قریش کے روٴساء نے مشورہ کرکے اس بات کا تہیہ کر لیا کہ ان کے بیٹے، بھائی یا قبیلہ والوں میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں ان کو کسی نہ کسی طرح اسلام سے برگشتہ کیا جائے۔

علانیہ تبلیغ کا حکم

نبی ہونے کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ جو حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ ظاہر کریں اور اس حکم سے پہلے تک آنحضرتؐ چھپ کر دعوت حق دیا کرتے تھے اور صرف قابل اعتماد آدمیوں کو تبلیغ کیا کرتے تھے اور جب نماز کا ارادہ فرماتے تو صحابہ کسی گھاٹی میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے' ایک دفعہ سعد بن ابی وقاص اور عمار اور ابن مسعود اور حباب اور سعد بن زید ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے اور مشرکین کی ایک جماعت نے دیکھ لیا اور اس جماعت میں ابو سفیان بن حرب اور اخنس بن شریق اور دوسرے لوگ موجود تھے ان لوگوں نے ان کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہا یہاں تک کہ لڑنے لگے اور حضرت سعد نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی کھینچ کر مشرک کے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور ایک قول کے موافق یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی راہ میں کیا گیا۔

عبداللہ بن عباس نے روایت کی ہے کہ جس وقت آیت **وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** (اے نبی اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرایئے) نازل ہوئی تو آنحضرتؐ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں پکارا **یا صباحاہ**! پس سب اکٹھا ہو گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا اے بنی فلاں' اے بنی فلاں' اے بنی عبدالمطلب' اے بنی عبدمناف دوڑو' بس یہ سب آپ کے قریب جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے سب سے پوچھا کہ میں کیا سمجھوں اگر تم کو اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک فوج تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے متفقہ جواب دیا کہ ہاں یقیناً تصدیق کریں گے کیونکہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا ہے تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سامنے جو سخت عذاب آنے والا ہے میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ ابو لہب نے کہا **تبالک** (تیری ہلاکت ہو) کیا تو نے ہم کو اسی لئے جمع کیا ہے اور پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت سورہ تبت یدا ابی لہب (ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں) نازل ہوئی اور جعفر بن عبداللہ بن الحکم نے کہا ہے جب آیت **وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** نازل ہوئی تو آنحضرتؐ کے دل پر سخت اثر ہوا اور غم پیدا ہو گیا۔ آپ بیمار کی طرح گھر کے اندر رہنے لگے۔ آپ کی چچیاں اور پھوپیاں مزاج پرسی کے لئے آئیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ ان عورتوں نے کہا ان سب کو سوائے ابو لہب کے بلایئے کیونکہ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔ پس آنحضرتؐ نے ابو لہب کے علاوہ سب کو بلایا اور وہ سب آئے ان میں بنی عبدالمطلب بن عبدمناف بھی تھے۔ یہ سب پینتالیس اشخاص تھے۔ ابو لہب خود بخود آ گیا اور کہنے لگا یہ سب آپ کے چچا اور چچا زاد بھائی ہیں ان سے باتیں کیجئے مگر بے دینی کی بات کو چھوڑ دیجئے اور خوب سمجھ لیجئے کہ آپ کے قبیلہ کو پورے عرب سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور سب سے زیادہ آپ کی مدد کا حق جو لوگ رکھتے ہیں اور جنہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور آپ کو تھامے ہوئے ہیں وہ صرف آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔ اب اگر آپ اپنی روش پر قائم رہے تو عربوں کے لئے بہت آسان کام ہو گا کہ تمام قریشی قبائل آپ

کے اوپر حملہ آور ہو جائیں اور پھر پورا عرب ان کی مدد کو آ جائے اس لئے کہ آپ ایک شخص کو بھی ایسا نہیں دیکھیں گے جو اپنے خاندان کے لئے وہ شر پسند کرے جس کو آپ ان پر لائے ہیں۔ ابو لہب کی یہ گفتگو سن کر آنحضرتؐ خاموش رہے اور اس مجلس میں کچھ نہیں کہا۔ مگر پھر ان کو دوبارہ بلایا اور فرمایا۔ "سب تعریف اللہ کے لئے ہے میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے' اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔" پھر آنحضرت نے فرمایا کہ "کسی قوم کا رہبر اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بول سکتا' اور اللہ وہی ہے جو یکتا معبود ہے اور جس کا ثانی نہیں۔ میں اسی کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو تمہاری طرف خاص طور پر اور بنی نوع انسان کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہے۔ واللہ ایک دن تم ایسے ہی مر جاؤ گے جیسے (زندہ آدمی) سو جاتا ہے اور ایک دن پھر مرنے کے بعد زندہ ہو جائے گا جیسے (نیند سے) سونے والے بیدار ہو جاتے ہیں اور جو کچھ تم نے زندگی میں کیا ہے اس کا تم سب سے حساب لیا جائے گا اور اس کے بعد یا جنت ہے یا ہمیشہ کی آگ۔" ابو طالب نے اس خطبے کے بعد کہا' کس قدر پیاری اور محبوب ہے ہمارے لئے آپ کی مدد اور کس قدر مقبولیت رکھتی ہے ہمارے لئے آپ کی نصیحت اور آپ کی بات کی تصدیق کا ہمارے لئے کتنا مستحکم وعظ ہے۔ یہ آپ کے خاندان والے حاضر ہیں اور میں بھی ان میں سے ایک ہوں' مگر میں آپ کی مرضی کے مطابق چلنے میں سب سے زیادہ تیز ہوں۔ پس آپ اپنی راہ پر جیسا حکم ملا ہے۔ چلتے رہیے۔ قسم بخدا میں ہمیشہ آپ کو اپنی امان میں رکھوں گا اور ہر طرح سے مدافعت کرتا رہوں گا۔

علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں جب آیت **وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** نازل ہوئی تو مجھے آنحضرتؐ نے بلایا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ میں اس سے سخت فکر مند ہوا اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ جب میں اس کام میں سبقت کروں گا تو ان لوگوں کی طرف سے وہ چیزیں دیکھوں گا جو ناگوار ہوں گی اور اسی وجہ سے میں نے خاموشی اختیار کی' یہاں تک کہ پھر جبریل آئے اور کہا اے محمدؐ آپ وہ حکم بجا نہیں لائیں گے جس کا حکم دیا گیا ہے تو آپؐ کا پروردگار آپ پر عذاب کرے گا۔ پس اے علی ہمارے لئے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر کی روٹی اور بکری کی ران کا سالن اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھر کر لاؤ اور بنی عبدالمطلب کو جمع کرو تاکہ میں ان سے گفتگو کروں اور ان کو وہ پیام پہنچا دوں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے' پس میں نے رسولؐ اللہ کے احکام کی تعمیل کی۔ ان سب کو بلایا یہ چالیس آدمی تھے یا ایک کم یا ایک زیادہ اور ان میں آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب' حمزہ اور عباس اور ابو لہب بھی تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو مجھے بلایا کہ وہ کھانا لاؤ جس کو تم نے ان سب کے لئے تیار کیا ہے۔ جب میں نے کھانا لا کر رکھ دیا تو آنحضرتؐ نے ایک تکہ بوٹی کا جو لانبا سا تھا اٹھایا اور تناول فرمایا اور پھر رکابی میں ایک کونے پر رکھ

دیا' پھر آپ نے فرمایا شروع کیجئے بسم اللہ' پھر سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ جس جگہ انہوں نے ہاتھ ڈال کر کھایا تھا وہ جگہ میری نگاہ میں بھی اور قسم ہے اس خدا کے جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے کہ ان میں سے ایک آدمی تنہا وہ سب کھانا کھا سکتا تھا جس کو سب نے کھایا۔ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان سب کو دودھ پلاؤ چنانچہ میں دودھ کا بڑا بادیہ لایا اور سب نے پیا اور سیر ہو گئے۔ اور قسم خدا کی وہ دودھ صرف اتنا تھا کہ ایک آدمی وہ سب دودھ پی سکتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم سے گفتگو کرنا چاہی تو ابولہب جھٹ سے بول اٹھا شاید تمہارے صاحب (رسول اللہ) نے اس کھانے سے تم پر جادو کر دیا ہے' بس سب لوگ اٹھ گئے اور آنحضرتؐ ان سے گفتگو نہ کر سکے۔ جب دوسرا دن ہوا تو آنحضرتؐ نے علی سے کہا کل کے دن یہ شخص میری گفتگو سے قبل بول اٹھا تھا' جیسا کہ تم نے سنا اور لوگ میری گفتگو سے پہلے چل دیئے پس کل کی طرح آج بھی کھانے کا انتظام کرو اور پھر سب کو میرے پاس جمع کرو۔ پس میں نے پہلے دن کی طرح سب کچھ کیا اور لوگوں نے کھانا کھایا اور میں نے بادیہ بھر کر دودھ پلایا' انہوں نے پی لیا اور کھانے سے بھی شکم سیر ہو گئے اور دودھ سے بھی' آنحضرتؐ نے ان سے خطاب کیا اور کہا اے بنی عبدالمطلب واللہ میں نہیں جانتا کہ کوئی نوجوان عرب قوم میں ایسا آیا ہو کہ اپنے خاندان کے لئے دنیا اور آخرت کی کوئی نعمت ان سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف بلاؤں۔ اب تم میں کون اس مہم میں میری تائید کرے گا کہ وہ تم میں میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ بنے مگر خاندان کے سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اور میں سب میں کمسن تھا اور میری آنکھوں میں سفید کیچڑ تھا اور میرا پیٹ بڑا تھا اور میں پتلی پنڈلیوں کا تھا۔ میں نے کہا یا نبی اللہ میں آپ کا اس مہم میں مددگار رہوں گا۔ تو آنحضرتؐ نے میری گردن پکڑی اور فرمایا یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم سب اس کی بات سنو اور اطاعت کرو' پھر لوگ کھڑے ہو گئے اور ٹھٹول کرنے لگے اور ابو طالب سے کہا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے لڑکے کی بات سنو اور اطاعت کرو اور رسول اللہ کو حکم دیا گیا ہے کہ جو حکم ان کے پاس خدا کی طرف سے آئے اس کا اظہار اور اعلان کریں اور سبقت کریں لوگوں کو خدا کا حکم سنائیں اور لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں۔

حوالہ جات دعوت ذو العشیرہ

البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۳۹ سطر ۷۔ الوفا جلد ۱ ص ۱۵۸ سطر ۵۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۲۱ سطر ۸۔ تاریخ ابو الفداء جلد ۲ ص ۱۲ سطر ۱۳۔ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ۱۸۷ سطر ۱۔ الاربعین رازی ص ۴۵۴ سطر ۷۔ المشرع الروی ص ۴۳ سطر ۳۔ سیرت دحلانیہ جلد ۱ ص ۲۰۱ سطر ۷۔ ذخائر العقبیٰ ص ۵۸ سطر ۳۔ نزل الابرار ص ۱۰ سطر ۶۔

تاریخ دمشق جلد۱ ص۱۸۳ سطر۸۔ الخلافت و الامامت ص۴۳۳ سطر۶۔ دلائل النبوت ابو نعیم ص۱۵۱ سطر آخر۔ فرائد السمطین جلد۱ ص۸۵ سطر۱۱۔ شرح حدیدی جلد۳ ص۲۵۴ سطر آخر۔ کنز العمال جلد۶ ص۳۹۲ حدیث۶۰۰۸۔ مجمع الزوائد جلد۸ ص۳۰۲ سطر۶۔ ینابیع المودۃ ص۸۶ سطر۸۔ سیرت النبی شبلی نعمانی جلد۱ ص۲۱۳ سطر۶۔ الشرف المؤبد ص۵۷ سطر آخر۔ سیرت حلبیہ جلد۱ ص۲۷۲ سطر آخر۔ حیات محمد ص۱۴۲ سطر۵۔ اتحاف سادۃ المتقین ص۲۴۴ سطر۸۔ مجموعہ سیرت العرب جلد۲ ص۱۱۳ سطر۱۔ امامت و سیاست ص۹۸ سطر۱۔ مخزن اسلام ص۲۷۳ سطر۱۲۔ خلافت کا عروج و زوال ص۲۳ سطر۱۲۔ سیدہ کا لال ص۴۴ سطر۷۔ چن عربوں چڑھیا ص۱۰۷ سطر۱۲۔ حضور دی حیاتی ص۱۸ سطر۔ حفظ المناقب ص۱۶ سطر۸۔ المحاضرات جلد۲ ص۶۲ سطر۲۔ معارج النبوت جلد۲ ص۹۶ سطر۱۵۔ طبقات ابن سعد جلد۱ ص۵۵ سطر آخر۔ تاریخ العرب۔ ھٹ جلد۱ ص۱۵۵ سطر۱۰۔ المعارف دینوری ص۲۴ سطر۱۳۔ عقد الفرید جلد۲ ص۱۷۲ سطر۲۔ ظہور الاسلام ص۴۹ سطر۱۳۔ دلائل النبوت بیہقی ص۱۳۰ سطر۱۔ دراستہ فی السیرت ص۳۷ سطر۳۔ ثورۃ الاسلام ص۲۲۴ سطر۱۹۔ جواہر البحار جلد۴ ص۲۹۸ سطر۱۵۔ سیرت ابن کثیر جلد۱ ص۴۸۱۔ مطلع النور ص۱۵۳ سطر۱۵۔ عبقریت محمد ص۱۶ سطر۱۵۔ حیات محمد و رسالتہ ص۵۳ سطر۵۔ جواہر السیرت النبویہ ص۵ سطر۱۔ الرسالتہ الکاملیہ ص۱۲۵ سطر۳۔ محمد رسول اللہ عبدالحیم ص۴۷ سطر۱۲۔ عظمت الرسول ص۲۹ سطر۳۔ عین الیقین ص۱ سطر۳۔ سیرت خاتم الانبیاء ص۵ سطر۶۔ صور من حیات الرسول ص۳۴ سطر۴۔ تاریخ دول الاسلام جلد۱ ص۱۹ سطر۳۔ تاریخ المتمدن الاسلامی جلد۱ ص۴۳ سطر۱۲۔ تاریخ امیر حیدر جلد۱ ص۷ سطر۷۔ قیام الدولتہ العربیہ الاسلامیہ ص۵۹ سطر۳۔ قوافل العروبہ ص۳۶ سطر۱۰۔ تاریخ ابن وردی جلد۱ ص۱۵۵ سطر۱۔ اثبات الوصیۃ ص۱۰۴ سطر۱۰۔ کتاب الاکتفا جلد۱ ص۵۷ سطر۶۔ مجموعہ سیرت النبی جلد۱ ص۴۲۷ سطر۳۔ اسواق العرب ص۷۵ سطر۳۔ کتاب نسب قریش ص۲۰ سطر۲۰۔ العبقریات الاسلامیہ ص۹۳ سطر آخر۔ التاریخ الصغیر بخاری ص۸ سطر۱۷۔ تلقیح فھوم اھل الاثر ص۵ سطر۱۔ بلوغ الارب ص۱۷۱ سطر۹۔ شجر الاولیاء ص۹ سطر۸۔ البدء و التاریخ جلد۴ ص۱۳۰ سطر۵۔ شمائل الرسول نبہانی ص۱۸ سطر۱۳۔ مشارق الانوار ص۱۷ سطر۱۵۔ کتاب المصنف عبدالرزاق ص۳۱۷ سطر۶ جلد۵۔ روح اسلام ص۸۰ سطر۴۔ مسالک الحنفاء ص۴۱ سطر آخر۔ تحفتہ الاذکیا ص۱۲۵ سطر۴۔ السراج المنیر ص۴۱ سطر۶۔ بغیتہ الرائد ص۹۴ سطر۲۔ نقوش رسول نمبر جلد۲ ص۳۲۷۰ سطر۱۱۔ انسائیکلو پیڈیا۔ پاپولر جلد۱ ص۲۵۷۔ تفسیر معالم التنزیل جلد۵ ص۱۰۵۔ حبیب السیر جلد۱ ص۱۶۰ جلد۳۔ المستدرک جلد۳ ص۱۳۳۔ نسیم الریاض ص۳۷ سطر۳۔ روضتہ الصفا جلد۲ ص۲۷۔ تفسیر در منثور جلد۵ ص۹۷۔ ہیروز اینڈ ہیروشپ ص۴۱۔ جان ڈیوس یورٹ ص۳۷۔ تاریخ اوکل ص۱۵۔ انسائیکلوپیڈیا چیمبرس ص۱۶۲۔ عیون الاثر ص۹۴۔ صواعق محرقہ ص۱۵۷۔ سیرت ابن ہشام جلد۴ ص۲۷۸ سطر۱۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد۷ ص۱۹۱۔ الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۶۸۔ بلوغ الامانی جلد۳۰ ص۲۲۴۔ خصائص نسائی ص۱۸۔ منتخب کنز العمال جلد۵

ص ۴۲۔ مسند حنبل جلد ا ص ۱۵۹۔ جمع الجوامع جلد ۶ ص ۴۰۸۔ ارجح المطالب ص ۳۷۔

آئینہ حق ص ۳۸ سطر ۲۰۔ حضرت محمد اور اسلام ص ۵۷ سطر آخر۔ محسن انسانیت جلد ا ص ۱۷۶ سطر ۶۔ سچی سرکار ص ۴۲ سطر ۲۔ سیرت سید البشر ص ۲۳ سطر آخر۔ تاریخ اسلام نشتر جلد ا ص ۴۴ سطر ۱۶۔ تاریخ اسلام ندوی ص ۱۷ سطر ۱۲۔ الابطال کار لائل ص ۴۵ سطر آخر۔ شہنشاہ دو جہاں ص ۳۹ سطر ۶۔ عرب کا چاند ص ۱۹۴ سطر ۱۴۔ خاتم النبیین مرزا بشیر ص ۱۶۸ جلد ا سطر آخر۔ خاتون جنت ص ۵۷ سطر ۶۔ محمد عربی سبحانی ص ۱۴۹ سطر آخر۔ پیکار مسلسل ص ۶۷ سطر ۲۰۔ حیات رسول ص ۳۲۳ سطر ۲۔ حیات سرور کائنات ص ۷۷ سطر ۱۔ رسول عربی ص ۵۸ سطر ۸۔ خاندان نبوت ص ۱۷ سطر ۱۱۔ حیات حسن ص ۶۱ سطر ۱۳۔ اصحاب رسول اور ان کے کارنامے ص ۲۴۷ سطر ۹۔ چہار یار ص ۱۳۰ سطر ۲۔ سیر الصحابہ جلد ا ص ۲۶۸ سطر ۱۵۔ حیات الصحابہ جلد ا ص ۱۰۱ سطر ۱۲۔ تاریخ مسلمانان عالم ص ۱۶۱ سطر ۳۔ تاریخ اشاعت اسلام ص ۵۷ سطر ۲۔ شہسوار اسلام ص ۵ سطر ۴۴۔ خلفاء راشدین ص ۱۹۹ سطر ۱۶۔ قصص القرآن جلد ۲ ص ۵۰ سطر ۱۔ تاریخ اسلام فصیح ص ۹۹۷ سطر ۱۳۔ تاریخ ملت جلد ۲ ص ۱۱۱ سطر ۱۱۔ تاریخ ملت دیوبندی ص ۳۲۳ سطر ۶۔ عروج الاسلام جلد ا ص ۱۳ سطر ۱۰۔ طلوع اسلام جلد ۴ ص ۱۰ سطر ۲۔ تاریخ تمدن اسلام جلد ا ص ۴۰ سطر ۸۔ داستان اسلام جلد ۲ ص ۱۷۰ سطر ۱۰۔ تاریخ اسلام ازھری ص ۱۴۵ سطر ۱۳۔ رہنمائے اسلام ص ۲۴ سطر آخر۔ تاریخ عرب ص ۵۸ سطر ۵۔ چار ستارے ص ۱۳۳ سطر ۱۰۔ داستان اسلام جلد ا ص ۴۱ سطر آخر۔ حکایات خلفائے راشدین ص ۱۳۸ سطر ۱۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۹۲ سطر ۲۔ خلفاء اربعہ فیروز سنز ص ۱۶۲ سطر ۱۴۔ رسول اللہ کے جانشین ص ۹۹ سطر آخر۔ تاریخ اسلام عبدالرسول ص ۲۲ سطر ۱۔ سیر الاسلام ص ۸ سطر ۴۔ اسلامی تاریخ و تمدن ص ۳۵۸ سطر ۲۔ تاریخ اسلام رشید اختر جلد ا ص ۲۶۷ سطر ۷۔ اسلام کیسے شروع ہوا ص ۵۳ سطر ۸۔ تاریخ اسلام قریشی ص ۲۳ سطر ۲۔ خطباب قاسمی جلد ۲ ص ۱۸۷ سطر ۱۰۔ وسیلۃ النجات ص ۶۳ سطر آخر۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۰۹۰ کالم ۲ سطر آخر۔ انسائیکلو پیڈیا پنجاب یونیورسٹی ص ۴۸ سطر آخر کالم ا جلد ۲/ ۱۴۔

علانیہ تبلیغ اسلام

شروع شروع میں جب وحی نازل ہوئی تھی تو آنحضرتؐ تین سال تک چھپ کر تبلیغ کرتے تھے پھر اظہار کا حکم دیا گیا کہ علانیہ تبلیغ کریں چنانچہ آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور تبلیغ میں سبقت بھی اختیار کی اس حد تک لوگ آپ سے زیادہ دور نہیں ہوئے اور تردید بھی کچھ زیادہ نہیں تھی مگر اظہار میں جب ان کے معبودوں یعنی بتوں کا ذکر آیا اور ان کی مذمت کی تو سب لوگ مخالفت نبی پر متفق ہو گئے جو مسلمان ہو چکے تھے وہ علیحدہ رہے یہ بہت کم تھے اور چھپے ہوئے بھی تھے۔ (اور جب سب نے ہجوم کیا تو) ابو طالب

آنحضرتؐ پر جھک گئے اور آپ کی سپر بن گئے۔ اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرتؐ برابر اللہ کا حکم لوگوں کو پہنچاتے رہے اور کوئی چیز آنحضرتؐ کو ان کے کام سے روک نہ سکی۔ جب قریش نے دیکھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خوش نہیں کر سکتے تو بتوں کی مذمت جو قریش کو ناگوار ہے چھوڑ دیں اور ابو طالب نے آپ کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور آپ کو مخالفین کے سپرد نہیں کر رہے ہیں تو چند شرفا قریش ابو طالب کے پاس گئے۔ ان میں عقبہ اور شیبہ' ربیعہ کے دونوں بیٹے' ابو البختری بن ہشام' اسود بن المطلب' ولید بن مغیرہ' ابوجہل بن ہشام' عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ حجاج کے دونوں بیٹے شامل تھے اور ان کے علاوہ اور بھی ساتھ تھے ان سب نے مل کر کہا اے ابو طالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبود بتوں کو گالیاں دی ہیں اور ہمارے دین میں عیب نکالا ہے اور ہم کو کم عقل کہا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتایا ہے۔ اب یا تو آپ ان کو رک دیجئے یا ہم کو ان سے نمٹنے دیجئے کیونکہ آپ بھی ہماری طرح ان کے دین کے خلاف ہیں۔ ابو طالب نے ان کی تردید میں نرم اور عمدہ پہلو اختیار کیا' جس سے قریش واپس ہو گئے اور رسول اللہ اپنے کام (تبلیغ میں لگے رہے۔ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ وہ لوگ بالکل آپ سے دور ہو گئے اور ان کے کینہ سے بھر گئے اور ہر وقت آنحضرتؐ کے بارے میں تذکرے ہونے لگے۔ پھر سب نے مشورے کئے اور مشوروں کے بعد ایک دفعہ اور ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابو طالب آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ کو شرافت میں امتیاز حاصل ہے ہماری خواہش یہ تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روک دیں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اب ہم خدا کی قسم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے معبودوں (بتوں) اور ہمارے اجداد کو برا بھلا کہیں اور ہمیں کم عقل بتلائیں۔ بس اب یہی بات ہے یا تو آپ ان کو ہمارے بارے میں روک دیں یا ہم ان سے اور آپ دونوں سے جنگ کریں گے' یہاں تک کہ ایک فریق ہلاک ہو جائے۔ یا وہ ہو جو قریش کہہ چکے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ لوگ واپس ہو گئے اور ابو طالب کی طبیعت پر قوم سے علیحدگی اور پھر آنحضرتؐ سے ان کی دشمنی بار گراں بن گئی' مگر وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے سپرد کرنے یا تنہا چھوڑ دینے سے خوش نہیں تھے۔ پھر ابو طالب نے آپؐ کو بلوا کر جو کچھ قریش نے کہا تھا سنا دیا اور کہا اے بھتیجے! اپنے اوپر اور میرے اوپر ترس کھا اور اتنا بوجھ میرے اوپر نہ ڈال جس کے برداشت کی طاقت میرے اندر نہ ہو۔ ابو طالب کی اس گفتگو سے آنحضرتؐ کو خیال ہوا کہ اب ان کے چچا کی رائے یہ قائم ہو چکی ہے اور انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور میری مدد کے معاملہ میں کمزور ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے چچا! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں (اور مطالبہ کریں) کہ میں اپنا کام چھوڑ دوں تو ایسا نہیں ہو گا۔ یا خدا کا کام غالب ہو کر رہے گا یا میری ہلاکت ہو گی' مگر میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے اور چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر جب آپ واپس ہونے لگے تو ابو طالب نے

آپ کو پکارا اور آپ تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے بھتیجے جاؤ اور جو کہنا چاہتے ہو کہتے رہو' واللہ میں آپ کو کسی حالت میں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ جب قریش کو اطلاع ملی کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور (آنحضرتؐ کی خاطر) ان سے مخالفت پر جمے رہیں گے تو وہ عمارہ بن ولید کو ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا یہ عمارہ بن ولید نوجوان شریف قریش ہیں اور بہت باشعور اور بہت خوبصورت ہیں' ان کو پسند کر لیجئے کیونکہ ان کی عقل اور ان کی مدد آپ کے کام آئے گی۔ پس ان کو بیٹا بنا لیجئے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے اس لئے کہ انہوں نے ہم کو بے وقوف کہا اور آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے دین کی مخالفت کی' اور آپ کی قوم کی جماعت میں پھول ڈال دی پس ہم آدمی کے عوض آدمی دے رہے ہیں۔ ابو طالب نے کہا تم لوگ بری سودے بازی کر رہے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو جس کو کھلا پلا کر تمہارے لئے تیار کروں اور اپنا بیٹا تم کو قتل کرنے کے لئے دے دوں۔ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اس پر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا' واللہ آپ کی قوم نے آپ سے انصاف کیا ہے؟ مگر آپ اس کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں اس پر ابو طالب نے جواب دیا کہ انہوں نے انصاف نہیں کیا ہے بلکہ تو نے اے مطعم سب کو میرے چھوڑ دینے پر متفق کر دیا ہے کہ وہ مل کر میرے خلاف زبردستیوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ پس تو جو جی چاہے کر گزر۔

ان حالات سے مشکلاف میں شدت پیدا ہو گئی اور قوم پھوٹ کر علیحدہ ہو گئی۔ قریش نے ان صحابہ پر جو مختلف قبائل سے مسلمان ہو چکے تھے اور بے بس تھے سختی شروع کر دی۔ ہر قبیلہ اپنے قبیلے کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور قسم قسم کی ایذائیں دینے لگا اور ان کو دین سے پھیرنے کے لئے قسم قسم کی آزمائشوں میں مبتلا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ کو آپ کے چچا کے ذریعے ان مصائب سے محفوظ رکھا۔ ابو طالب بھی کھڑے ہو گئے اور بنی ہاشم کو آپ کی مدافعت کے لئے دعوت دی انہوں نے اس عوت کو قبول کر لیا اور سب ابو طالب کے گرد جمع ہو گئے مگر ابو لہب ان سے علیحدہ تھا۔ ابو طالب بنی ہاشم کے اجتماع کو دیکھ کر خوش ہوئے اور ان کی تعریف کی' اور آنحضرتؐ کے فضائل کا بھی ذکر کیا۔ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آگیا تو قریش ان کے پاس جمع ہوئے اور ان سے کہا' آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں۔ اپنے بھتیجے کے بارے میں ہمارا انصاف فرمایئے۔ آپ ان کو حکم دیجئے کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے رک جائیں۔ ہم ان کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں گے' ابو طالب نے آنحضرتؐ کو بلوا بھیجا اور جب آپ تشریف لائے تو آپ سے کہا یہ تمہاری قوم کے سردار ہیں یہ تم سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو اور یہ تم کو اور تمہارے خدا کو برا کہنا چھوڑ دیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا اے چچا! کیا میں ان کو اس بھلائی کی طرف نہ بلاؤں جو ان کے لئے ان کے معبودوں سے بہتر ہے' اگر وہ ایک کلمہ پڑھ لیں تو پورا عرب (اس کلمہ کی برکت سے) ان کی اطاعت

علانیہ تبلیغ کا آغاز

علانیہ تبلیغ کا حکم

ابن اسحاق نے کہا' اس کے بعد مرد اور عورتیں سب بے روک ٹوک اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا اور ہر طرف اسی کا چرچا ہونے لگا۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اسلام کی تعلیمات' جو آپ کے حوالے ہوئی ہیں' کھلم کھلا بیان کی جائیں' کسی کی مخالفت کی پروا کئے بغیر اسلامی احکام کا اظہار کیا جائے اور اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت' خفیہ تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کے آپ کو اعلان دین کا حکم دینے کی درمیانی مدت تین سال کی تھی۔ آپ نے بعثت کے بعد تین سال تک خفیہ تبلیغ فرمائی' پھر علانیہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُوْنَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۵: ۹۴)

(اے نبی) جو حکم تمہیں دیا جاتا ہے اسے علانیہ اور تفصیل سے بیان کرو اور مشرکین کی جانب سے توجہ پھیر لو۔

نیز فرمایا: **وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ☆ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆ وَ قُلْ اِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (۱۵: ۸۹)**

اور اپنے خاندان کے قریب کے لوگوں کو (اعمال سے) ڈراؤ اور ایمانداروں میں سے جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی ہے' ان کے لئے اپنا بازو نرم کر دو (ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ) اور کہہ کہ میں (تو برے نتیجوں سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

چھپ کر ادائے نماز

ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں کی حالت یہ تھی کہ جب نماز پڑھنی ہوتی تو گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے۔ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے' مشرکوں کی ایک جماعت ان کے پاس جا پہنچی۔ ان سے نفرت ظاہر کی اور ان کے فعل ادائے نماز پر عیب لگایا' یہاں تک کہ ان سے لڑنے لگے۔ سعد ابی وقاص نے اس روز ان کے ایک شخص کو

کرے گا اور یہ لوگ عجم (یعنی غیر عرب ملکوں) کی گردنوں کے مالک ہوں گے۔
اس پر ابو جہل نے کہا' وہ کیا ہے ہم کو بتاؤ تمہارے باپ کی قسم ہم تم کو اس کے برابر میں بلکہ اس سے دس گنا زیادہ دیں گے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ (اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔) اس کو سن کر وہ منتشر ہونے لگے اور کہنے لگے کہ اس کلمے کے سوا اور کچھ ہم سے مانگیئے' آپ نے جواب دیا اگر تم آفتاب لے آؤ اور میرے ہاتھ پر رکھ دو تو جب بھی میں اس کے سوا اور کسی چیز کو تم سے طلب نہیں کروں گا۔ اس سے وہ سب غصے میں بھر گئے اور غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ہم تم کو اور تمہارے معبود کو جو اس کلمہ کا حکم دیتا ہے گالیاں دیتے رہے ہیں آیت **وَ انطلق الملاءُ منھم ان المشوا وَ اصبرُ وا علیٰ اٰلِھتِکُم الی قولہ الا اختلاف** (ترجمہ توحید کا مضمون سن کر) قریشی رئیسوں کی ٹولی یہ کہتی اٹھی یہاں سے چلو اور اپنے بتوں پر قائم رہو۔ تا ختمہ آیتہ

علانیہ تبلیغ کا آغاز

علانیہ تبلیغ کا حکم

ابن اسحاق نے کہا' اس کے بعد مرد اور عورتیں سب بے روک ٹوک اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا اور ہر طرف اسی کا چرچا ہونے لگا۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اسلام کی تعلیمات' جو آپ کے حوالے ہوئی ہیں' کھلم کھلا بیان کی جائیں' کسی کی مخالفت کی پروا کئے بغیر اسلامی احکام کا اظہار کیا جائے اور اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت' خفیہ متبلیغ اور اللہ تعالیٰ کے آپ کو اعلان دین کا حکم دینے کی درمیانی مدت تین سال کی تھی۔ آپ نے بعثت کے بعد تین سال تک خفیہ تبلیغ فرمائی' پھر علانیہ پھر اللہ تعالی نے آپ سے فرمایا:

فَاصدَع بِمَا تُومَرُ وَ اَعرِض عَنِ المُشرِکِینَ (۱۵ : ۹۴)

(اے نبی) جو حکم تمہیں دیا جاتا ہے اسے علانیہ اور تفصیل سے بیان کرو اور مشرکین کی جانب سے توجہ پھیر لو۔

نیز فرمایا: **و انذر عشرتک الاقربین ☆ وَ اخفِض جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبعَکَ مِنَ المُومِنِین ☆ وَ قُل اِنّی اَنَا النَّذِیرُ المُبِین** (۱۵ : ۸۹)

اور اپنے خاندان کے قریب کے لوگوں کو (اعمال سے) ڈراؤ اور ایمانداروں میں سے جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی ہے' ان کے لئے اپنا بازو نرم کر دو (ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ) اور کہہ کہ میں (تو برے

نتیجوں سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

چھپ کر ادائے نماز

ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابیوں کی حالت یہ تھی کہ جب نماز پڑھنی ہوتی تو گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے۔ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے' مشرکوں کی ایک جماعت ان کے پاس جا پہنچی۔ ان سے نفرت ظاہر کی اور ان کے فعل ادائے نماز پر عیب لگایا' یہاں تک کہ ان سے لڑنے لگے۔ سعد ابی وقاص نے اس روز ان کے ایک شخص کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے مارا اور سر زخمی کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا۔

قریش کی مخالفت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسلام کا اظہار علانیہ فرمایا' قوم نے نہ تو آپ سے دوری اختیار کی' نہ آپ کا رد کیا البتہ ان کے بتوں کا ذکر آیا اور ان پر عیب لگائے تو انہوں نے اس معاملے کو اہمیت دی آپ سے اجنبیت برتنے لگے اور مخالفت و دشمنی میں یک دل ہو گئے' بجز ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔ ایسے لوگ تھوڑے اور چھپے ہوئے تھے۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ پر مہربانی کا اظہار کیا اور آپ کی حفاظت کی امداد کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق اس کے احکام کا اعلان کرتے۔ عزم کا یہ عالم تھا کہ کوئی چیز آپ کو اس کام سے روگرداں نہ کر سکتی تھی۔

ابو طالب کے پاس وفد

جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے معبودوں کی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور جو بات انہیں ناپسند تھی اس سے معذرت خواہ نہیں ہوتے اور یہ بھی دیکھا کہ ابو طالب آپ پر مہربان اور آپ کے لئے سینہ سپر ہیں' آپ کو ان کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں تو ان کے (قریش کے) بڑے بڑے سردار ابو طالب کے پاس گئے' جن میں مندرجہ ذیل کے نام مذکور ہیں: عتبہ اور شیبہ' یہ

دونوں ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔ ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد مناف (جس کا نام ابن ہشام کے بیان کے مطابق صخر تھا) ابو البختری جس کا نام العاص بن ہشام بن الحارث بن اسد تھا۔ الاسود بن المطلب بن اسد۔ ابو جہل (جس کا نام عمرو کنیت ابو الحکم تھی) ابن ہشام بن المغیرہ الولید بن المغیرہ نبیکہ و منبہ دونوں الحجاج بن حذیفہ کے بیٹے اور العاص بن وائل۔

ابن اسحاق نے کہا: ممکن ہے اور بھی لوگ ان کے ساتھ ہو گئے ہوں' انہوں نے کہا:

اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین میں عیب نکالے' ہم میں سے عقل مندوں کو بے وقوف بنایا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا لہٰذا اب یا تو اسے ان باتوں سے روک دیجئے یا ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دیجئے۔ ابو طالب نے نرمی کے ساتھ باتیں کرکے انہیں حسن تدبر سے واپس کر دیا اور وہ ان کے پاس سے لوٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی حالت پر قائم اور اللہ کے دین کی جانب دعوت دیتے رہے۔ اس کے بعد بعض معاملات کے باعث آپ کے اور کافروں کے درمیان تعلقات اور زیادہ کشیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے سے الگ الگ رہنے اور کینہ رکھنے لگے۔ قریش کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ رہتا' وہ ایک دوسرے کو آپ کے خلاف ابھارتے۔

دوسری مرتبہ شکایت

دوبارہ وہ سب مل کر ابو طالب کے پاس گئے اور کہا:

اے ابو طالب! آپ ہم میں عمر' نسب اور مرتبے کے لحاظ سے ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے رکھیں' لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا' واللہ ہم اس حالت میں صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور عقلمندوں کو بے وقوف بنایا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب نکالے جائیں۔ یا تو ہم اسے اپنے متعلق ایسی باتیں کرنے سے روک دیں گے یا اس سے مقابلے کی ٹھہرائیں گے۔ پھر آپ اس میں دخل نہ دینا' یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے ایک برباد ہو جائے (یا ان لوگوں نے جن الفاظ میں یہ مضمون ادا کیا ہو۔)

اس کے بعد وہ تو لوٹ گئے' لیکن ابو طالب پر اپنی قوم کی جدائی اور دشمنی بہت شاق گزری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کرنا اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا بھی گوارا نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جواب

ابن اسحاق نے کہا کہ یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا اور ان سے کسی نے کہا: قریش نے جب ابو طالب سے یہ بات کہی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بلا بھیجا اور آپ سے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! قوم میرے پاس آئی تھی اور مجھ سے اس طرح باتیں کیں' (وہ باتیں کیں جو قوم نے کہی تھیں) پس مجھ پر بھی رحم کر' خود اپنی جان پر بھی رحم کر اور مجھ پر ایسا بار نہ ڈال جسے برداشت نہ کر سکوں۔ راوی نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب مبارک میں خیال گزرا کہ چچا بھی امداد سے دست کش ہو جائیں گے اور آپ کو ان کے حوالے کر دیں گے' گویا ان سے بھی اعانت و حمایت کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ آپ نے فرمایا:

يَا عَمِّ وَ اللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلىٰ اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

چچا جان! واللہ اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور شرط یہ ہو کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں تو بھی میں اسے نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں مر جاؤں۔

روی نے کہا' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے' جب آپ وہاں سے واپس ہو گئے تو ابو طالب نے آپ کو پکارا اور کہا:

بھتیجے ادھر آؤ۔ راوی نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا جاؤ اور جو چاہو کرو' اللہ کی قسم کسی معاوضے پر بھی میں تمہیں ان کے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔ (حضرت ابو طالب کے مومن اکمل ہونے پر ایک مکمل جلد بعد میں آئے گی۔ انشاء اللہ)

عمارہ بن الولید کی پیشکش

ابن اسحاق نے کہا: جب قریش نے سمجھ لیا کہ ابو طالب نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں اور نہ آپ سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمادہ ہیں' بلکہ سب کی مخالفت پر ان کا عزم مصمم دیکھا تو عمارۃ الولید بن المغیرہ کو لے کر ان کے پاس گئے اور کہا: اے ابو طالب! یہ عمارۃ بن الولید بن المغیرہ ہے' جو قریش میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اسے لے لیجئے کہ اس کا نفع و نقصان آپ سے متعلق رہے گا۔ اسے اپنا بیٹا بنا لیجئے۔ یہ آپ ہی کا ہے اور آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں' جس نے آپ کے اور بزرگوں کے دین کی

مخالفت کی ہے آپ کی قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے" انہوں نے کہا واللہ! تم مجھ سے کتنا برا معاملہ کر رہے ہو' کیا تم مجھے اپنا لڑکا اس لئے دے رہے ہو کہ میں اسے تمہاری خاطر کھلاؤں پلاؤں اور تمہیں اپنا لڑکا دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو' واللہ یہ تو ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہو سکتی' راوی کہتا ہے کہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا: واللہ اے ابو طالب' تمہاری قوم نے تم سے انصاف کیا ہے اور جس بات کو تم ناپسند کرتے ہو' اس سے بچنے کی پوری کوشش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بھی بات ماننا نہیں چاہتے۔ ابو طالب نے مطعم سے کہا: واللہ! انہوں نے تو مجھ سے کوئی انصاف نہیں کیا' لیکن تو نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میرے خلاف اپنی قوم کی حمایت کرے اور میری طرف کی کوئی بات نہ کرے اچھا جو تیرے جی میں آئے کر۔

اشعار ابی طالب

راوی نے کہا: اس کے بعد معاملے نے بہت نازک صورت اختیار کر لی۔ مخالفت میں سرگرمی اختیار کر لی۔ لوگوں میں اختلافات بڑھ گئے۔ ایک دوسرے کے کھلے دشمن بن گئے۔ ابو طالب نے اس موقع پر مطعم بن عدی' نیز بنی عبد مناف میں سے دشمنی اختیار کرنے والوں پر تعریض کرتے ہوئے کہا:

الا قل لعمرو و الولید و مطعم　　　الا لیت حظی من حیاطتکم و بکر

ہاں سن لو اور عمرو' ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ کاش تمہاری نگرانی میں کا ایک جوان اونٹ مجھے مل جاتا۔

من الخور حجاب کثیر رغاؤہ　　　یرش علی الساقین من بولہ قطر

جو کمزوری کے سبب سے (جھک کر) پست قد ہو گیا ہو' جس کا بلبلانا بہت ہو اور اس کے پیشاب قطرے اس کی پنڈلی میں ٹپکے پڑتے ہوں۔

تخلف خلف الورد لیس بلا حق　　　اذا ما علا الفیفاء قیل لہ و بر

پانی پینے کو جانے والے اونٹوں سے پیچھے رہ گیا ہو اور انہیں ملا نہ سکتا ہو' جب کسی وسیع میدان میں چلا جائے تو لوگ اسے بلی سمجھیں۔

اری اخوینا من ابینا و امنا　　　اذا سئلا قالا الی غیرنا الامر

میں اپنے دو بھائیوں کی جو ہمارے باپ اور ہماری ماں سے ہیں' حالت یہ دیکھتا ہوں کہ جب ان سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں (کہ اس معاملے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے یہ دوسروں کے اختیار کی چیز ہے۔

بلی لھما امر و لکن تجر جما　　　کما جرجمت من راس ذی علق صخر

کیوں نہیں، اختیار تو ان دونوں کو ہے، لیکن وہ دونوں (اپنے اختیارات کی چوٹی سے اس طرح) گر پڑے ہیں جس طرح کوہ ذی علق کی چوٹی سے کوئی بڑا پتھر لڑھکایا گیا ہو۔

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلا　　　هما نبذانا مثل ما ینبذ الجمر

میری شکایت بالخصوص (بنی) عبد شمس اور (بنی) نوفل سے ہے کہ انہیں دونوں نے ہمیں ایسا الگ کر ڈالا، جیسے انگارے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں۔

هما اغمر للقوم فی اخویهما　　　فقد اصبحا منهم اکفهما صفر

انہیں دونوں نے بر سر مجلس اپنے بھائیوں کی بے عزتی کی اور اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ بھائیوں سے خالی ہیں، یعنی خود ان کے بھائیوں سے ان کے تعلقات نہیں رہے۔

هما اشر کا فی المجد من لا ابا له　　　من الناس الا ان یرس له ذکر

انہیں دونوں نے ایسے شخص کو اعزاز و مفاخر میں شریک بنا لیا جس کا باپ مشہور لوگوں میں سے نہیں، ہاں اس کی شہرت کچھ تھوڑی ہو تو ہو۔

و تیم و مخزوم و زهرة منهم　　　و کانو النا مولی اذا بغی النصر

بنی تیم، بنی مخزوم اور بنی زہرہ بھی انہیں میں کے ہو گئے، حالانکہ طلب امداد کے وقت ہمارے دوست تھے۔

فو الله لا ینفک منا عداوة　　　و لا منهم ما کان من نسلنا شفر

پس اللہ کی قسم، جب تک ہماری نسل میں کا ایک بھی رہے اور ان کی دشمنی نہ جائے۔

فقد سفهت احلامهم و عقولهم　　　و کانوا کجفر بئس ما صنعت جفر

کیونکہ ان میں متانت نہیں رہی اور ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ یہ لوگ جفر کے سے ہو گئے اور جفر نے جو کچھ کیا وہ بہت برا کیا۔

ابلاغ رسالت کے لئے حکم خداوندی

جاہلوں' دشمنوں اور جھوٹوں پر اتمام حجت کے ساتھ ساتھ خدا وند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام عام و خاص مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب ایسے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کریں اور صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (**وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین ----- اِنَّہ' ھُوَ السَّمِیعُ العَلِیم تک**)

یعنی جس نے آپؐ پر تبلیغ دین فرض کی اور احکام قرآن کو اس کے بندوں تک پہنچانا واجب ٹھہرایا تاکہ وہ آپ کے ذریعے اپنی عاقبت سے آگاہ ہو جائیں وہ اس بارے میں آپؐ سے سوال کرے گا اور یہ بھی فرمایا **فَوَ رَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُم اَجمَعِین عَمَّا کَانُوا یَعمَلُون**

اس سلسلے میں اور بھی بہت سے آیات' قرآنی اور احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب تفسیر میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ جہاں سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کے حکم **و انذر عشیرتک الاقربین** کی تفصیل پیش کی گئی ہے اور وہیں جملہ متعلقہ احادیث بھی بیان کر دی گئی ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن نمیر نے اعمش' عمرو بن مرہ اور سعید بن جبیر کے حوالے سے ابن عباس کی یہ روایت بیان کی کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیہ شریف **وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو با آواز بلند بلایا جو لوگ وہاں جمع ہو گئے آپؐ نے ان سے فرمایا: "اے بنی عبدالمطلب' اے بنی فہر اور اے بنی کعب اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کی عقب میں دشمن جمع ہو گئے ہیں اور تم پر حملہ کرنے والے ہیں تو بتاؤ کہ کیا تم میری اس اطلاع کو درست سمجھو گے؟" آپؐ کے اس سوال کے جواب میں ان سب نے اثبات میں جواب دیا تو اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تو پھر سمجھ لو کہ (تمہارے کفر کی وجہ سے) میرے پاس تمہارے لئے سخت عذاب کی اطلاع ہے۔" یہ سن کر ابو لہب بولا: (نعوذ باللہ) تو ہمیشہ برباد رہے۔ کیا تو نے بس یہی بات سنانے کے لئے یہاں بلایا تھا؟ ابن عباس کے بقول ابو لہب کے انہی کلمات کے بعد قرآن کی سورت **تَبَّت یَدَا اَبِی لَھَبٍ وَّ تَبَّ** الخ نازل ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں اعمش کی روایت کا استخرج اسی آیہ شریفہ سے ہے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے معاویہ بن عمرو' زائدہ اور عبدالملک بن عمیر نے موسیٰ بن طلحہ اور ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہم) کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کی بیان کردہ روایت یہ ہے کہ جب آیت **وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش

عوام و خواص سب لوگوں کو بلا کر ارشاد فرمایا: اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بن ہاشم! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی عبدالمطلب اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے فاطمہ بنت محمد اپنے آپ کو آگ سے بچا۔ کیونکہ خدا کی قسم میں تمہارے لئے حکم خدوندی کے خلاف سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے رحم اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کی دعا کروں۔ اس روایت کو مسلم نے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ صحیحین میں یہ روایت زہری کی زبانی سعید بن مسیب ابی سلمہ اور ابی ہریرہؓ کے حوالے سے پیش کی گئی ہے اور ابی ہریرہ کے حوالے سے بطریق معلوم سند امام احمدؒ وغیرہ میں بھی آئی ہے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے وکیع بن ہشام نے اپنے والد اور حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب آیت وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: "اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اور اے بنی عبدالمطب! میں خدا کے سامنے تمہاری طرفداری نہیں کر سکتا۔ البتہ جو میرے پاس ہے تم اس کا مجھ سے سوال کر سکتے ہو۔ یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ حافظ ابوبکر بیہقیؒ اپنی کتاب "دلائل" میں فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن الحافظ' ابو العباس محمد بن یعقوب' احمد بن عبدالجبار اور یونس بن بکیر نے محمد بن اسحق کے حوالے سے عبداللہ بن حارث بن نوفل کا ابن عباس اور حضرت علی سے سنا ہوا یہ واقعہ بیان کیا کہ جب یہ آیت یعنی وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بقول آپؐ نے یہ سمجھا کہ آپؐ کی قوم میں جو برائیاں ہیں ان سے آپ کو خوف دلایا گیا اور آپ کے نزدیک آپؐ کے قوم میں جو جو برائیاں ہیں ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اس آیت کی وضاحت اس وقت ہوئی جب حضرت جبرئیلؑ نے آکر مجھ سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپؐ خدا کے اس حکم پر عمل نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپؐ کو بھی آگ کا عذاب دے گا۔" اس کے بعد حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علیؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی عزیزوں کو اس کے خوف سے ڈرا کر اسلام کی ہدایت کروں۔ چنانچہ تم یوں کرو کہ ایک بڑے برتن میں ایک صاع (عربی وزن تقریباً" برابر ایک سیر) کھانا لاؤ اور ایک برتن میں دودھ لاؤ تاکہ ہم انہیں اسلام کی دعوت دینے سے قبل کچھ کھلا پلا بھی سکیں اس کے بعد تم بنی عبدالمطلب کو میری طرف سے بلا کر جمع کر لو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کی میں نے تعمیل کی تو جو لوگ جمع ہوئے ان کی تعداد چالیس یا ان سے ایک کم یا ایک زیادہ تھی جن میں ابو طالب' حضرت حمزہؓ حضرت عباس کے علاوہ ابو لہب بھی شامل تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے وہ برتن لیا جس میں کھانا تھا اور اسے لے جا کر حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اسی کھانے سے سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے علیؓ! اب انہیں دودھ

بھی دو۔ چنانچہ میں نے ان سب کو دودھ دیا اور ان سب نے سیر ہو کر دودھ بھی پیا' بخدا میں نے اتنے تھوڑے سے کھانے سے اتنے لوگوں کو سیر ہو کر کھاتے پیتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب یہ لوگ سیر ہو کر کھا پی چکے تو ابو لہب بولا۔ "لوگو! تم نے دیکھا کہ اس شخص نے تم پر کیسا جادو کیا اور جادو کا تماشہ تمہیں دکھایا ہے۔" اس کی مراد ایک معمولی برتن سے چالیس آدمیوں کا سیر ہو کر کھا لینا اور اسی ایک چھوٹے سے برتن سے اتنے ہی لوگوں کا سیر ہو کر دودھ پینا تھی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس سے اگلے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے وہی حکم دیا جو اس سے پہلے روز دے چکے تھے یعنی اسی طرح آپؐ نے مجھ سے ایک برتن میں دودھ منگوا کر میرے ہی ذریعہ بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور پہلے روز کی طرح انہیں ایک ہی برتن سے آپؐ نے کھانا اور دودھ تقسیم کیا۔ جسے انہوں نے سیر ہو کر کھایا پیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس سے پہلے میں نے اپنی آنکھ سے ایسی کوئی دعوت نہیں دیکھی تھی جس میں ایسے معمولی ایک ایک برتن سے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے سیر ہو کر کھایا پیا ہو لیکن ابو لہب نے اس روز بھی وہی کچھ کہا تھا اور پہلے دن کی طرح لوگ پھر اٹھ کر چلے گئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگلے روز اور اس سے اگلے روز مجھے حکم دے کر یہی عمل دہرایا اور ابو لہب آپؐ کے اس معجزے کو جادو بنا کر لوگوں کو بہکاتا اور انہیں آپؐ کا ارشاد سننے سے لوگوں کو منتشر ہونے کے لئے کہتا رہا تا آنکہ آپؐ نے آخری دن لوگوں سے فرمایا:

اے بنی عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ قوم عرب کا کوئی جوان اپنی قوم میں ان سے بہتر کوئی چیز لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ کیونکہ میں دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے احکام لے کر آیا ہوں۔ اسی طرح یہ روایت بیہقیؒ نے یونس بن بکیر کے ذریعہ ابن اسحاق اور ایک بزرگ جن کے نام میں مجھے ابہام معلوم ہوتا ہے اور عبداللہ بن حارث کے حوالے سے بیان کی ہے نیز یہی روایت ابو جعفر بن جریر نے محمد بن حمید رازی' سلمہ بن فضل الابرش' محمد بن اسحق' عبدالغفار' ابو مریم بن قاسم' منہال بن عمرو' عبداللہ بن حارث' ابن عباس' اور حضرت علیؓ کے حوالے سے بیان کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد: **انی جئتکم با مر الدنیا و الاخرۃ** میں لفظ "خیر" کا اضافہ کیا ہے اور یہ الفاظ بھی بڑھائے ہیں کہ "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں۔ اب بتاؤ کہ اس سلسلے میں میرا بھائی بن کر کون میری مدد کرے گا؟" وغیرہ وغیرہ۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر کسی نے نہ آپؐ کی طرف سے چار روز تک کھانے پینے کا خیال کیا نہ عزیز داری اور آپؐ سے قربت کا کچھ خیال کیا بلکہ سب کے سب بڑی بے اعتنائی سے منہ پھیر کر چلے دیئے۔ اس پر خود حضرت علیؓ نے کہا: میں آپ کی مدد اور حمایت کے لئے تیار ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی یعنی حضرت علیؓ کی کلائی پکڑ کر فرمایا: "یہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہے' اب تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔" آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر وہ لوگ ہنسنے لگے اور ابو طالب سے بولے: "کیا اب ہمیں

(تمہارے بھتیجے کے علاوہ) تمہارے بیٹے کی بات سنی اور اس کی اطاعت کرنا پڑے گی؟؟"
ابو لہب کو آپؐ کی مخالفت کرنے اور آپؐ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے سے باز رکھنے میں سب سے آگے آپؐ کے ایک دوسرے چچا ابو طالب تھے جو ویسے بھی طبعاً" نیک اور رحمدل تھے۔ اس کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل میں اتباع شریعت اور دین کی قبولیت سے قطع نظر آپؐ کی محبت اور حمات کا جذبہ پیدا کر دیا تھا اور ان کے اندر اپنی قوم کے دین پر جمے رہنے کے باوجود آپؐ کی امداد اور حمایت کا جذبہ اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مشرکین یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و حمایت پر ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے ان کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے اور ان کے احترام کو پس پشت ڈال کر ان کو برا بھلا کہنے تک کی جرات نہیں کرتے تھے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابراہیم بن ابی عباس اور عبدالرحمن بن ابی زناد نے اپنے باپ کے حوالے سے زمانہ جاہلیت کے ایک شخص کا جسے بنی دیل کے لوگ ربیعہ بن عباد کہتے تھے اور وہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا یہ قول بیان کیا کہ اس نے زمانہ جاہلیت میں ایک روز ذی مجاز کے بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا: "کہ اے لوگو! تم لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے۔" جبکہ اسی بازار میں ایک دوسرا شخص جو بھنگا تھا اور اس کے رخساروں میں گڑھے پڑے ہوئے تھے یہ کہہ رہا تھا۔ "لوگو! اس کی باتوں میں نہ آنا یہ دیوانہ ہے اور (نعوذ باللہ) جو چاہتا ہے بکتا رہتا ہے۔" یہ دوسرا شخص وہی ابو لہب تھا جس نے اس سے قبل انہیں ایک ہی پیالے سے کھلانے اور صرف ایک معمولی سے پیالے سے دودھ پلانے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول انہوں نے اس سے قبل کبھی اس قدر تھوڑی مقدار میں کھانے اور دودھ سے اتنی کثیر تعداد کے لوگوں کو سیر ہو کر کھاتے پیتے نہیں دیکھا تھا اور جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے یہ واقعہ یکے بعد دیگرے چار روز تک پیش آیا لیکن جب آپؐ بنی ہاشم سے کچھ کہنے لگے تو ہر بار لوگوں سے یہی کہا تھا: "لوگو! تم اس کھانے اور دودھ کی اس ذرا سی مقدار سے سیر ہو کر کھانے پینے سے اندازہ لگا لو کہ یہ شخص کتنا بڑا جادوگر ہے۔ اسی وجہ سے اس سے قبل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم سے کچھ فرماتے وہ ہر بار آپؐ کی زبان سے مبارک سے کچھ سنے بغیر منتشر ہو جاتے تھے۔ یہی روایت بیہقیؒ نے عبدالرحمٰن بن ابی زناد کے حوالے سے اس طرح پیش کی ہے۔ بیہقی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے ابو طاہر فقیہ' ابوبکر محمد بن حسن قطان' ابو الفہر' محمد بن عبداللہ انصاری اور محمد بن عمر نے محمد بن منکدر اور ربیعہ دیلی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بازار ذی مجاز میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ لوگ آپؐ کے پیچھے قدم بقدم چلے جا رہے تھے اور آپؐ انہیں اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔ اس نے آپؐ کے پیچھے اسی حلیہ کے ایک شخص کو چلتے دیکھا جس کا ذکر سطور بالا میں آ چکا ہے۔ وہ کہتا جا رہا تھا: "لوگو! یہ شخص کہیں تمہیں اپنے آباء

و اجداد کے دین سے نہ پھیر دے' تم اس کی بات مت سنو۔" راوی کہتا ہے: "میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟" تو وہ بولے: "یہ ابو لہب ہے۔" بیہقیؒ نے اس روایت کو شعبہ کے ذریعے اشعث بن سلیم کے حوالے سے یوں بھی بیان کیا ہے کہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے بازار ذی المجاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: لوگو کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ' تم فلاح پاؤ گے۔ اس شخص نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے پیچھے ایک اور شخص چلا جا رہا تھا اور آپؐ پر مٹی پھینکتا ہوا یہ کہتا جاتا تھا: لوگو! یہ شخص کہیں تمہیں اپنے آبا و اجداد کے دین سے پھیر نہ دے کہ لات و عزیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ دو۔ اور دوسری روایت میں اس شخص کا نام اگرچہ ابو جہل بتایا گیا ہے لیکن جیسا کہ پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے یہ شخص (اس پر خدا کی لعنت ہو) ابو لہب ہی تھا۔

ابو لہب کی ان حرکات کے برعکس ابو طالب میں فطری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے انتہائی شفقت تھی جو آپؐ کے معاملات میں ان کے اموال و اقوال سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے اور ان کے اس اعتماد و استقلال سے جو بھی انہوں نے آپؐ کے اور آپؐ کے ساتھیوں کی حمایت و امداد میں ظاہر کیا۔ یونس بن بکیر' طلحہ بن یحییٰ اور عبداللہ بن موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عقیل بن ابی طالب نے بتایا کہ ایک دن قریش کے کچھ لوگ ان کے والد ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں اور ہماری عبادت گاہوں کو برا بھلا کہتا ہے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہے حالانکہ وہ ہمیں میں سے ہے۔ پھر وہ ہمارا بد خواہ کیوں ہے؟ ان سے یہ سن کر ابو طالب نے عقیل سے کہا کہ وہ ان لوگوں کو آپؐ کے پاس لے جائیں اور جو بات یہ لوگ کہتے ہیں وہ انہیں بتا دیں۔ عقیل کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر ایک قنس یا خنس یعنی ایک چھوٹے سے مکان میں گئے۔ اس مکان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر تشریف لائے تو اس وقت باہر سخت دھوپ پڑ رہی تھی اور بڑی گرمی تھی۔ آپؐ کو دیکھ کر ان لوگوں نے کہا: کیا یہی تمہارے چچا کا بیٹا ہے جو ہمارے بتوں اور ہمارے عبادت خانوں کو برا بھلا کہتا ہے؟ یہ کہہ کر وہ آپؐ کی طرف جھپٹے' لیکن آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر با آواز بلند فرمایا: لوگو! کیا تم اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟ وہ لوگ بولے ہاں۔ ان سے آپؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے شعلوں سے تمہیں جلا کر خاک کر دے۔ لیکن میں ایسا نہیں چاہتا حالانکہ میرے لئے یہ بالکل ممکن ہے۔ جب ان لوگوں نے عقیل کے والد یعنی ابو طالب سے یہ بات کہی تو وہ بولے۔ "میرا بھتیجا قطعاً" جھوٹ نہیں بولتا۔" یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ بخاری نے اپنی مرتب کردہ تاریخ میں محمد بن علا اور یونس بن بکیر کے حوالے سے یہ روایت ہی پیش کی ہے۔ بیہقیؒ نے بھی حکم' عصم اور احمد بن عبدالجبار کے حوالے سے بالکل انہیں الفاظ میں یہ روایت بیان کی ہے۔

بیہقیؒ کی یونس کے ذریعہ ابن اسحٰق کے حوالے سے یہ روایت بھی ہے کہ آخر الذکر کہتے ہیں کہ ان سے

یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا کہ جب مشرکین قریش ابی طالب کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مذکورہ بالا شکایت لے کر آئے تو انہوں نے آپؐ سے کہا کہ قریش آپؐ کے خلاف یہ شکایت لے کر آئے تھے تو تم جو کچھ بھی تمہارا مذہب ہوا سے علیؑ اور اپنے آپ تک محدود رکھو اور دوسرے لوگوں کو شکایت کا موقع نہ دو بلکہ مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں یہ سن کر آپؐ نے تھوڑی دیر غور کیا' پھر یہ سوچ کر کہ اب آپ کو اپنے چچا کے پاس قیام کرنا بھی ناممکن ہو گا۔ لیکن جو بھی ہو آپؐ نے ان سے کہا: اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اظہار حق سے باز نہیں رہ سکتا۔ یہ کہہ کر آپ آب دیدہ ہو گئے' یہ دیکھ کر جناب ابو طالب نے آپؐ سے کہا: جو کچھ میں نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم سے کنارہ کش ہو جانا چاہتا ہوں یا تمہاری حمایت سے ہاتھ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے تو پھر جو تم پسند کرتے ہو کرتے رہو' میں آئندہ تمہیں کبھی اپنی بات ماننے پر مجبور نہیں کروں گا۔" اس سلسلے میں جناب کے کچھ اشعار بھی آج تک مشہور چلے آتے ہیں اور بیہقی نے بھی ان اشعار کا ذکر کیا ہے جن سے جناب ابو طالبؑ کا آپؐ کے ساتھ شفقت و محبت اور ہمیشہ آپؐ کی حمایت پر آمادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یونس بن بکیر کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن اسحق اور چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا مصر کے ایک بوڑھے شخص نے عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے ایک طویل قصہ بیان کیا تھا جس میں مشرکین مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین اختلافی واقعات کا ذکر تھا اور یہ بھی کہ جب آپ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابو جہل بن ہشام نے قریش مکہ کو جمع کر کے ان سے کہا تھا: "تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے دین ہی کو نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں دیتا ہے چنانچہ آج میں نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے کہ کل صبح ہوتے ہی ایک بڑا پتھر لے کر اس کی تاک میں بیٹھ جاؤں گا اور وہ جیسے ہی حرم میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جائے گا میں اس کا سر اس بڑے پتھر سے پاش پاش کر دوں گا تاکہ بنو عبد مناف پہلے کی طرح اپنے دیوتاؤں کی پرستش سکون و اطمینان سے کرتے رہیں۔" چنانچہ اگلی صبح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے حسب معمول خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے تو اس وقت آپؐ حجر اسود اور حجر یمانی کے درمیان کھڑے تھے اور آپؐ کا رخ شام کی طرف تھا جبکہ خانہ کعبہ درمیان میں تھا اور جب آپؐ سجدے میں گئے تو ابو جہل جو ایک طرف چھپا ہوا تاک میں بیٹھا تھا پتھر لے کر آپؐ کی طرف بڑھا۔ اس وقت کچھ دوسرے مشرکین قریش بھی ایک گوشے میں چھپے ہوئے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے لیکن جب ابو جہل نے پتھر آپؐ کے سر مبارک پر مارنا چاہا تو وہ پتھر اس کے ہاتھوں سے ایسا چپکا کہ وہ اسے بصد ہزار کوشش پھینکنے پر قادر نہ ہو سکا بلکہ خوف سے کانپتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا تو دوسرے لوگوں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ ان کے اس سوال پر

اس نے پتھر کا اپنے ہاتھ سے چپک جانے کا ماجرا بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ایک لحیم شحیم اونٹ اس کی طرف لپکا تھا اور اگر وہ بھاگ نہ آتا تو وہ خوف ناک اونٹ اپنے کھلے ہوئے منہ میں اس کا سر لے کر ضرور چبا ڈالتا۔ اس نے ان سے یہ بھی کہا کہ اس ہیئت کا اونٹ اس نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ راوی نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بقول ابو جہل نے جسے اونٹ سمجھا تھا وہ جبرئیلؑ تھے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ابو جہل آپ کے سر پر پتھر مارتا تو ملائکہ اسے روک لیتے، تاہم اسے اس حرکت سے جبرئیلؑ ہی نے باز رکھا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابو عبداللہ الحافظ، ابو نضر، عثمان دارمی، عبداللہ بن صالح اور لیث بن سعد، نے ابن اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ، آبان بن صالح، علی بن عبداللہ اور ان کے والد نیز عباس بن عبدالطلب کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر کے بقول جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روز نماز کے لئے خانہ کعبہ تشریف لے گئے تھے اور ابو جہل (اس پر خدا کی لعنت ہو) آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا تھا تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح آپ کے ساتھ ہو لئے تھے اور جب ابو جہل آپ کی تاک میں بیٹھا تھا تو انہوں نے آپ کو اس کے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا لیکن ان کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اس روز کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اسی لئے وہ آپؐ کو ابو جہل کے ارادے سے آگاہ کرنے کے باوجود آپؐ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہوگیا تھا تاکہ حتی الامکان آپؐ کو ابو جہل کی حرکت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر سکیں۔ عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی نیت باندھ کر آیت قرآنی **اقراء بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَق ☆ خَلَقَ الاِنسَانَ مِن عَلَق☆** کے بعد **کَلَّآ اِنَّ الاِنسَانَ لَیَطغیٰ اَن رَّاٰہُ استغنا** کے قرآنی الفاظ تلاوت فرمائے اور میں نے کچھ لوگوں کو ابو جہل سے یہ کہتے سنا: اے ابو حکم، دیکھ لو یہی محمد ہیں۔" اور اس نے یہ جواب دیا: کیا تمہیں معلوم نہیں اور دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ان قرآنی الفاظ میں انسان سے مراد واتعتہ" اس وقت صرف ابو جہل ہی تھا۔ عباس بن عبدالمطلب کے بقول ان آیات کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رکوع و قیام) کے بعد سجدے میں چلے گئے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرزاق اور معمر نے عبدالکریم اور عکرمہ کے حوالے سے ابن عباس کی یہ روایت بیان کی کہ جب ابو جہل پتھر لے کر آنحضرتؐ کی طرف بڑھا تھا اور آپؐ اس وقت خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو خود آپؐ کے بقول آپؐ کو پہلے سے اس کی اطلاع ہو گئی تھی اور یہ کہ بفرض محال ابو جہل پتھر پھینکنے میں کامیاب ہو بھی جاتا تو ملائکہ اسی (پتھر کو) راستے ہی میں یقیناً روک لیتے۔ بخاریؒ نے یہ بھی روایت یحییٰ اور عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے داؤد بن ابی ہند عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے تو ابو جہل نے آپؐ کے قریب کھڑے ہو کر کہا تھا: اے محمد! میں تمہیں ہرگز نماز پڑھنے نہیں دوں

گا۔ کیونکہ تم نماز میں جس احد (اللہ) کا ذکر کرتے ہو وہ کہیں نہیں ہے اور دوسرے بھی مجھ سے یہی کہتے ہیں اب تم مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ تم اپنے اللہ سے کہو کہ وہ تمہیں مجھ سے بچالے۔ تاہم آپؐ کو اس کے ارادے کی پہلے ہی سے خبر تھی اور جبرئیلؑ آپ کو خداوند تعالی کا یہ ارشاد کہ **فلیدع سندع الزبانیہ** سنا گئے تھے۔ چنانچہ اگر آپ اللہ سے بطور دعا یہی الفاظ کہتے تو یقیناً ابوجہل پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا۔ امام احمدؒ، ترمذی اور نسائی نے بھی داؤد (ابو داؤد) کی طرح یہ روایت پیش کی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے اسماعیل بن یزید ابوزید اور فرات نے عبدالکرم، عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے ابوجہل کا یہ قول بھی بیان کیا ہے: "اگر میں محمدؐ کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیتا تو یقیناً ان کی گردن اڑا دیتا۔" روایت کے مطابق ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا: "چاہے مجھ پر کوئی عذاب آتا جو کچھ بھی ہوتا۔" ابو جعفر بن جرر کہتے ہیں کہ ان سے ابن حمید، یحیی بن واضح اور یونس بن ابی اسحاق نے ولید بن عیذار اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عباس کا بیان یہ ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا: "اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہاں پھر نماز پڑھتے دیکھا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: **اقراء باسم ربک الذی خلق** حتیٰ کہ یہ آیت **نسفا بالناصیتہ ناصیتہ کاذبتہ خاطئتہ فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ** پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی تو ابوجہل سے پوچھا گیا: اب تمہیں انہیں قتل کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میرے اور اس کے درمیان بہت سے کتبوں کی سیاہی حائل ہو گئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر ابوجہل بالفرض کوئی ایسی حرکت کرتا بھی تو خدا کی قسم ملائکہ آسمان سے نازل ہو کر اسے پکڑ لیتے اور پھر یہ تماشا وہاں موجود سب لوگ دیکھتے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے ابن عبدالاعلی اور معتمر نے اپنے باپ یعنی آخر الذکر کے باپ نعیم بن ابی ہند، ابی حازم اور ابی ہریرہؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ کے بقول جب ابوجہل سے پوچھا گیا کہ آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ آپؐ کو دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے تو وہ بولا: لات و عزیٰ کی قسم میں نے اسے نماز پڑھتے تو دیکھا لیکن اس طرح کہ اس کا سر نیچے اور اور پاؤں اوپر تھے اگر اس کا سر اوپر ہوتا تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دیتا۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے اور میرے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں آکر حسب معمول نماز پڑھی تھی۔ ویسے جب ابوجہل سے پوچھا گیا تھا تو اس نے نہ صرف آپؐ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری خندق کا ذکر کیا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ اس نے آپؐ کے گرد اور عقب میں بہت سے (مہیب) پرندے بھی دیکھے تھے۔ اس بیان کے بعد ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک دفعہ) ارشاد فرمایا: اگر وہ (ابوجہل) میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کے جسم کا ہر عضو الگ الگ کر کے اس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

آیت (جو مجھے معلوم نہیں کہ ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ روایت میں کہیں ہے یا نہیں۔ مولف) کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی الخ کے نزول کا بھی ذکر فرمایا تھا جس کا سطور بالا میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس روایت کو احمدؒ، مسلمؒ، نسائیؒ، ابن حاتم اور بیہقیؒ نے معتمر بن سلیمان بن طرخان تمیمی کی بیان کردہ روایت کی حیثیت سے پیش کیا ہے امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ان سے وہب بن جریر اور شعبہ نے ابی اسحاق، عمرو بن میمون اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ کے سوا کبھی قریش کو بددعا دیتے نہیں دیکھا اور وہ دن وہ تھا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو مشرکین قریش کے کچھ لوگ آپؐ کے پیچھے پیچھے جلوس کی شکل میں جا پہنچے۔ ان میں سے کسی کے پاس اوجھڑی سے بھری ہوئی ایک ٹوکری تھی۔ ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کیا: یہ ٹوکری آپ کی پیٹھ پر کون الٹے گا؟ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط بولا: میں۔ یہ کہہ کر اس نے اوجھڑی سے بھری ہوئی وہ ٹوکری لی اور رسول اللہ کی پیٹھ پر اس وقت الٹی جب آپ سجدے میں تھے۔ آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا حتی کہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور وہ اوجھڑی آپؐ کی پشت مبارک سے اٹھا کر الگ پھینکی۔ اس کے بعد آپ نے سجدے سے سر اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! اس قبیح حرکت کا بدلہ ان قریشیوں سے تو ہی لے گا۔ اے اللہ اس کا بدلہ عتبہ بن ربیعہ سے تو ہی لے گا' اے اللہ! اس کا بدلہ شیبہ بن ربیعہ سے تو ہی لے گا۔ اے اللہ! اس کا بدلہ ابوجہل بن ہشام سے تو ہی لے گا' اے اللہ! اس کا بدلہ عقبہ بن ابی معیط سے تو ہی لے گا۔ اے اللہ! ابی بن خلف (یا امیہ بن خلف) سے اس کا بدلہ تو ہی لے گا۔ بخاری نے اپنی صحیح کتاب احادیث میں کئی جگہ لکھا ہے۔ مسلم نے بھی اس روایت کو ابن اسحٰق کے حوالے سے پیش کیا ہے لیکن اس روایت میں ابی خلف کی جگہ امیہ بن خلف ہی صحیح ہے جو جنگ بدر میں قتل ہوا۔ اس کا بھائی ابی خلف جنگ احد میں قتل ہوا جس کا ہم عنقریب آگے چل کر ذکر کریں گے۔ (مولّف) اس کے بعد ابو الفداء حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ سلا (اوجھڑی دراصل وہ نال ہوتی ہے جو بچے کی ولادت کے بعد کسی اونٹنی یا عورت کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے) بعض صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ اس قبیح حرکت کے بعد وہ لوگ ہنستے ہنستے ایسے لوٹ پوٹ ہوئے کہ ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کی پیٹھ سے وہ غلاظت اٹھا لی تو پھر وہ ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو کر آپ پر ہنس رہے تھے برا بھلا کہنے لگیں اور ان کے والد محترم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدے سے سر اٹھا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان لوگوں کے لئے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے بددعا کی تو لوگ خوف سے اپنی ہنسی بھول گئے۔ آپؐ نے ان لوگوں میں سے سات کو نام بنام بددعا دی تھی لیکن ان میں سے چھ کا ذکر اکثر روایات میں آیا ہے جو عتبہ اور شیبہ (ربیعہ کے بیٹے) ولید بن عتبہ' ابوجہل بن ہشام' عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ ساتویں شخص کا نام بھول گئے ہیں۔ وہ شخص عمارہ بن ولید تھا جس کا نام صحیح بخاری میں آ گیا

ہے۔ (مولف) (البدایہ جلد ۳ ص ۸۰ سطر ۳)

اراشی کا قصہ

یونس بن بکیر محمد بن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی نے بتایا کہ اراشی کا ایک شخص اونٹ لے کر مکہ آیا تو اسے ابوجہل بن ہشام مل گیا اور اس نے اراشی کے اس شخص سے اس کا اونٹ چھین لیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس نے ابوجہل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا اور اس سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ آپؐ سے ملنا چاہتا ہے کیونکہ اراشی نے کچھ بزرگوں کی زبانی سنا تھا کہ مکے میں ایک شخص رہتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نبی کے طور پر بھیجا گیا ہے اور جیسا کہ ان بزرگوں نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا وہ سچا ہو گا۔ اس کے بعد وہ شخص مسجد کے قریب آیا اور قریش کے جو لوگ وہاں تھے ان سے کہا کہ ابوجہل نے اس کا اونٹ زبردستی چھین لیا ہے پھر اس نے اپنے اور ابوجہل کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی انہیں سنا کر ان سے پوچھا کہ ابوجہل میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مابین ایسی کیا دشمنی ہے جو ان کا نام سنتے ہی وہ اس حرکت پر اتر آیا۔ یعنی اس سے اس کا اونٹ چھین لیا اور اسے برا بھلا بھی کہا۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا کہ وہ ایک غریب مسافر ہے' وہ لوگ ابوجہل سے اس کا اونٹ واپس دلائیں۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے جو وہاں موجود تھے اس سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تم جنہیں دیکھتے ہو اور ان سے ملنے کے لئے یہاں آئے ہو یہی ہیں اور سارے مکے میں اگر ابوجہل سے کوئی شخص تمہارا اونٹ واپس دلا سکتا ہے تو وہ شخص صرف یہی ہیں کیونکہ یہ ہمیشہ سے امین اور دیانت دار مشہور ہیں۔ اور قریش ان کی تضحیک اور ان کی مخالفت کے باوجود ان کی بات اب تک مان لیتے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص آپؐ سے فریاد کرنے لگا تو آپؐ اسے لے کر ابوجہل کے مکان پر پہنچے اور کچھ دوسرے لوگ بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے وہاں گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا اور جب وہ باہر آیا تو آپؐ نے اس سے اس اراشی کا اونٹ اور اس کا سامان واپس دینے کے لئے کہا۔ پہلے تو ابوجہل نے کچھ تامل کیا پھر اس شخص کا سامان اور اونٹ واپس کر دیا۔ اس شخص نے آپؐ کا شکریہ ادا کیا تو لوگ اس سے بولے کہ اس نے آپؐ کو کیسا پایا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ "واقعی جیسا میں نے سنا تھا انہیں ویسا ہی پایا" اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ اس نے آپؐ کے سر پر ایک خاص قسم کی روشنی دیکھی تھی اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے پیغمبر ہیں۔ جب لوگوں نے ابوجہل کے غرور و تکبر اور اس کی لن ترانیوں کے پیش نظر اس سے دریافت کیا کہ اس نے آپؐ کے کہنے سے اس شخص کا اونٹ اور سامان کیوں واپس کر دیا؟ تو

ابو جہل نے جواب دیا کہ میں کیا کرتا' محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی پشت پر ایک خوف ناک اونٹ اس طرح منہ کھولے کھڑا تھا اگر میں نے انکار کیا تو وہ فوراً مجھے ہڑپ کر لے گا۔

بخاری کہتے ہیں کہ ان سے عیاش بن ولید' ولید بن مسلم اور اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر اور محمد بن ابراہیم تیمی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو عروہ بن ابی زبیر نے ابی العاص کی زبانی بتایا کہ ابو العاص نے میرے دریافت کرنے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ قریش نے حد سے زیادہ برائی کس موقع پر کی' کہا کہ "ایک بار آپؐ خانہ کعبہ میں حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط ایک کپڑے کو بل دے کر آپؐ کی طرف بڑھا اور وہ کپڑا آپؐ کی گردن میں ڈال کر اسے آپؐ کی گردن کے گرد کسنے لگا لیکن اسی وقت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور عقبہ کو پیچھے دھکیل دیا اور بولے۔ "کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ اس کا رب ہے اور تمہارے رب کی نشانیاں نہیں بتاتا ہے۔" (آیہ قرآنی) ابو العاص کی زبان یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں یہ واقعہ یحییٰ بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ عبداللہ بن عمرو کو بھی یہ واقعہ ان کے والد ہی نے سنایا تھا۔ عبدہ اپنے والد اور ہشام کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابو العاص کو یہ واقعہ کسی دوسرے نے سنایا تھا محمد بن عمرو ابی سلمہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو یہ واقعہ خود ابو العاص نے سنایا۔ بیہقی اور اسی طرح سلیمان بن بلال نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے وہی روایت پیش کی ہے جو عبدہ نے بیان کی۔ بخاری نے ذاتی تحقیق کے بعد اپنی کتاب احادیث "صحیح بخاری" میں جہاں جہاں یہ روایت بیان کی ہے اور اسے جہاں جہاں بھی پیش کیا ہے تو ان میں بعض جگہ اسے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے عروہ کے بیان کو مشتبہ سمجھتے ہوئے اس روایت کو عمرو کی بیان کردہ روایت سے بھی پہلے کی روایت بتایا ہے۔

بیہقی' حاکم' عصم' احمد بن عبدالجبار' یونس اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے یحییٰ بن عروہ اور ان کے والد عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ عروہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایذا دینے میں مستقل مزاجی کا ثبوت دینے والوں میں بظاہر کون کون لوگ پیش پیش تھے جنہوں نے آپؐ کی دشمنی میں حد کر دی ہو تو وہ بولے کہ انہوں نے ایک روز دیکھا کہ قریش کے کچھ معزز لوگ حجر اسود کے قریب جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے۔ "ہم نے اس سے قبل اس شخص کے سوا کوئی ایسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا جو ہمیں برا ٹھہراتا۔ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتا' ہمارے دین کو معیوب بتاتا بلکہ ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں تک دیتا ہو۔ کیا یہ ہمارے لئے سب سے زیادہ ناقابل برداشت نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اسی وقت آنحضرتؐ وہاں تشریف لے آئے اور اندرون حرم جانے لگے تو ان میں سے ایک ایک کر کے چھپتے چھپاتے

آپؐ کے پیچھے ہو لئے لیکن آپؐ نے اچانک پلٹ کر ان سے فرمایا: اے گروہ قریش! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ مجھے قتل کرنے آئے ہو۔ ان میں سب سے آگے جو شخص تھا اور قریب قریب آپ کے سر پر پہنچ چکا تھا' اس نے پیچھے آ کر بتایا کہ آپؐ کے سر پر ایک مہیب طائر سایہ کئے ہوئے تھا اس لئے وہ لوگ ڈر کر سب کے سب وہاں سے پلٹ آئے جبکہ آگے والے نے ایک آواز بھی سنی تھی کہ "اے ابو القاسم (آپ کی کنیت) ان جاہلو سے نہ الجھو۔" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی وقت وہاں سے تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ دوسرے دن وہ لوگ پھر حجر اسود کے نزدیک جمع ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تشریف لے آئے تو وہ لوگ آپؐ کو چاروں طرف سے گھیر کر بولے: تم وہ ہو شخص جو ہمارے دیوتاؤں کو اور ہمارے مذہب کو برا بتاتا ہے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا: ہاں میں ہی وہ شخص ہوں۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص (آپ کے گلے میں پھندا ڈالنے کے لئے) اپنی چادر کو رسی کی طرح بل دینے لگا۔ لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جو آپ کے لئے قریب آ پہنچے تھے ان سے کہا: خدا تم لوگوں کو غارت کرے' کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے جو (صرف) یہ کہتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور میں نے سب سے زیادہ آپؐ کے ساتھ قریش کی عداوت کا جو مظاہرہ دیکھا بس وہ اسی روز تھا۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایذا رسانی میں باوجود اس کے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب انہیں اس سے روکنے اور آپؐ کی حمایت کرتے رہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن چونکہ آپؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طاقت تھی اس لئے وہ آپ کا بال بیکا نہ کر سکے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے وکیعؒ نے حماد بن سلمہ و انس کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی: "درحقیقت میں نے خدا کی راہ میں اذیتیں برداشت کیں لیکن کسی کو اذیت نہیں دی' میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرا اور ایک دن اور ایک رات کے درمیان ایک مہینہ ایسا بھی گزرا کہ مجھے اور بلالؓ کو اس کے سوا کہ جو کچھ تھوڑا بہت ان کے پاس تھا کھانے کو کچھ نہ ملا۔" اس حدیث کا استخراج ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حماد کی بیان کردہ روایت سے کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حدیث "حسن" بتایا ہے۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ آپؐ کی حفاظت کا خیال رکھا اور آپ کے قریب رہے۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے دین کے اظہار میں ثابت قدم رہے اور آپؐ کو اس سے کوئی چیز باز نہ رکھ سکی۔ جب قریش نے یہ دیکھا کہ آپؐ اپنے دین کے اظہار اور ان کے مذہب کی خرابیاں نیز ان کے دیوتاؤں کو برا کہنے سے باز نہیں آ سکتے اور آپؐ کے چچا ابو طالب ہر موقع پر آپؐ کی حمایت اور امداد پر آمادہ رہتے ہیں اور جب بھی وہ آپ کو ایذا

رسائی یا ختم کرنے کے لئے اجتماعی طور پر آگے بڑھتے ہیں تو وہ آڑے آجاتے ہیں اپنا ایک شریف اور معزز شخص ان کے پاس بھیجا جس کے ہمراہ ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کے دونوں بیٹے عتبہ و شیبہ' ابو سفیان صخر بن امیہ بن عبد شمس' ابو البختری جس کا پورا نام عاص بن ہشام بن حارث. بن اسد بن عبداعزی بن قصی' اسود بن مطلب بن عبدالعزیٰ' ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی اور اس کے قریبی عزیز یعنی حجاج بن عامر بن حذیفہ ابن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی اور اس کے دونوں بیٹے اور عاص بن وائل بن سعید وغیرہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب کے پاس جا کر کہا: "اے ابو طالب! اگر آپ کے بھائی کا بیٹا ہمارے دین و مذہب اور جن دیوتاؤں کی ہم عزت کرتے ہیں' کو اسی طرح برا کہتا رہا اور آپ اسی طرح اس کی امداد و حمایت کرتے رہے تو ہم سمجھیں گے کہ آپؐ نے بھی ہمارے خلاف ہو کر صرف اس کی امداد کی ٹھان رکھی ہے' پھر ہم جو کچھ بھی کریں آپ شکایت نہ کرنا۔" بہرکیف جناب ابو طالب نے ان کو نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسلام کی تبلیغ میں حسب سابق مصروف رہے۔ چنانچہ قریش کے مذکورہ بالا اور دوسرے بہت سے معزز لوگ ایک بار پھر جمع ہو کر جناب ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اگر آپ نے بھی اپنے بھتیجے کو ہمارے دین و مذہب اور ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے سے اب بھی نہ روکا تو آپ کے جو ہمارے معزز ترین' بلند مرتبہ اور باعزت لوگوں میں سے ہیں اور ہمارے مابین واسطہ نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی مارا جائے۔" تاہم جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معمولات یعنی اظہار دین حق اور اس کی تبلیغ میں کوئی مزاحمت نہیں کی' نہ آپؐ کی امداد و اعانت سے ہاتھ روکا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا کہ اخنس کی روایت یہ ہے کہ جب قریش کے مذکورہ بالا لوگ جمع ہو کر جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور ان کی ان سے مذکورہ بالا گفتگو ہوئی تو جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بلا کر قریش کے اور اپنے مابین گفتگو آپ کو سنائی پھر بولے: "تم میرے ساتھ ضرور رہو اور میں تمہاری ہر طرح امداد و اعانت اور حفاظت کا وعدہ بھی تم سے کرتا ہوں لیکن اپنے دین و مذہب کے اظہار کے سلسلے میں اتنا بوجھ پر مت ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں۔" اپنے چچا جناب ابو طالب کی زبان سے یہ گفتگو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک لمحہ کے لئے خاموش رہے اور پھر گریہ فرماتے ہوئے ان سے بولے: "چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ کر مجھ سے کہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے باز آجاؤں تو میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔" آپؐ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر

جناب ابو طالب نے آپؐ کو اپنے قریب بلایا جب آپؐ ان کے قریب ہو گئے تو وہ آپؐ کو پیار کر کے بولے: "اے میرے بھائی کے بیٹے! تم جو چاہو کہو اور جو چاہو کرو میں آئندہ تمہیں اس پر کبھی نہیں ٹوکوں گا۔"
ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مشرکین قریش نے یہ دیکھا کہ جناب ابو طالب آپؐ کو اظہار اسلام سے روکنے پر تیار نہیں ہیں بلکہ وہ اس سلسلے میں اپنی قوم کی مخالفت اور عداوت مول لینے پر بھی آمادہ نظر آتے ہیں تو وہ سب مل کر آخری بار عمارہ بن ولید بن مغیرہ کی سربراہی میں ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: "اے ابو طالب! آپ عمارہ بن ولید سے جو اس وقت بطور ہمارے سربراہ کے ہمارے ساتھ آئے ہیں اچھی طرح واقف ہیں اور ان کی حیثیت اور قریش میں ان کے بلند مرتبے سے بھی بخوبی آگاہ ہیں' لہٰذا آپ ان کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے ان کی اور ہماری مدد کیجئے۔ رہی یہ بات کہ آپ نے اپنے بھائی کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اسے آپ جانیں لیکن وہ جو اپنی قوم بلکہ خود آپ سے منحرف ہو کر ہمارے اور آپ کے دین و مذہب اور ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے لگا ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ وہ صرف ایک ہی شخص تو ہے اس کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا بلکہ اس نے جو ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا ہے بلکہ ساری قوم میں افتراق و اشتقاق کے بیج بو کر فتنہ و فساد پیدا کر دیا ہے اس سے ان تمام باتوں کا خاتم ہو جائے گا۔" اس طویل گفتگو کا جواب جناب ابو طالب نے صرف اتنا دیا: "بڑے غضب کی بات ہے' فرض کرو میں تم میں سے کسی کے بیٹے کو صرف اپنی مخالفت کی بنا پر اس سے لے کر قتل کرنا چاہوں تو کیا وہ شخص اس بات پر میری دلجوئی کی خاطر راضی ہو جائے گا؟ پھر تم خود سوچو کہ میں اپنے لخت جگر کو تمہارے کہنے سے صرف تمہاری خوشنودی کے لئے تمہارے ہاتھوں کس طرح قتل کرا سکتا ہوں میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا نہ کروں گا۔"
جناب ابو طالب کا یہ جواب سن کر وہ سب لوگ یک زبان ہو کر بولے: "اے ابو طالب! تم اپنی قوم میں (صرف ایک شخص کے لئے) تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہو بلکہ تم نے اپنے بھتیجے کی خاطر ساری قوم کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔" مشرکین قریش کی طرف سے اس گفتگو میں سب سے پیش پیش مطعم تھا جو بنی حرب اور بنی عبد مناف کی اس طرح تذلیل پر سب سے زیادہ غصے میں تھا۔
جناب ابو طالب نے سب سے زیادہ مطعم کی گفتگو کو بنیاد بنا کر اس واقعے کے سلسلے میں جو اشعار کہے تھے وہ ادبیات اور تاریخ عرب میں آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ ابن ہشام نے دو بیت کے علاوہ سب لکھ دیئے ہیں۔ (البدایہ جلد ۳ ص ۹۴ سطر ۱۰)

یہودی وفد کے سوالات

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

حاضر ہوئی۔ ان لوگوں نے کہا کہ ابو القاسم ہم سے وہ چند خصلتیں بیان کیجئے جو ہم آپ سے دریافت کریں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا۔

آپؐ نے فرمایا: کہ جو چاہو دریافت کرو لیکن میرے لئے اللہ کو ذمہ دار کر دو اور جو عہد یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا وہ مجھ سے کرو کہ اگر تم میں سے کچھ بیان کروں اور تم اسے سمجھ لو تو تم بالضرور اسلام پر میری پیروی کرو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ کے لئے (منظور) ہے۔

فرمایا: تو پھر جو چاہو پوچھو۔

انہوں نے کہا وہ چار باتیں بتایئے جو ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔

ہمیں بتایئے کہ وہ کون سا کھانا تھا جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے توریت نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حلال کرلیا تھا؟

عورت کی منی کی مرد کی منی سے کیا کیفیت ہوتی ہے اور اس سے لڑکا کیسے ہوتا ہے اور لڑکی کیسے ہوتی ہے؟

سونے میں ان نبی امی کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور کون فرشتہ ان کا دوست ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

تم پر اللہ کا عہد لازم ہے۔ اگر میں تمہیں بتاؤں گا تو تم ضروری میری پیروی کرو گے۔

چنانچہ آپؐ نے جو عہد و پیان چاہا انہوں نے کرلیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسٰیؑ پر توریت نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل (یعنی) یعقوبؑ سخت بیمار ہو گئے۔ اور ان کی علالت طول پکڑ گئی تو انہوں نے اللہ کے واسطے نذر مانی کہ اگر اللہ انہیں شفا دے گا تو وہ اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اور جو سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اپنے اوپر) حرام کرلیں گے۔ ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اونٹ کا گوشت) اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اونٹ کا دودھ تھا۔

ان لوگوں کے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ تو ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسٰیؑ پر توریت نازل فرمائی۔

کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے پھر ان میں

سے جو غالب ہوتی ہے اللہ کے حکم سے بچہ اور شباہت اس کی ہوتی ہے اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا قلب نہیں سوتا۔

ان لوگوں نے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ ان پر گواہ رہنا۔

ان لوگوں نے کہا: اب آپ ہم سے یہ بیان کر دیجئے کہ کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے، بس اسی وقت ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یا آپؐ کو چھوڑ دیں گے۔

آپ نے فرمایا: میرے دوست جبرئیلؑ ہیں اور کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جس کے وہ دوست نہ ہوں۔

انہوں نے کہا: اس حالت میں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ کا دوست جبرئیلؑ کے سوا اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ضرور آپؐ کی پیروی کرتے اور آپؐ کی تصدیق کرتے۔

آپؐ نے فرمایا:

اب تمہیں میری تصدیق کرنے سے کونسا امر مانع ہے؟

ان لوگوں نے کہا: جبرئیلؑ ہمارے دشمن ہیں۔

اس بات پر اللہ جل شانہ نے فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (الی قولہ) كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبرئیلؑ کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) کیونکہ انہوں نے تو قرآن کو آپ کے قلب پر خدا کے حکم سے نازل کیا ہے۔ الخ) اسی بات پر ان لوگوں نے (اپنے اوپر) غضب پر غضب نازل کرایا۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۴۲ سطر۱۲)

مالکانہ استحقاق

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ انہیں کے پاس قیلولہ فرمایا۔ جب ٹھنڈا وقت ہو گیا تو وہ لوگ اپنا ایک دیہاتی ست رفتار گدھا لائے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک چادر کسی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سوار ہوئے۔ سعد نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بٹھا دیں تاکہ وہ گدھے کو واپس لے آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر تم ان کو میرے ساتھ بھیجنے ہی والے ہو تو انہیں میرے آگے سوار کرو۔

سعد نے کہا نہیں یا رسولؐ اللہ آپ کے پیچھے ہی بٹھاؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سواری کے مالک ہی اس کے آگے کے حصے کے زیادہ مستحق ہیں۔ سعد نے کہا کہ میں انہیں آپؐ کے ہمراہ نہیں بھیجوں گا، لیکن آپؐ خود گدھے کو لوٹا دیجئے۔

چنانچہ آپؐ نے خود اسے لوٹا دیا۔ اس کی رفتار کی یہ کیفیت تھی کہ خوش رفتار اور اتنا تیز رو ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی (جانور) نہیں چل سکتا تھا۔

منافقین کیلئے دعائے استغفار

ثابت البنانی سے مروی ہے کہ منافقین جب جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے یہ کہا اور یہ کہا۔ لہٰذا تم لوگ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو۔ اور میں بھی تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے۔

آپؐ نے تین مرتبہ استغفار فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ جب اس پر بھی کھڑے نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ضرور بالضرور کھڑے ہو ورنہ میں تمہیں نام بنام بتا دوں گا۔

(اس پر بھی نہ اٹھے) تو آپ نے فرمایا: اے فلاں شخص اٹھ۔ چنانچہ وہ لوگ شرمندہ ہو کر چہرہ چھپائے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بارش کے لئے دعا

انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جمعے کے روز میں منبر کے پاس کھڑا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے بعض اہل مسجد نے کہا:

یا رسولؐ اللہ بارش روک لی گئی ہے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پانی دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

ہم لوگ آسمان پر ذرا سا بھی ابر نہیں دیکھتے تھے مگر اللہ نے ابر کو جمع کر دیا اور اس نے ہم پر خوب پانی برسایا۔ میں نے مضبوط سے مضبوط آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دل میں پریشان تھا۔ کیونکر اپنے متعلقین کے پاس جائے گا۔ سات دن تک اس طرح بارش ہوتی رہی کہ وہ تھمتی نہ تھی۔

دوسرے جمعہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا:

یا رسولؐ اللہ مکانات گر گئے اور مسافر رک گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس کو ہم سے اٹھا لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کے فرمایا:

اللھم حوالینا و لا علینا (اے اللہ ہمارے اطراف برسے اور ہم پر نہ برسے)

ابر ہمارے سروں پر تھا وہ اس طرح پھٹ گیا کہ گویا ہم لوگ ایسی جگہ ہیں کہ ہمارے ارد گرد بارش ہوتی ہے اور ہم پر نہیں برستی۔

رسولؐ اور صحابہ رسولؐ کی دعوت

ثابت سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے اپنا تھوڑا سا کھانا تیار کیا۔ شوہر سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جاؤ، آپؐ کو دعوت دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ بات خفیہ طور پر کہو۔

وہ آئے اور عرض کیا:

یا رسولؐ اللہ فلاں خاتون نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب لوگوں سے فرمایا کہ فلاں کے والد کی دعوت قبول کرو۔

انہوں نے کہا میں آیا اور میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے متعلقین کے پاس جو کچھ چھوڑا تھا اس کی وجہ سے میرے قدم میرا ساتھ نہیں دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں کو لے آئے ہیں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہماری تو فضیحت ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب لوگوں کو اپنے ہمراہ لے آئے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہنا۔ انہوں نے کہا میں نے تو یہی کہا بیوی نے کہا تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود زیادہ جانتے ہیں۔

سب لوگ آ گئے یہاں تک کہ گھر بھر گیا حجرہ بھی بھر گیا۔ اور وہ لوگ گھر کے احاطے میں بھی تھے (کھانے کی کوئی چیز) مٹھی بھر کر لائی گئی اور رکھ دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے برتن میں پھیلانے لگے۔ اور فرمانے لگے کہ ماشاء اللہ (پھر لوگوں سے) فرمایا کہ قریب آؤ اور کھاؤ' جب ایک کا پیٹ بھر جائے تو وہ اپنے ساتھ کے لئے جگہ خالی کر دے۔

ایک آدمی (کھا کر) اٹھنے لگا اور دوسرا (اس کے مقام پر) بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ رہا جو شکم سیر نہ ہو گیا ہو۔

آپؐ نے فرمایا اہل حجرہ کو بلاؤ بیٹھنے والا بیٹھنے لگا۔ اور کھڑا ہونے والا کھڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بھی شکم سیر ہو گئے' آپ نے فرمایا احاطہ والوں کو بلاؤ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا' کھانا برتن میں اسی طرح باقی رہا جس طرح کہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اہل خانہ سے) کہ کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو کھلاؤ۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۴۴ سطر ۴)

آب وضو کا معجزہ

ثابت سے مروی ہے کہ میں نے ان سے کہا: اے ابو حمزہ ان عجائبات (معجزات) میں سے جن میں آپ خود موجود ہوں اور جن کو آپ کسی اور کی روایت سے نہ بیان کریں ہم سے کچھ بیان کیجئے۔

انہوں نے کہا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نشست گاہوں پر بیٹھ گئے۔ جن پر جبرئیلؑ آیا کرتے تھے۔ بلال آئے اور عصر کی اذان کہی۔ ہر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کے متعلق مدینے میں تھے۔ تاکہ قضائے حاجت کرے اور وضو کا پانی حاصل کرے۔

مہاجرین کے چند لوگ رہ گئے جن کے متعلقین مدینے میں نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کشادہ پیالہ لایا گیا جس میں پانی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری ہتھیلی برتن میں نہ سما سکی تو آپؐ نے ان چار انگلیوں کو برتن میں گھما کر فرمایا کہ قریب آؤ اور وضو کرو' آپ کا ہاتھ برتن ہی میں تھا لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جس نے وضو نہ کر لیا ہو۔

ثابت نے کہا کہ میں نے (انس سے) پوچھا۔ اے ابو حمزہ آپ کے خیال میں وہ لوگ کتنے تھے (جنہوں نے اس ایک برتن سے وضو کیا) انہوں نے کہا ستر اسی کے درمیان تھے۔

انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے پانی مانگا وہ آپ کے پاس ایک کشادہ پیالے میں لایا گیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح ابلنے لگا گویا وہ چشمے ہیں' ہم سب نے پیا (اور

بروایت خالد) ساری جماعت وضو کرنے لگی۔
انسؓ نے کہا: میں نے اس جماعت کا اندازہ کیا تو ستر سے اسی تک رہے ہوں گے۔
انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ نماز کا وقت آگیا تو مسجد کے پڑوسی اٹھ کر وضو کرنے لگے اور ستر اسی کے درمیان تک لوگ رہ گئے جن کے مکانات دور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طشت منگایا جس میں پانی تھا۔ لیکن بھرا ہوا نہ تھا۔ آپ نے اپنے انگلیاں اس میں ڈال دیں اور آپ (اس برتن میں) ان لوگوں کے پاس پہنچانے لگے اور فرمانے لگے کہ وضو کرو سب نے وضو کر لیا اور برتن میں جتنا پانی تھا اتنا ہی باقی رہا۔
انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے چلے، ہمراہ اصحاب میں سے بھی کچھ لوگ تھے یہ لوگ چلتے رہے، نماز کا وقت آگیا تو اس جماعت کو کوئی چیز نہ ملی جس سے وضو کریں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں کوئی چیز نہیں ملتی جس سے وضو کریں لوگوں کے چہروں سے اس کی ناگواری نظر آتی تھی ایک شخص گیا اور ایک پیالہ لیا جس میں بہت پانی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لیا اور وضو کیا، آپ نے چاروں انگلیاں اس پیالے میں پھیلا کر فرمایا تم لوگ آؤ، ساری قوم نے وضو کیا انسؓ سے دریافت کیا گیا کہ یہ لوگ کتنے تھے تو انہوں نے کہا کہ ستر یا اسی کے قریب۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۷۴ سطر ۴)

حوض کے پانی میں اضافہ

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب حدیبیہ آئے تعداد میں ہم چودہ سو آدمی تھے حوض پر پچاس بکریاں بھی تھیں جن کو وہ حوض سیراب نہ کر سکتا تھا۔ تو پھر چودہ سو آدمیوں کو اس کا پانی کیا کافی ہو سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض پر بیٹھ گئے آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا۔ یا دعاء کی (راوی کو یاد نہیں رہا) تو وہ جوش مارنے لگا چنانچہ ہم نے پیا اور پلایا اور بھر لیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۴۸ سطر ۱۴)

بھیڑ کے دودھ میں برکت

نافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں چار سو کی تعداد میں آدمی تھے آپ نے ہمیں ایسی منزل میں اتارا جہاں پانی نہ تھا، مسلمانوں کو سخت تکلیف تھی۔ لوگوں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قیام فرما دیا۔ تو سب نے بھی قیام کر دیا یکایک ایک تیز دھار کے سینگوں والی بھیڑ سامنے آئی جو چل رہی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دودھ دوہا' آپ نے سارے لشکر کو شکم سیر کر دیا اور خود بھی سیراب ہو گئے۔ فرمایا کہ اے نافع اسے روک لینا۔ مگر میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے۔
نافع نے کہا جب رسول اکرمؐ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ مرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے تو میں نے ایک لکڑی لی اور زمین میں گاڑ دی ایک رسی لی اور اس بھیڑی کو باندھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب لوگ سو گئے۔ میں بھی سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اتفاق سے رسی کھلی ہوئی تھی اور بھیڑی نہ تھی' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی۔ میں نے کہا کہ بھیڑ چلی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے نافع کیا میں نے تمہیں آگاہ نہیں کر دیا تھا کہ تم اسے روک نہ سکو گے۔ جو اسے لایا تھا وہی اسے لے بھی گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۴۸ سطر آخر)

فاقہ سے نجات

عبدالرحمنؒ بن ابی عمرة الانصاری نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں پر فاقہ کی مصیبت آگئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بعض سواروں کو ذبح کرنے کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ اس ذریعہ سے اللہ ہمیں (منزل تک) پہنچا دے گا۔
عمرؓ بن الخطاب نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دینے کا قصد کیا ہے تو عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر سواریاں ذبح کر دی جائیں گی تو ہماری کیا کیفیت ہو گی کل صبح کو ہم بھوکے اور پیاسے دشمن کا مقابلہ کریں گے آپ کی رائے ہو تو لوگوں سے ان کا بقیہ توشہ منگائیے اور اسے جمع کیجئے اور اللہ سے برکت کی دعا کیجئے۔ بے شک ہمیں اللہ آپ کی دعا سے پہنچا دے گا۔ آپ کی دعا میں ہمیں برکت دے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کا بقیہ توشہ منگایا تو لوگ ایک مٹھی اور اس سے زیادہ غلہ لانے لگے' سب سے بڑی مقدار میں جو لایا وہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جمع کرایا' کھڑے ہوئے' جو دعا اللہ کو منظور تھی مانگی' لشکر کو مع سامان ان کے برتنوں کے بلایا اور حکم دیا کہ وہ چنگل سے بھریں سارے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ بچا

جس کو انہوں نے بھر نہ لیا ہو' اس پر بھی بچ رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا مسکرائے کہ آپ کی کچلیاں کھل گئیں۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ مومن ان دونوں کلمات کے (عقیدے کے) ساتھ قیامت میں اللہ سے ملے گا تو اس سے دوزخ روک دی جائے گی۔ (طبقات ابن سعد جلدا ص ۲۴۰ سطر ۹)

ابو قتادہ کے لئے رسولؐ اللہ کی دعا

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ ایک شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وعظ سنایا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اسی شب کو رات بھر چلو گے اور صبح کو انشاء اللہ پانی (منزل) پر پہنچو گے' لوگ اس کیفیت سے روانہ ہوئے کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں چل رہا تھا۔

آدھی رات گذر گئی تو یکایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آگئی۔ آپ اپنی سواری پر جھک گئے بغیر اس کے کہ میں آپ کو بیدار کرتا آپ کو سہارا لگا دیا۔ آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم روانہ ہوئے۔

جب پچھلی شب کا آخری حصہ ہوا تو آپ اس قدر جھک گئے جو پہلی دونوں مرتبہ سے بہت زیادہ تھا' جب قریب تھا کہ آپ ڈھلک جائیں گے' پھر میں نے آپ کو سہارا دے دیا۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا' اور فرمایا کہ یہ کون ہے میں نے کہا ابو قتادہ۔ آپ نے فرمایا تمہارا اس طرح میرے ہمراہ چلنا کب سے ہے میں نے کہا میرا اس طرح آپ کے ہمراہ چلنا برابر رات ہی سے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس طرح حفاظت کرے گا جس طرح تم نے اس کے نبی کی ہے۔ (طبقات ابن سعد جلدا ص ۲۵۰ سطر ۲)

قضائے نماز کے لئے ہدایت

پھر فرمایا کہ ہم لوگ حریفوں سے مخفی رہیں گے۔ کیا تم کسی کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ وہ منزل میں آرام کر کے سفر کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ایک شتر سوار یہ ہیں' پھر میں نے کہا ایک شتر سوار یہ ہیں' پھر ہم جمع ہو گئے۔ اور ہم سب سات شتر سوار تھے۔ نبی علیہ السلام راستہ سے ہٹ گئے۔ اپنا سر آرام کے لئے رکھ دیا اور فرمایا کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا کہ کہیں سونے سے قضا نہ ہو جائے۔ سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ سورج نکلنے کی وجہ سے بیدار ہوا' ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے' آپ نے فرمایا کہ سب

لوگ سوار ہو جائیں' ہم لوگ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب بلند ہو گیا تو آپؐ اترے وضو کا برتن مانگا۔ جو میرے پاس تھا اور اس میں پانی تھا۔

ہم لوگوں نے وضو سے کم وضو کیا۔ اور اس (برتن) میں کچھ پانی بچ گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو قتادہ ہمارا وضو کا یہ برتن اچھی طرح رکھنا کیونکہ اس کے لئے ایک عظیم الشان خبر ہو گی نماز کی اذان کہی گئی تو نبی علیہ السلام نے دو رکعتیں فجر سے پہلے پڑھیں آپ نے اسی طرح فجر کی نماز پڑھی جس طرح آپ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم سب لوگ سوار ہو گئے۔ بعض لوگ سرگوشی کرنے لگے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر سرگوشی کر رہے ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا رسولؐ اللہ ہم اپنی نماز میں اپنی کوتاہی کے بارے میں سرگوشی کر رہے ہیں جس کا وقت گذر گیا ہے۔ اور ہم سوتے رہے۔ فرمایا:

کیا میرے اندر تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم سے وقت فوت ہو گیا اسی طرح مجھ سے بھی فوت ہو گیا) بے شک سو جانے میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں ہے بلکہ یہ تو معذوری ہے کہ آنکھ ہی نہ کھلی۔ لیکن کوتاہی اس شخص کی ہے جو اس نماز کو ادا نہ کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ جو ایسا کرے (کہ وقت پر نہ پڑھ سکے) تو اسے چاہئے اس وقت کی نماز جب بیدار ہو پڑھ لے' جب دوسرا دن ہوا تو وقت پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں لوگوں نے کیا کیا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ وہ اپنے نبی کو نہ پائیں گے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ نے لوگوں کو تسلی کے لئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو دھمکاتے ہیں۔ آپ ایسے نہیں ہیں کہ تمہیں چھوڑ جائیں' لوگوں نے کہا نبی علیہ السلام تمہارے سامنے ہیں اگر تم ابوبکرؓ' عمرؓ کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

نظم و ضبط کی ہدایت

جس وقت ہر چیز گرم ہو گئی یا جس وقت دن بلند ہو گیا ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسولؐ اللہ ہم پیاس کے مارے مر گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم پر ہلاکت نہ آئے گی۔ آپ نے قیام فرمایا' اور فرمایا کہ میرے لئے میرا چھوٹا پیالہ چھوڑ دو آپ نے وضو کا برتن مانگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے برتن میں پانی انڈیلنے لگے اور میں لوگوں کو پلانے لگا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ پانی کم ہے تو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تم

میں ہر شخص سیراب ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انڈیلتے اور میں لوگوں کو پلانے لگا۔ یہاں تک کہ میرے اور آنحضرتؐ کے سوا کوئی باقی نہ بچا' آپ نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا کہ پیو' عرض کی یا رسولؐ اللہ تاوقتیکہ آپ نہ نوش فرمائیں گے میں نہیں پیوں گا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم کا ساقی قوم کے آخر میں پیتا ہے' چنانچہ میں نے بھی پیا اور نبی علیہ السلام نے بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ لوگ پانی کے پاس بکثرت سیراب ہو کر آئے۔

عبداللہ بن رباح نے کہا کہ میں تمہاری اس جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کرتا ہوں جب مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ دیکھو اے نوجوان کہ تم کیونکر حدیث بیان کرتے ہو کیونکہ اس شب میں بھی ایک سوار تھا' راوی نے کہا اے ابو نجد کیا آپ زیادہ جانتے ہیں' پوچھا' آپ کن لوگوں میں سے ہیں' میں نے کہا انصار میں سے' انہوں نے کہا تب تو آپ لوگ اپنی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں' آپ قوم سے حدیث بیان کیجئے۔ میں نے قوم سے حدیث بیان کی تو عمران نے کہا میں بھی اس شب موجود تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اس حدیث کو اس طرح یاد کیا ہو جس طرح آپ نے یاد کیا ہے۔

کھجور کے درخت کو دعوت

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کہا' آپ کس سبب سے نبی ہیں۔

فرمایا' اگر میں کھجور کے درخت کی کسی چیز کو دعوت کروں اور وہ میری دعوت قبول کرے تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے' اس نے کہا جی ہاں' آپ نے اس کو دعوت کی اور اس نے آپ کی دعوت قبول کی تو وہ شخص آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہمیں حدیبیہ میں پیاس کی شدت آئی تو ہم لوگ گھبرائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' آپ کے سامنے ایک مٹی کی ہانڈی تھی' جس میں پانی تھا' اس میں آپ نے اس طرح اپنی انگلیاں پھرائیں اور فرمایا کہ بسم اللہ' لو پھر پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا گویا وہ چشمے ہیں' وہ ہم سب کو کافی ہو گیا اور سب کو پہنچ گیا' ہم نے پیا اور وضو کیا۔

میں نے آنحضرتؐ کے متعلقین کے لئے ایسے برتن کی طرف رخ کیا جس میں ان لوگوں کی دودھ دوہنے کی خواہش نہ تھی' اس میں میں نے اتنا دودھ دوہا کہ جھین برتن کے اوپر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے مقداد کیا تم نے آج شب کو اپنے حصے کا شربت (دودھ) نہیں پیا (جو اس قدر لے آئے۔) عرض کی یا رسولؐ اللہ نوش فرمایئے۔ آپ نے نوش فرمایا مجھے دیا تو میں نے کہا یا

رسول اللہ آپ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا پھر مجھے دیا جو بچا تھا وہ میں نے پی لیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیراب ہو گئے اور آپ کی دعا کی برکت مجھے پہنچ گئی۔ تو میں اتنا ہنسا کہ زمین پر لوٹ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مقداد یہ بھی تمہاری ایک برائی ہے عرض کیا یا رسول اللہ میرا یہ معاملہ ہوا اور میں نے یہ کیا (یعنی شیطان کا واقعہ بیان کر دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بھی اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہی تھی۔ کیا تم میرے قریب نہیں لائے تھے تاکہ اپنے دونوں ہمراہیوں کو بیدار کرو اور وہ بھی اس (دودھ) میں سے کچھ پا جائیں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب آپ اسے (دودھ کو) پا گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پا گیا تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کس نے اسے پایا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۵۳ سطر آخر)

عبداللہ بن مسعود کا قبول اسلام

قاسم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں اپنے متعلقین کی بکریاں (جنگل میں) چرا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے۔ میں نے کہا نہیں' آپؐ نے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن کو چھوا تو دودھ اتر آیا' چنانچہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۵۴ سطر ۱۳)

حضرت سلمان فارسی کی آزادی

سلمان سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کسی صحابی کے جنازے میں تھے۔ جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میرے پیچھے گھوم جاؤ۔ آپ نے اپنی چادر اتار دی' میں نے مہر نبوت دیکھی اور اسے بوسہ دیا پھر میں گھوم کر آپ کے پاس آگیا۔ اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ (اپنے آقا سے) مکاتیب کر لو یعنی بعد ادائے زر ثمن اپنی آزادی کی دستاویز دکھا دو۔

میں نے تین سو پھل دینے والی کھجور کی قلمیں اور چالیس اوقیہ (ڈیڑھ سیر سے زائد) سونے پر مکاتیب کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ لوگ ایک ایک دو دو تین تین قلمیں لاتے تھے' یہاں تک کہ تین سو قلمیں جمع ہو گئیں۔

عرض کی مجھے ان کے پھل لانے پر کیونکر قدرت ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کے بونے کے لئے اپنے ہاتھ سے گڑھے کھودو' میں نے گڑھے کھودے' آپ کے پاس آیا تو آپ میرے ہمراہ تشریف لائے اور انہیں اپنے ہاتھ سے رکھ دیا' ان میں سے ایک درخت بھی پھل دینے سے نہ بچا اور سونا (ادا کرنا) رہ گیا۔ میں جس وقت آنحضرتؐ کے پاس تھا تو کبوتر کے انڈے کے برابر زکواۃ کا سونا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ فارسی مکاتیب غلام (یعنی مسلمان) کہاں ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ لواس میں سے ادا کرو۔ عرض کی یہ مجھے کیونکر کافی ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان سے اسے چھوا۔ میں نے اس سے چالیس اوقیہ (اپنے آقا کو) تول دیا اور جتنا لوگوں کو دیا تھا۔ اتنا ہی میرے پاس بچ گیا۔
(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۵۴ سطر آخر)

یہودی مریض کا قبول اسلام

ابو صخرا العقیلی سے مروی ہے کہ میں مدینے گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کے آگے چل رہے تھے آپ ایک یہودی پر گزرے جس کے پاس ایک دفتر تھا۔ اس میں توریت تھی۔ وہ اپنے ایک مریض بھتیجے کو پڑھ کر سنا رہا تھا جو اس کے سامنے تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے یہودی میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ کر دیا۔ کیا تو اپنی توریت میں میری صفت و ذکر اور میرے ظہور کا مقام پاتا ہے' اس نے اپنے سر کے اشارہ سے کہا۔ نہیں۔
اس کے بھتیجے نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ کر دیا کہ بے شک یہ شخص اپنی کتاب میں آپ کی نعت اور آپ کا زمانہ اور آپ کی صفت اور آپ کے ظہور کا مقام (لکھا ہوا) پاتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس یہودی کو اپنے ساتھی کے پاس سے اٹھا دو' اس نوجوان کی روح قبض کر لی گئی۔ تو نبی علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔

رسولؐ اللہ اور ام معبد

بنی جمح کے ایک شخص سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام (دوران ہجرت میں) ام معبد کے پاس آئے تو

دریافت فرمایا کہ ضیافت کی کوئی چیز ہے؟ ام معبد نے کہا نہیں۔
آپ اور ابوبکرؓ وہاں سے ہٹ گئے۔ شام کو ان کے بیٹے بکریوں کو (جنگل سے چرا کر) لائے تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ یہ مجمع کیسا ہے جو مجھے دور بیٹھا ہوا نظر آ رہا ہے انہوں نے کہا کہ ایک قوم ہے جنہوں نے ہم سے مہمانی (ضیافت) طلب کی تو میں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی چیز ضیافت کی نہیں ہے۔
ان کے بیٹے ان حضرات کے پاس آئے اور عذر کیا اور کہا کہ وہ ایک ضعیف عورت ہیں اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو وہ ہمارے پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بکریوں میں سے ایک بکری میرے پاس لے آؤ وہ گئے اور ایک بکری پکڑی جو بچہ تھی ان کی والدہ نے کہا تم کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا ان دونوں (آنحضرتؐ و ابوبکرؓ) نے مجھ سے بکری مانگی ہے۔ ام معبد نے کہا کہ یہ لوگ اسے کیا کریں گے۔ بیٹے نے کہا جو چاہیں گے۔ نبی علیہ السلام نے اس کے تھن اور این پر ہاتھ پھیرا تو اس کے دودھ اتر آیا۔ آپ نے دوہا یہاں تک کہ ایک بڑا پیالہ بھر گیا اور آپؐ نے اسے اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا چھوڑا جس طرح وہ تھی۔ فرمایا کہ اسے اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ۔ اور اپنی بکریوں میں سے میرے پاس دوسری بکری لے آؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس دودھ کا پیالہ لائے تو پوچھا یہ تمہیں کہاں سے مل گیا انہوں نے کہا کہ فلاں بکری کا دودھ ہے۔
ام معبد نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کے تو کبھی بچہ بھی نہ ہوا۔ لات کی قسم میں اس شخص کو یہ گمان کرتی ہوں کہ وہ نئے دین والے ہیں جو مکے میں تھے۔ ام معبد نے دودھ پیا' ان کے بیٹے آپ کے پاس ایک دوسری بکری لائے۔ جو بچہ تھی۔ آپ نے اس کا بھی دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ بڑا پیالہ بھر گیا اور اسے اسی طرح دودھ بھرا ہوا چھوڑا جیسی کہ وہ تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی پیو۔ انہوں نے بھی پیا۔
فرمایا میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپؐ کے پاس لائے تو آپ نے دوہا اور ابوبکرؓ کو پلایا' پھر فرمایا کہ میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپؐ کے پاس لائے آپ نے دوہا اور نوش فرمایا اور ان سب بکریوں کو اسی طرح دودھ بھرا چھوڑا جیسی کہ وہ ہو گئی تھیں۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۵۶ سطر۲)

ایک اونٹ کی درخواست

حسن سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی مسجد میں تھے ایک بھڑکنے والا اونٹ آیا اس نے اپنا سر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آغوش میں رکھ دیا اور بلبلانے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ کہتا ہے کہ ایک شخص کا ہے جو اس کو اپنے والد کی جانب سے کھانے میں ذبح کرنا

چاہتا ہے یہ فریاد کرنے آیا ہے۔
ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ فلاں شخص کا اونٹ ہے اور اس نے اس کے متعلق یہی ارادہ کیا ہے نبی علیہ السلام نے اس شخص کو بلایا اور دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا ارادہ اس اونٹ کے متعلق یہی ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس سے سفارش فرمائی کہ وہ اسے ذبح نہ کرے جو اس نے منظور کر لیا۔
جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علیؓ نے کہا ایک رات کو ہم لوگ بغیر شب کھانا کھائے ہوئے سو گئے صبح کو اٹھ کر باہر گیا۔ واپس آیا تو دیکھا فاطمہ علیہا السلام رنجیدہ تھیں۔ میں نے کہا آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا آج نہ تو ہم نے رات کا کھانا کھایا اور نہ دن کا کھانا کھایا اور نہ ہمارے پاس رات کا کھانا ہے۔
میں نکلا اور تلاش کیا تو کچھ مل گیا جس سے میں نے غلہ اور ایک درہم کا گوشت خریدا فاطمہؓ کے پاس لایا تو انہوں نے روٹی اور سالن پکایا جب وہ ہانڈی پکانے سے فارغ ہوئیں تو کہا کاش آپ میرے والد کے پاس جا کر انہیں بلا لاتے۔
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ جو مسجد میں کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ اے اللہ میں بھوک سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہمارے پاس کھانا ہے۔ لہٰذا تشریف لائیے۔ آپؐ نے میرے اوپر سہارا لگایا یہاں تک کہ اندر تشریف لائے ہانڈی ابل رہی تھی۔
آپؐ نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے سالن نکالو۔ انہوں نے ایک پیالے میں نکالا۔
فرمایا کہ حفصہ کے لئے سالن نکالو۔ انہوں نے ایک پیالے میں سالن نکالا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپؐ کی نو بیویوں کے لئے سالن نکالا۔
فرمایا کہ اپنے بیٹے کے لئے اور اپنے شوہر کے لئے سالن نکالو۔ اس کی بھی تعمیل کی۔
فرمایا کہ تم نکالو اور کھاؤ۔ انہوں نے سالن نکالا۔ ہانڈی چڑھا دی گئی اور وہ بھری ہوئی تھی چنانچہ جتنا اللہ نے چاہا ہم نے اس میں سے کھایا۔

ہجرت حبشہ کا بیان

شیخ طبرسی، علی ابن ابراہیم اور دوسرے محدثین نے بیان کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت تبلیغ کو قوت حاصل ہوئی اور کچھ لوگ آنحضورؐ کے دین میں شامل ہو گئے، کفار قریش نے آپس میں اتفاق کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کو آزار و تکلیفیں پہنچائیں، شاید وہ آنحضرتؐ کے دین سے پلٹ

آئیں۔ یہ مشورہ کر کے ہر قبیلہ کے لوگ اپنے قبیلہ کے ان لوگوں کو اذیتیں دینے پر آمادہ ہوئے جو مسلمان ہو گئے تھے اور چونکہ آنحضرتؐ ابھی خدا کی جانب سے کافروں کے ساتھ جہاد پر مامور نہ ہوئے تھے بعثت کے پانچویں سال خدا کے حکم سے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا اور فرمایا کہ بادشاہ حبشہ جس کو نجاشی کہتے ہیں اور اس کا نام اصحمہ ہے وہ نیک بادشاہ ہے وہ نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم پر راضی ہوتا ہے اس کے پاس چلے جاؤ اور اس کی پناہ میں رہو۔ یہاں تک کہ خداوند کریم مسلمانوں کو کشائش بخشے۔ ان کی ہجرت میں مصلحتیں تھیں جو نجاشی اور اہل حبشہ کے اسلام کا سبب ہوئیں اور ان کا اسلام لانا مسلمانوں کی قوت کا باعث ہوا۔ غرض گیارہ مرد اور چار عورتیں پوشیدہ طور سے مکہ سے نکل کر حبشہ روانہ ہوئے۔ ان میں عثمان بھی تھے اور آنحضرتؐ کی ربیبہ دختر بھی تھیں جو ان کی زوجہ تھیں اور زبیرؓ عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو حذیفہ، ان کی زوجلہ سہلہ، مصعب بن عمرؓ ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ، ام سلمہ دختر ابو امیہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابو خثیمہ، خاطب بن عمرو اور سہیل بن بیضا تھے۔ یہ سب لوگ اکیلے اکیلے خفیہ طور پر روانہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارے پہنچے تجار کی ایک کشتی وہاں موجود تھی اس میں سوار ہو کر حبشہ کی طرف چلے۔ کفار قریش کو معلوم ہوا تو ان کے پیچھے دوڑے لیکن ان کو نہ پا سکے۔ وہ لوگ ماہ شعبان اور ماہ رمضان میں نجاشی کے ملک میں رہے اور ماہ شوال میں واپس آ گئے اور ہر ایک اہل مکہ میں سے ایک شخص کی امان داخل ہوئے سوائے ابن مسعود کے وہ حبشہ کی طرف واپس چلے گئے۔ اس ہجرت کے سبب مسلمانوں پر اہل مکہ کی جانب سے زیادہ سختی ہونے لگی اور ان پر ظلم و ستم زیادہ ہونے لگا۔ پھر دوسری مرتبہ حضرتؐ نے بحکم خدا ان کو اجازت دی تو وہ لوگ حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ اور علی بن ابراہیم کی روایت کے مطابق اس مرتبہ حضرت جعفر بن ابی طالبؑ بہتر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ جو لوگ حبشہ گئے تھے ان کی مجموعی تعداد بیاسی تھی۔ جو بچوں اور عورتوں کے سوا صرف مرد ہی مرد تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ گیارہ عورتیں ان کے ساتھ گئی تھیں اس مرتبہ کفار قریش نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن الولید کو ہدیئے اور تحفے دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ ان لوگوں کو واپس لائیں عمرو بن عاص اور عمارہ میں دشمنی تھی قریش نے صلح کرا دی تھی۔ عمارہ بہت خوبصورت جوان تھا۔ عمرو عاص اپنی زوجہ کو ساتھ لے گیا تھا۔ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو دونوں نے شراب پی اور عمارہ نے عمرو سے کہا کہ اپنی زوجہ سے کہے کہ میرا بوسہ لے۔ عمرو نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری زوجہ تیرا بوسہ لے۔ جب عمرو بھی مست ہو گیا اور وہ کشتی کے کنارہ پر بیٹھا ہوا تھا عمارہ نے ایک ہاتھ اس کو مارا اور دریا میں پھینک دیا عمرو کشتی سے لپٹ گیا اور لوگ اس کو دریا سے باہر لائے۔ اس سبب سے ان میں عداوت مضبوط ہو گئی۔ جب وہ نجاشی کی خدمت میں پہنچے اس کو سجدہ کیا اور ہدیئے پیش کئے۔ اور عرض کی ہم میں سے

ایک گروہ نے دین میں ہماری مخالفت کی ہے اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمارے پاس سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کو ہمارے ساتھ واپس بھیج دیجئے۔ یہ سن کر نجاشی نے جناب جعفرؓ کو بلایا۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ جب نجاشی کے پاس چلے تو جعفرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ خاموش رہنا بادشاہ سے گفتگو میں کروں گا۔ غرض جب ہم نجاشی کے دربار میں پہنچے وہاں کے امرا نے کہا بادشاہ کو سجدہ کرو جناب جعفرؓ نے فرمایا ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے قریش کی گفتگو سے ان کو آگاہ کیا تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا اے بادشاہ ان سے پوچھئے کہ کیا ہم ان کے غلام ہیں۔ عمرو عاص نے کہا نہیں بلکہ آزاد اور قوم کے بزرگ لوگ ہیں۔ حضرت جعفرؓ نے کہا ان سے پوچھئے کیا ہم ان کے قرضدار ہیں۔ عمرو نے کہا نہیں ہمارا کوئی مطالبہ ان پر نہیں۔ پھر حضرت جعفرؓ نے کہا ان سے پوچھئے کیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے جس کے یہ دعوے دار ہیں اس نے کہا نہیں۔ تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا پھر تم ہم سے کیا چاہتے ہو تم نے ہم کو حد سے زیادہ ستایا ہم تمہارے شہر سے نکل آئے۔ اس نے کہا اے بادشاہ یہ لوگ ہمارے دین میں ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمارے جوانوں کو ہمارے دین سے گمراہ کرتے ہیں اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرتے ہیں۔ ان کو ہمیں واپس دے دیجئے تاکہ ہمارا معاملہ درست ہو جائے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا اے بادشاہ ان سے ہماری مخالفت یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے درمیان ایک پیغمبر مبعوث کیا ہے وہ ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور خدائے یکتا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، جوا نہ کھیلیں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، انصاف اور احسان کریں، عزیزوں کے ساتھ نیکی کریں، اور برائیوں سے، ظلم و جور سے، لوگوں کا ناحق خون بہانے سے، زنا کرنے سے، سود اور مردار اور خون کھانے سے منع کرتے ہیں۔ اور وہ پیغمبر وہی ہیں جن کے آنے کی بشارت جناب عیسیٰؑ نے دی تھی۔ ان کا نام احمد ہے۔ نجاشی نے کہا حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی انہی امور کے ساتھ بھیجا تھا۔ نجاشی کو حضرت جعفرؓ کی گفتگو بہت پسند آئی۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا آپ کے پیغمبر جناب عیسیٰؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت جعفرؓ نے کہا وہ وہی فرماتے ہیں جو خدا ان کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ روح اللہ اور اس کے کلمہ میں ہیں جن کو اس نے ایسی خاتون سے پیدا کیا ہے جن کو کسی مرد نے چھوا تک نہیں تھا۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنے علماء کی طرف رخ کرکے کہا اس سے زیادہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا۔ پھر حضرت جعفرؓ سے کہا کہ آپ کو کچھ ان امور سے یاد ہے جو خدا کی جانب سے آپ کے پیغمبرؐ لائے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ اور سورۃ مریم پڑھنا شروع کی۔ اور جب اس آیت تک پہنچے **و هزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی و اشربی و قری عینا** (پ۱۶ سورۃ مریم آیت ۲۵،۲۶) جس کو سن کر نجاشی اور تمام علمائے نصاریٰ جو اس کے دربار میں حاضر تھے سجدہ میں گر پڑے اور بہت روئے۔ نجاشی نے کہا مرحبا آپ لوگوں اور اس ذات بابرکات کو جس کے پاس سے آپ

لوگ آئے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور وہ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے دی تھی۔ اگر میری بادشاہی کے امور و فرائض مانع نہ ہوتے تو بے شک میں چلتا اور ان کی نعلین اٹھاتا۔ آپ لوگ اپنے مقام پر جائیے کہ اپنے ایمن و بے خوف ہیں اور کسی کو آپ پر دسترس نہیں ہو سکتا۔ اور حکم دیا کہ ان کے لئے کھانا اور لباس حاضر کریں۔ پھر عمرو عاص نے کہا اے بادشاہ یہ ہمارے دین کی مخالفت ہے لہٰذا ان کو ہمیں واپس دے دیجئے۔ نجاشی نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا خاموش ہو۔ خدا کی قسم اگر اب تو نے ان کو برا کہا تو تجھ کو قتل کر دوں گا۔ اور حکم دیا کہ اس کے ہدیئے اس کو واپس کر دیں۔ غرض وہ ملعون نجاشی کے دربار سے واپس آیا۔ اس کے چہرے سے خون ٹپک رہا تھا۔ کہتا جاتا تھا کہ اے بادشاہ اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو ہم پھر ان کو برا نہ کہیں گے۔ نجاشی کے عقب میں ایک لونڈی کھڑی پنکھا جھل رہ تھی وہ عمارہ کو دیکھ کر عاشق ہو گئی۔ عمرو عاص سمجھ گیا۔ چونکہ عمارہ کی طرف سے اس کے دل میں کینہ تھا۔ اس لئے اس نے کہا کہ نجاشی کی کنیز تیری دلدادہ معلوم ہوتی ہے کسی کو اس کے پاس بھیج کر اس کو اپنی طرف راغب کر۔ عمارہ اپنی حماقت سے اس کے فریب میں آگیا اور کسی کو اس کے پاس بھیجا، کنیز نے بھی منظور کر لیا۔ تب عمرو عاص نے کہا کہ کنیز کے ذریعہ بادشاہ کی خوشبوؤں میں سے کچھ طلب کر۔ کنیز نے اس کی خاطر کچھ خوشبو بھیج دی عمرو اپنی دیرینہ عداوت کے سبب وہ خوشبو اس احمق سے لے کر بادشاہ کے پاس لے گیا اور کہا بادشاہ کی حرمت کی رعایت اور اس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ جب ہم اس ملک میں آئے ہیں تو اس کی امان میں داخل ہو گئے ہیں لہٰذا اس کے ساتھ فریب و مکاری اور خیانت نہ کریں۔ اس میرے ساتھی نے بادشاہ کی کنیز کے ساتھ سلسلہ عشق و محبت شروع کیا اور اس کو فریب دے کر اس سے بادشاہ کی خوشبو حاصل کر لی لہٰذا مجھ پر لازم تھا کہ بادشاہ کے گوش گزار کر دوں۔ یہ کہا اور وہ خوشبو نکال کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی۔ نجاشی نے وہ خوشبو دیکھی اور یہ قصہ سنا تو بہت غضبناک ہوا۔ پہلے تو ارادہ کیا کہ عمارہ کو قتل کر دے پھر سوچا کہ وہ میری امان میں میرے شہر میں آیا ہے اس کا قتل مناسب نہیں ہے اس لئے اپنے جادوگروں سے کہا کہ اس کو کسی بلا میں مبتلا کر دو جو قتل سے بدتر ہو۔ ساحروں نے اس کو پکڑ کے پارہ اس کے عضو تناسل میں چڑھا دیا جس سے وہ دیوانہ ہو گیا اور صحرا میں بھاگ گیا اور وحشیوں کے ساتھ رہنے لگا۔ قریش کو معلوم ہوا تو اس کی تلاش میں لوگوں کو بھیجا جو ایک چشمہ پر اس کی تاک میں بیٹھے۔ جب وہ وحشیوں کے ساتھ اس چشمہ پر آیا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا جس سے وہ بہت بے قرار ہوا اور تڑپنے لگا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ عمرو عاص بھی مہاجرین کی واپسی سے ناامید ہو کر قریش کے پاس واپس آیا اور پوری سرگزشت بیان کی۔ حضرت جعفرؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہایت عزت و کرامت کے ساتھ نجاشی کے پاس رہتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور قریش سے صلح ہو گئی تو جناب جعفرؓ اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور

فتح خیبر کے وقت حضرتؐ کی خدمت میں پہنچے۔ حبشہ ہی میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اسی زمانہ میں جبکہ حضرت جعفرؓ حبشہ میں تھے نجاشی کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے محمد رکھا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ام حبیبہ دختر ابی سفیان عبداللہ بن جحش کی زوجہ تھیں۔ عبداللہ کا انتقال حبشہ ہی میں ہو گیا تھا تو آنحضرتؐ نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کو آنحضرتؐ کے ساتھ تزویج کر دیں۔ نجاشی نے تزویج کیا اور چار سو اشرفی مہر مقرر کر کے آنحضرتؐ کی طرف سے ان کو دے دیا۔ اور عمدہ لباس اور بہترین خوشبو ان کے لئے بھیجی۔ پھر ان کے سفر کا سامان درست کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ ان کے ساتھ ماریہ قبطیہ مادر جناب ابراہیمؑ کو بھی بہت سے لباس اور بہت سی خوشبو اور گھوڑے دے کر آنحضرتؐ کے لئے روانہ کیا اور تین سو علمائے نصاریٰ کو بھی حضرتؐ کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ وہاں رہ کر حضرتؐ کے عادات و خصائل، گفتگو، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا نماز وغیرہ تمام حالات کا مشاہدہ کریں۔ جب وہ لوگ مدینہ پہنچے آنحضرتؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ **و اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم اذ کر نعمتی علیک و علی و الدتک اذ اید تک بروح القدس تکلم الناس فی المھد و کھلا** (پ۷ آیت ۱۱۰ سورۃ المائدہ) آخر آیت تک۔ جب ان علماء نے یہ آیت سنی تو بہت روئے اور ایمان لائے۔ پھر نجاشی کے پاس واپس آئے اور آنحضرتؐ کے پسندیدہ اطوار و حالات بیان کئے اور قرآن کی آیتیں ان کو سنائیں جن کو سن کر نجاشی اور علماء نصاریٰ جو دربار میں حاضر تھے سب رونے لگے اور نجاشی مسلمان ہو گیا اور اپنا اسلام اہل حبشہ پر ظاہر کیا۔ پھر اس کو خوف ہوا کہ وہ لوگ مار ڈالیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہنے کے ارادے سے حبشہ سے روانہ ہوا۔ ایک دریا کے کنارہ پہنچا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ خداوند عالم نے یہ آیتیں اس کے تذکرہ میں نازل فرمائی ہیں۔ **لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنو الیھود و الذین اشرکوا** اے رسولؐ تم یہود و مشرکین کو مومنین کے ساتھ دشمنی میں یقیناً سب سے زیادہ سخت پاؤ گے۔ **و لتجدن اقربھم مودۃ للذین امنو الذین قالوا انا نصاری** اور بے شک تم ان لوگوں کو مومنین کے ساتھ دوستی و محبت سے زیادہ قریب پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم انصار ہیں۔ **ذلک بان منھم قسیسین و رھبانا و انھم لا یستکبرون** (پ۶ آیت ۸۲ سورۃ المائدہ) یعنی ان کی محبت کا سبب یہ ہے کہ وہ صاحبان عقل، عبادت گزار اور عبادت خانوں میں بیٹھنے والے ہیں اور حق کو قبول کرنے سے غرور و سرکشی نہیں کرتے۔ **و اذ سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم و تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق** (اور اے مخاطب) جب یہ لوگ اس کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر نازل کیا گیا ہے تو بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ **یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشاھدین** (پ۷ آیت ۸۳ سورۃ المائدہ) اور کہتے ہیں کہ ہمارے پالنے والے ہم اس پر ایمان

لائے جو رسولؐ پر نازل کیا گیا ہے تو تو ہم کو بھی رسولؐ کی تصدیق کرنے والوں میں لکھ لے۔ آخر آیتوں تک جو ان کی مدح و ثواب میں نازل ہوئی ہیں۔

شیخ طبرسی وغیرہم نے لبسند ہائے معتبر امام صادق سے روایت کی ہے اور ایک روز نجاشی نے حضرت جعفر طیار کو مع ان کے ہمراہیوں کے بلایا وہ لوگ پہنچے تو دیکھا بادشاہ تخت سے نیچے خاک پر بیٹھا ہوا ہے اور پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ جناب جعفرؓ کہتے ہیں ہم نے یہ حال دیکھا تو ہم خوفزدہ ہوئے اس نے ہمارے چہروں پر تغیر دیکھا تو کہا میں اس خدا کی حمد اور اس کا شکر کرتا ہوں جس نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد کی اور میری آنکھیں ان کی نصرت سے روشن کیں۔ کیا آپ لوگ خوشخبری سننا چاہتے ہیں میں نے کہا ضرور بیان کیجئے۔ اس نے کہا ابھی ابھی میرے ایک جاسوس نے آ کر بیان کیا کہ حق تعالی نے اپنے پیغمبرؐ کی مدد کی اور ان کے بہت سے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ فلاں فلاں مارے گئے اور فلاں فلاں قید ہوئے۔ ان کی جنگ ایک وادی میں ہوئی جس کو بدر کہتے ہیں۔ گویا میں اس وادی کو دیکھ رہا ہوں جس میں اپنے آقاؑ کی گوسفند چرایا کرتا تھا جو بنی ضمرہ میں تھا۔ جعفرؓ نے کہا اے نیک بادشاہ آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہیں اور پرانے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا اے جعفرؓ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جب خداوند جواد بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو بندہ پر لازم ہے کہ اسی وقت اس کا شکر ادا کرے۔ اور اسی انجیل میں یہ بھی ہے کہ خدا کے نزدیک کوئی شکر تواضع اور فروتنی سے بہتر نہیں ہے۔ لہٰذا پیغمبرؐ خدا کی نعمت فتح کے شکر میں میں نے یہ تواضع و فروتنی اختیار کی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ واقعہ سنا' اپنے اصحاب فرمایا کہ صدقہ صاحب مال کے مال کو زیادہ کرتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ بھی صدقہ دیا کرو تاکہ حضرت احدیت تم پر بھی رحمت زیادہ کرے۔ اور فروتنی مرتبہ اور وقعت کی بلندی اور زیادتی کا سبب ہوتی ہے لہٰذا تم بھی فروتنی اختیار کرو تاکہ خداوند کریم تمہارے درجے بلند کرے اور معاف کرنا عزت کی زیادتی کا سبب ہے لہٰذا لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرو تاکہ خدا تم کو عزیز رکھے۔

شیخ طبرسی اور قطب راوندی وغیرہم نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نجاشی کو حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب کے بارے میں ایک خط لکھا اور عمرو بن امیہ ضمیری کے ہاتھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط ہے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب سے نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام ہے۔ خدا کی تم پر سلامتی ہو۔ میں خدائے قدوس مومن مہیمن کی حمد کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰؑ پسر مریمؑ اور روح خدا ہیں اور وہ کلمہ خدا ہیں۔ خدا نے اپنی برگزیدہ اور خلق کی ہوئی روح کو مریمؑ کی جانب القا فرمایا جو ایسی لڑکی تھیں جو مردوں سے کنارہ کش تھیں' پاک و طاہر تھیں' خدا نے ان کی مردوں کی قربت اور برائی سے حفاظت کی تھی تو وہ جناب عیسیٰؑ سے حاملہ ہوئیں جو روح پھونکنے سے پیدا ہوئے۔ خدا نے اپنی برگزیدہ روح ان میں پھونک دی تھی۔ جس طرح حضرت آدمؑ کو

اپنی قدرت سے مٹی سے پیدا کیا اور برگزیدہ روح ان میں ڈالی تھی۔ اے بادشاہ میں تم کو خداوند یگانہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ لوگوں سے خدا کی فرمانبرداری کے ساتھ دوستی کرو اور میری متابعت کرو اور مجھ پر اور ان امور پر جو مجھ پر نازل ہوئے ہیں۔ ایمان لاؤ۔ بے شک میں پیغمبرؐ اور خدا کی جانب سے بھیجا ہوا ہوں۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب کو چند مسلمانوں کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے۔ جب وہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں ان کی مہمانداری کرنا۔ سختی و جبر ترک کر دو۔ میں تم کو اور تمہارے لشکر کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خدا کی رسالت کی تبلیغ دی اور خیر خواہی کی جو شرط تھی بجا لایا۔ لہٰذا میری نصیحت قبول کرو خدا کی سلامتی اس پر ہو جو راہ ہدایت قبول کرے۔ نجاشی نے اس خط کا جواب یہ لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسولؐ کی جانب ہے نجاشی پسر اصحم کی جانب سے۔ اے پیغمبرؐ خدا آپ پر اس خدا کی جانب سے سلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں جس کے سوا کوئی عذر نہیں اور جس نے مجھ کو اسلام کی جانب ہدایت فرمائی۔ یا رسول اللہ آپ کا خط مجھ کو ملا جو کچھ آپ نے جناب عیسیٰؑ کے بارے میں ذکر فرمایا ہے میں خدائے آسمان و زمین کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ اس سے زیادہ نہیں جس قدر آپؐ نے لکھا ہے۔ اور میں نے آپ کے نامہ کریم کے تمام مضامین کو سمجھا۔ اور آپ کے پسر عم اور ان کے ساتھیوں کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس ٹھہرایا ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسولؐ راست گو اور تصدیق شدہ ہیں۔ میں آپ پر ایمان لایا' اور آپ کے پسر عم کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو گیا ہوں۔ یا رسولؐ اللہ میں اپنے لڑکے کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور صرف اپنی ذات پر مجھے اختیار ہے اگر آپؐ کا حکم ہو تو میں خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کا تمام فرمان حق ہے۔ غرض نجاشی نے حضرتؐ کی خدمت میں ہدیئے بھیجے اور ماریہ قبطیہ جناب ابراہیمؑ کی والدہ ماجدہ کو آپؐ کے لئے روانہ کیا۔ اور ایک گروہ کو ان کے ساتھ کیا۔ جو آپؐ کے پاس آکر مسلمان ہوئے اور واپس گئے۔

روایت ہے کہ جناب ابو طالبؑ نے نجاشی کو ایک خط لکھا جس میں اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ترغیب و تحریص کی تھی اور چند اشعار لکھے تھے جن کا مضمون یہ ہے: اے بادشاہ حبشہ تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب موسیٰؑ و مسیحؑ بن مریمؑ کے مانند پیغمبرؐ ہیں اور خدا کی جانب سے ہدایت لائے ہیں جس طرح وہ انبیا لائے تھے۔ اور تم حضرتؐ کے اوصاف صداقت و راستی اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ لہٰذا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور اسلام قبول کرو جو راہ حق ہے اور روشن و ظاہر ہے تاریک و پوشیدہ نہیں ہے۔

بسند معتبر ابن بابویہ نے حضرت امام حسنؑ عسکری سے روایت کی ہے کہ جب جناب جبریلؑ نے آنحضرتؐ کو نجاشی بادشاہ کی وفات کی خبر پہنچائی تو آنحضرتؐ نے رنج و اندوہ کے سبب گریہ فرمایا اور کہا تمہارے بھائی

اصحمہ آج رحمت الٰہی سے واصل ہوئے۔ پھر آنحضرتؐ بقیع کے قبرستان سے باہر آئے اور خدا نے تمام بلند زمینوں کو پست کیا ان پر نماز پڑھی اور سات تکبیریں کہیں۔ یہ روایت شیخ طبرسی نے بھی جابرؓ انصاری اور ابن عباس وغیرہ سے کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے نجاشی کی میت پر نماز پڑھی تو منافقوں نے کہا حبش کے ایک عیسائی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ اس وقت خدا نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ **و ان من اہل الکتاب لمن یو من باللہ و ما انزل الیکم و ما انزل الیہم خاشعین للہ** (آیت ۱۹۹ پ ۴ سورۃ العمران) آخر تک جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اہل کتاب میں سے کچھ ایسے ہیں جو خدا پر اور جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتاب) ان پر نازل ہوئی ہے (سب پر) ایمان رکھتے ہیں اور خدا کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور خدا کی آیتوں کو دنیاوی تھوڑی قیمت پر نہیں فروخت کرتے ایسے ہی لوگوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس بہتر اجر ہے۔ بے شک خدا بہت جلد قیامت کے روز خلائق کا حساب کرنے والا ہے۔

کلینیؒ ابو بابویہ اور شیخ طبرسی وغیرہم نے بطریق معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب جعفرؓ فتح خیبر کے روز حبشہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچے۔ حضرت بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس امر پر زیادہ خوشی کا اظہار کروں۔ خیبر کی فتح پر یا جعفر کی واپسی پر۔ جب حضرت جعفرؓ آئے تو حضورؐ نے ان کو گلے سے لگایا اور ان کی بڑی عزت کی۔ اور فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو کچھ عطا کروں کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں بخشوں کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر کچھ نوازش کروں؟ عرض کی ضرور یا رسول اللہ۔ یہ سن کر لوگوں نے سمجھا کہ شائد خیبر کی غنیمت سے سونا اور چاندی سے زیادہ سے زیادہ حضرتؐ عطا فرمائیں گے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ ان کو کیا عطا فرماتے ہیں حضرتؐ نے جعفرؓ سے فرمایا کہ میں ایسی چیز تم کو دیتا ہوں اور ایسا عمل تم کو تعلیم کرتا ہوں کہ اگر ہر روز کرتے رہو گے تو تمہاری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہو گا۔ یا مہینے میں ایک مرتبہ یا سال میں ایک مرتبہ بھی بجالاؤ گے تو جس قدر گناہ اس درمیان میں ہو گئے ہیں سب بخش دیئے جائیں گے پھر نماز تعلیم فرمائی جو نماز جعفر طیار کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ حضرت جعفرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ جو حبشہ میں تھے مع باسٹھ افراد اہل حبشہ اور اسی اشخاص اہل شام کے جن میں بحیرا راہب بھی تھا، روز فتح خیبر حضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے ان کے سامنے سورۃ یٰسین کی تلاوت فرمائی۔ وہ بہت روئے اور بولے کس قدر یہ کلام ملتا ہوا ہے اس سے جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور سب کے سب ایمان لائے اور واپس گئے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۸۳، سطر ۳)

پہلی ہجرت

یہ رسولؐ اللہ کے پیرو مسلمانوں پر بڑی تکلیف اور سخت آزمائش کا وقت تھا جو ان کے بہکانے میں آ گئے وہ مرتد ہو گئے اور جس کو اللہ نے اس فتنہ سے بچانا چاہا وہ بدستور اسلام پر قائم رہے جب مسلمانوں کے ساتھ یہ شرارت کی گئی اور رسولؐ اللہ نے ان کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس وقت حبشہ کا بادشاہ نجاشی نہایت عادل اور نیک فرماں روا تھا۔ اس کی حکومت کی تعریف کی جاتی تھی اس سے پہلے سے حبشہ قریش کی تجارت گاہ تھا جب یہ تجارت کی غرض سے وہاں سے جاتے تو وہاں خوراک کی فراوانی اور امن پاتے اور تجارت میں فائدہ کماتے۔ اسی وجہ سے رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو حبشہ جانے کا حکم دیا چنانچہ جب مکہ میں مسلمانوں پر جبر ہونے لگا اور رسولؐ اللہ کو خوف ہوا کہ یہ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے آپ نے ان کو حبشہ بھیج دیا مگر خود آپؐ وہیں رہے کہیں نہ گئے۔ اس عہد میں چند سال مسلمانوں پر بہت سخت گزرے۔ یہاں تک کہ آپ نے مکہ میں اسلام کا اعلان فرمایا اور قریش کے کچھ اشراف اسلام لے آئے۔ ابو جعفر کہتا ہے' اس پہلی ہجرت میں جو مسلمان ترک وطن کر کے حبشہ گئے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے بعض راویوں نے کہا ہے کہ یہ گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں۔ (طبری جلد ا ص ۹۴ سطر ۷)

ہجرت حبشہ اول

حارث بن الفضیل سے مروی ہے' اس پہلی ہجرت میں جن مسلمان مہاجرین نے خفیہ طور پر متفرق حالت میں ہجرت کی ان کی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھی' ان کے سوار اور پیدل شیعبہ آئے' اللہ نے ان کی یہ مدد کی کہ عین اسی ساعت میں دو تجارتی جہاز بندرگاہ آئے۔ یہ ان کو نصف دینار کرایہ میں حبشہ لے گئے۔ رسولؐ اللہ کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں نے یہ ہجرت کی۔ قریش نے ساحل سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر ان کے آنے سے پہلے یہ لوگ جہازوں میں سوار ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ کسی کو نہ پا سکے۔ ان مسلمانوں نے بیان کیا کہ ہم بخیریت حبشہ پہنچے۔ وہاں بادشاہ نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہمیں اپنے دین کے بارے میں قطعی آزادی اور امن ملا۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی' نہ ہم ستائے گئے اور نہ کوئی ناگوار بات سنی۔

مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی

ان مہاجرین کے نام یہ ہیں۔ عثمان بن عفان' ان کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلعم بھی

تھیں' ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ ان کے ساتھ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھی' زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد' مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار' عبدالرحمٰن بن عوف بن الحارث بن زہرہ' ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم' ان کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھیں۔ عثمان بن مظعون الجمعی' عامر بہ ربیعہ الغزی یہ قبیلہ غز بن وائل سے تھے نہ کہ اس قبیلہ غزہ سے جو بنی عدی کعب کے حلیف تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ بھی تھی۔ ابو سیرہ بن ابی رہم بن عبد العزی العامری۔ حاطب بن عمرو بن عبد شمس' سہیل بن بیضاء جو بنی الحارث بن فہر سے تھے اور عبداللہ بن مسعود بنی زہرہ کے حلیف تھے۔
ابو جعفر کہتے ہیں کہ بعض راویوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان مسلمانوں کی تعداد جو ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے ان کمسن بچوں کے علاوہ جو ان کے ساتھ گئے تھے یا جو وہاں پیدا ہوئے بیاسی تھے۔ عمار بن یاسر بھی ان میں تھے مگر ہمیں اس میں شک ہے۔ (طبری جلد ا ص ۹۴ سطر ۳)

پہلی ہجرت کا سبب

اس سلسلہ میں محمد بن اسحٰق سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے دیکھا کہ ان کے صحابہ مصیبت اور تکلیف میں ہیں اور خود آپؐ اللہ کی حفاظت اور اپنے چچا ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے امن و عافیت میں ہیں اور آپؐ کی اس مصیبت میں کوئی مدد نہیں کر سکتے آپ نے ان سے کہا کہ بہتر ہو گا کہ تم حبشہ چلے جاؤ کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا' وہاں حق و صداقت کا رواج ہے اور جب اللہ اس تنگی اور دشواری میں جس میں تم اب مبتلا ہو کشائش عطا فرمائے چلے آنا۔ چنانچہ اس وجہ سے صحابہ رسولؐ اللہ فتنہ کے خوف اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کے لئے اللہ کے لئے حبشہ چلے گئے۔ اسلام میں یہ پہلی ہجرت ہوئی۔ خاندان بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے پہلے مسلمان جنہوں نے اس موقع پر ہجرت کی وہ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ تھیں۔ خاندان بنی شمس سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے' ان کے ساتھ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو بن عامری بن لوی کے قبیلہ سے تھیں۔ بنی اسد بن عبدالعزیز بن قصی میں سے زبیر بن العوام تھے۔ اس کے بعد راوی نے ہی نام گنوائے جن کو واقدی بیان کر چکے ہیں۔ البتہ اس نے یہ زیادہ بیان کیا اور بنی عامر بن غالب بن لوی بن فہر میں سے ابو سیرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابو طالب بن عمرو بن

عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ ہی حبشہ آئے تھے۔ ابن اسحٰق نے ان مہاجرین کی تعداد دس بتائی ہے اور کہا ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ ہی مسلمان سب سے پہلے حبشہ گئے تھے۔ اس کے بعد جعفر بن ابی طالب روانہ ہوئے اور پھر یکے بعد دیگرے مسلمان حبشہ جانے لگے ان میں وہ بھی تھے جو اپنے اہل کو لے کر گئے تھے اور وہ بھی جو تنہا گئے تھے ان سب کی تعداد ان دس کو ملا کر جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے بیاسی ہوئی' ان میں وہ بھی ہیں جن کے ساتھ ان کے بیوی بچے گئے تھے یا جن کی اولاد حبشہ میں پیدا ہوئی اور جو تنہا گئے۔ (طبری جلد ا ص ۹۴ سطر ۱۴)

حضرت محمدؐ کی مخالفت

یہ صحابہ حبشہ چلے گئے اور رسول اللہ صلعم مکہ میں مقیم رہے اور اللہ کے لئے پوشیدہ اور علانیہ طور پر دعوت دیتے رہے۔ اللہ نے ان کے چچا ابو طالب اور ان کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ذریعے جنہوں نے آپؐ کی نصرت کا اقرار کا تھا آپؐ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا قریش نے جب دیکھا کہ آپؐ پر کسی طرح قابو نہیں چلتا انہوں نے آپؐ کو کاہن جادوگر اور آسیب زدہ شاعر کہنا شروع کیا اور جن لوگوں کے متعلق ان کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ ان کی گفتگو سنیں گے تو ضرور ان کے پیرو بن جائیں گے۔ ان کو قریش نے آپؐ کے پاس جانے سے روک دیا۔ اس زمانے میں یہ سب سے زبردست حربہ تھا جو انہوں نے آپؐ کے مقابلے میں استعمال کیا۔

کفار مکہ کی دریدہ دہنی

عروہ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ قریش نے اپنی عداوت کے اظہار میں سب سے زیادہ سخت بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ کیا کی تھی۔ اس نے کہا میں قریش کے ساتھ موجود تھا ان کے اشراف ایک دن حجر میں جمع تھے انہوں نے رسول اللہ کا ذکر کیا اور کہنے لگے کہ اس شخص کے مقابلے میں جس نے ہم کو احمق بنایا' ہمارے آبا کو گالیاں دیں۔ ہمارے مذہب کو برا کہا' ہماری یک جہتی کو پراگندہ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو برا کہا جس قدر صبر و ضبط ہم نے کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور یہ بڑا اہم معاملہ ہے جس پر اب تک ہم خاموش رہے ہیں۔ وہ یہ ہی گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے ہوئے دکھائی دیئے آپؐ نے رکن کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اس

جماعت کے پاس سے گزرے انہوں نے آپؐ پر طنزاً" آوازے کسے۔ میں نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ کو ان سے بہت ایذا ہوئی جس کا اثر آپؐ کے چہرے پر نمایاں تھا۔ جب آپؐ دوسری مرتبہ ان کے پاس سے گزرے انہوں نے پھر آپؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے' اس سے آپؐ اور رنجیدہ نظر آئے تیسری مرتبہ پھر گزرے' انہوں نے پھر آپؐ کے ساتھ وہی کیا' آپؐ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے معشر قریش اچھی طرح سن لو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے میں تمہارے لئے قتل و ذبح لے کر آیا ہوں۔ اس جملے سے ان کے ہوش باختہ ہو گئے اور بلا استثناء سب کی خوف کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ اپنی جگہ سہم گئے' معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پرند ان کے سروں پر بیٹھنے والا ہے جو اب تک رسولؐ اللہ کی شان میں ان میں سب سے زیادہ دریدہ دہن تھا وہ اب سب سے زیادہ آپ کی خوشامد اور مداہنت کرنے لگا اور اس نے کہا ابو القاسم آپؐ اپنے مکان میں اطمینان سے جایئے آپؐ تو جاہل نہیں ہیں۔

رسولؐ اللہ گھر واپس آئے۔ دوسرے دن قریش پھر حجر میں اکٹھا ہوئے۔ میں ان کے ساتھ تھا اب پھر کل کے واقعہ کا تذکرہ نکلا۔ ایک نے دوسرے سے کہا دیکھا تم نے اس کے ساتھ کیا کیا اور اس نے تم کو کیسا ڈانٹا اس کی ایک دھمکی میں تم نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہ ہی باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آتے ہوئے نظر آئے آپؐ کو دیکھتے ہیں یہ سب کے سب یک جان ہو کر آپؐ پر جھپٹے اور سب طرف سے آپؐ کو گھیر کر کہنے لگے کہ تم ہمارے معبودوں اور مذہب کو اس طرح برا کہا کرتے ہو' آپؐ نے فرمایا ہاں میں کہتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک نے آپ کی ردا کا دامن پکڑا۔ یہ دیکھتے ہی ابوبکر آپؐ کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور وہ روتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ "خدا تم کو ہلاک کر دے کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔" یہ سن کر انہوں نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور پلٹ گئے۔ یہ شدید ترین سلوک تھا جو میں نے قریش کو رسولؐ اللہ کے ساتھ برتتے دیکھا۔

حضرت محمدؐ پر کفار کا ظلم و ستم

ابو سلمہ بن عبدالرحمنؒ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ سب سے برا سلوک جو تم نے مشرکین کو رسولؐ اللہ کے ساتھ کرتے دیکھا ہو ہم سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط آیا' رسولؐ اللہ اس وقت کعبہ کے پاس تھے۔ اس نے آپ کی چادر کو آپ کی گردن میں لپیٹ دیا اور پھر بہت شدت سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ ابوبکر نے اس کے پیچھے سے آ کر اس کے شانے کو پکڑا اور دھکا دے کر رسول اللہ سے علیحدہ کر دیا اور پھر ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر کہا: اے قوم **اتقتلون رجلا ان**

بقول رسی اللہ اللہ کے قول ان اللہ لا یھدی من ھو مسوف کذاب تک تلاوت کیا۔ (طبری جلد ا ص ۹۸ سطر ۱۷)

ابو جہل کی بد کلامی

ابن اسحٰق کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے جس کا حافظہ اچھا تھا بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ اللہ صفا کے پاس بیٹھے تھے۔ ابو جہل بن ہشام وہاں آیا' اس نے آپؐ کو ستایا' گالیاں دیں' آپ کے دین کی مذمت کی اور کہا کہ تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔ رسول اللہ نے ایک لفظ اس سے نہیں کہا۔ عبداللہ بن جدعان التیمی کی ایک آزاد لونڈی صفا کے اوپر اپنے مکان میں بیٹھی یہ باتیں سن رہی تھی۔ یہ کہہ کر ابو جہل رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر پلٹا اور کعبہ میں جو قریش کی چوپال تھی وہاں آکر قریش کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حمزہ بن عبدالمطلب کمان کاندھے پر ڈالے ہوئے اپنے پھندے کے شکار سے واپس آ رہے تھے۔ یہ بڑے شکاری تھے اور اکثر شکار کھیلنے جایا کرتے تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب شکار سے واپس آتے تو گھر آنے سے پہلے کعبہ کا طواف کر لیتے۔ پھر قریش کی چوپال آکر ٹھہر جاتے سلام کرتے اور جو لوگ وہاں ہوتے ان سے بات چیت کرتے۔ یہ قریش میں سب سے زیادہ طاقتور آدمی تھے۔ جب یہ اس لونڈی کے پاس سے گزرنے لگے' اس وقت تک رسولؐ اللہ وہاں سے اٹھ کر گھر آ گئے تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ اے ابو عمارہ اگر تم یہاں کچھ دیر پہلے آئے ہوتے تو ابو الحکم بن ہشام یہاں بیٹھا ہوا ملتا۔ اس نے تمہارے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ جو گستاخی اور بیہودگی کی ہے وہ تم کو معلوم ہوتی اس نے ان کو ستایا اور گالیاں دیں اور بہت ہی برا سلوک کیا۔ پھر وہ چلا گیا اور محمدؐ نے اسے کچھ نہ کہا۔ (طبری جلد ص ۹۸ سطر آخر)

جناب دمشقی البدایہ جلد ۳ ص ۶۷ ۱۲ سطر ۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

واقدی کی روایت کے مطابق ان مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کی طرف بعثت نبوی کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہجرت کی اور جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی ان میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں وہ لوگ ماش اور راکب کے درمیانی علاقے میں ساحل سمندر پر پہنچے اور وہاں سے حبشہ کے لئے نصف دینار پر کشتی کرایہ پر لی۔ ان سے پہلے ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان ' اور آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ' ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بن سہیل' زبیر بن عوام' مصعب بن عمیر' عبدالرحمٰن بن عوف' ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ' عثمان بن مظعون' عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ' ابو سبرہ بن ابی رحم' (بعض جگہ ابی کی بجائے ابو لکھا گیا ہے) حاطب بن عمرو' سہیل بن بیضا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

اجمعین۔ ابن جریر اور بعد کے لوگوں نے ان کی تعداد بیاسی بتائی ہے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہے۔ اگر عمار بن یاسر کو بھی ان میں شمار کیا جائے تو مردوں کی تعداد تراسی ہو جاتی ہے۔
ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمان مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے کسی طرح نجات نہیں پا سکتے اور ان کی حفاظت کے سلسلے میں آپؐ کے چچا ابو طالب بھی بے بس ہو چکے ہیں تو آپ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا کیونکہ آپ کے نزدیک وہاں کا حکمران انصاف پسند تھا اور مسلمان وہاں محفوظ رہ سکتے تھے۔ اسی لئے آپؐ نے ان سے فرمایا: اگر تم لوگ حبشہ چلے جاؤ تو وہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ ملک اور اس کا حکمران حق و صداقت کا حامی ہے اور وہاں تم لوگ وہی کر سکتے ہو جو اللہ تعالیٰ تم سے چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ کے اصحاب نے اس کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی جو صرف مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے نجات پانے اور اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لئے تھی۔
ان میں جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) تھے۔ اور ان کی اہلیہ رقیہ تھی۔ یہ بات بیہقی نے یعقوب بن سفیان کی روایت کی بنیاد پر عباس منیری' بشر بن موسی اور حسن ابن زیاد البرجمی کے حوالے سے بتائی ہے۔ اس کے علاوہ بیہقی' قتادہ کے حوالے سے بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے پہلے صاحب ایمان حضرت عثمان بن عفان اور ان کی اہلیہ رقیہ ہی تھے۔
وہی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ضر بن انس اور ابا حمزہ یعنی انس بن مالک سے بذات خود بھی یہی سنا کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اوران کی بیوی رقیہ ہی حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تھے اور انہوں نے اس کی اطلاع آپ کو دی تھی۔ اس کے بعد قریش کی ایک عورت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ نے عثمان اور ان کی بیوی رقیہ کو مکے سے جاتے دیکھا یا آپ کو اس کی اطلاع ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے انہیں دیکھا تھا۔؟" وہ بولی: "ہاں میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بیوی رقیہ کو ایک گدھے پر بٹھائے اس راستے سے مکے سے باہر جا رہے تھے۔" اس عورت سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: اللہ ان دونوں کو خیریت سے رکھے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ کی راہ میں اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں۔
ابن اسحٰق کے بقول مذکورہ بالا مستند روایات کی بنیاد پر مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے جن افراد کی تعداد (۸۳) تراسی بتائی گئی ہے ان کے نام یہ ہیں۔(چھوٹے بچے اور وہ بچے جو حبشہ میں پیدا ہوئے اس تعداد میں شامل نہیں۔)

ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو جن کے بطن سے حبشہ میں محمد بن حذیفہ پیدا ہوئے' زبیر بن عوام' مصعب بن عمیر' عبدالرحمن بن عوف' ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ

بنت ابی امیہ بن مغیرہ جن کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں' عثمان بن مظعون' آل خطاب کے حلیف عامر بن ربیعہ جو بنی عنز بن وائل میں سے تھے اور ان کی بیوی لیلیٰ ابی حثمہ' ابو سبرہ بن ابی رہم عامری اور ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمر جنہیں ابو حاطب ابن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حنبل بن عامر بھی کہا جاتا ہے اور یہی ان پہلے لوگوں میں شامل تھے جن کے ساتھ ہاتھی تھا' سہیل بن بیضا جن کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ان دس آمیوں کی پہلی جماعت میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور ابن ہشام کے بقول اور دوسرے اہل علم کی روایات کے مطابق ان پہلے دس آدمیوں میں عثمان بن مظعون بھی شامل تھے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس پہلی جماعت کے بعد جس نے مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کی جعفر بن ابی طالب اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیس کو ہمراہ لے کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ان کی بیوی کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کی ولادت ہوئی۔ ان کے بعد باقی وہ سب مسلمان بھی جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی اجازت دی تھی مکے سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر جمع ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کی طرف اس زمانے کے بعد ہجرت کی تھی جب حضرت ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے حلیفوں کو ساتھ لے کر مکے سے اس جگہ جا کر قیام کیا تھا جسے اب شعب ابو طالب کہا جاتا ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے' واللہ اعلم۔ موسیٰ بن عقبہ کا خیال یہ بھی ہے کہ جعفر بن ابی طالب مسلمانوں کی دوسری جماعت کے ساتھ اس وقت حبشہ گئے تھے۔ جب وہاں سے کچھ لوگ مکہ واپس آ گئے تھے کیونکہ ان لوگوں کو اطلاع ملی تھی کہ قریش مسلمان ہو کر نماز پڑھنے لگے ہیں۔ ان لوگوں میں عثمان بن مظعون بھی شامل تھے۔ البتہ حبشہ سے واپسی کے بعد جب ان کی اطلاع غلط نکلی تو کچھ لوگوں کے سوا جو مکہ میں ٹھہر گئے تھے باقی سب لوگ دوبارہ حبشہ چلے گئے اور اسی وجہ سے ان کی دوبارہ واپسی کو ہجرت ثانیہ کہا جاتا ہے جس کا تفصیلی ذکر ہم عنقریب آگے چل کر کریں گے۔

ویسے موسیٰ بن عقبہ کے بقول جعفر بن ابی طالب اس دوسری جماعت کے ساتھ گئے تھے جس نے مکے سے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ تاہم ابن اسحٰق کی روایت یہ ہے کہ انہوں نے (جعفر بن ابی طالب نے) پہلی ہی جماعت کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ اس پر بھی ہم انشاء اللہ آگے چل کر مزید روشنی ڈالیں گے اور اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے کیونکہ جعفر بن ابی طالب ہی جیسا کہ دوسری مسند روایات سے ثبوت ملتا ہے وہ شخص تھے جنہوں نے نجاشی کے روبرو مسلمان مہاجرین کی ترجمانی کی تھی۔

ابن اسحٰق نے جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ جن لوگوں کی ہجرت کا ذکر کیا ہے ان میں عمرو بن سعید بن العاص' ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن شق الکنعانی' ان کے بھائی خالد اور ان کی

بیوی امینہ بنت اسعد خزاعی جن کے بطن سے سعید پیدا ہوئے تھے اور ایک کنیز جس سے بعد میں زبیر نے عقد کر لیا تھا اور اسی کے بطن سے عمر اور خالد کی ولادت ہوئی تھی۔ ابن اسحٰق کے بقول ان لوگوں کے ہمراہ عبداللہ بن جحش بن رءاب' ان کے بھائی عبداللہ اور ان کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان قیس بن عبداللہ جو بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے اور ان کی بیوی برکہ جو کہ ابی سفیان کے غلام یسار کی بیٹی تھیں۔ معیقیب بن ابی فاطمہ جو سعید بن عاص کے غلاموں میں سے تھے۔ اور ابن ہشام کے بقول ان کا تعلق دوس سے تھا' شامل تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں ابو موسٰی اشعری' آل عتبہ بن ربیعہ کے حلیف عبداللہ بن قیس بھی شامل تھے۔ جن کا تفصیلی ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ ابن ہشام کے بیان کے مطابق اس جماعت میں دوسرے لوگ تھے عتبہ بن غزوان' یزید بن زمعہ بن اسود' عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد' طلیب بن عمیر بن وہب بن ابی کثیر بن عبد' سو یبط بن حریمہ' و جہم بن قیس العبدری اور ان کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود اور ان کے بیٹے عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم' ابو الاروم بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف جو عبدالدار' فراس بن نضر بن حارث بن کلدہ' عامر بن ابی وقاص جو سعد کے بھائی تھے' المطلب بن ازہر بن عبد عوف الزہری اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن ضمنیرہ جن کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے' عبداللہ بن مسعود اور ان کے بھائی عتبہ' مقداد بن اسود' حارث بن خالد بن صخر تیمی اور ان کی بیوی ریطہ بنت حارث بن جبیلہ جن کے بطن سے موسٰی' عائشہ اور زینب و فاطمہ پیدا ہوئے عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرہ' شماس بن عثمان بن شرید مخزومی ان کا نام شماس ابن ہشام کے بقول ان کی خوبصورتی کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ویسے ان کا اصل نام عثمان بن عثمان تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ مہاجرین میں مندرجہ ذیل لوگ شامل تھے۔

ہبار بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی اور ان کا بھائی عبداللہ' ہشام بن ابی حذیفہ ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم' سلمہ بن ہشام بن مغیرہ' عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ معتب بن عوف بن عامر جو بنی مخزوم کے حلیفوں میں سے اور عیہامہ کے نام سے مشہور تھے' عثمان بن مظعون کے بھائی قدامہ و عبداللہ' سائب بن عثمان بن مظعون' حاطب بن حارث بن معمر' ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل اور ان کے بطن سے حاطب کے دو بیٹے محمد و حارث' حاطب کا بھائی خطاب' خطاب کی بیوی فکیہہ بنت یسار' سفیان بن معمر بن حبیب اور ان کی بیوی حسنہ اور اس کے بطن سے سفیان کے دو بیٹے جابر و جنادہ نیز حسنہ کے پہلے شوہر سے اس کا بیٹا شرجیل بن عبداللہ جسے شرجیل بن حسنہ بھی کہا جاتا تھا' عثمان بن ربیعہ ابن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح' خنیس بن حذافہ بن قیس ابن عدی عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم' ہشام بن عاص بن وائل ابن سعید' قیس بن عدی' ان کی بہن اور حارث کے بیٹے' معمر' سائب' بشر اور سعید' سعید بن قیس ابن عدی لامہ جنہیں سعید بن عمرو تمیم بھی کہتے تھے' عمیر بن رءاب بن حذیفہ بن مہشم بن سعید

بن سہم' حلیف لبنی سہم جن کا اصل نام محمیہ بن جزء الزبیدی تھا' معمر بن عبداللہ العدوی' عروہ بن عبدالعزی' عدی بن فضلہ بن عبدالعزی اور ان کے بیٹے نعمان عبداللہ بن مخزومہ عامری' عبداللہ بن سہیل بن عمرو' سلیط بن عمرو' اور ان کے بھائی سکران اور سکران کی بیوی سودہ بنت زمعہ' مالک بن ربیعہ' مالک کی بیوی عمرہ بنت سعدی' ابو حاطب بن عمرو العامری' عامری کا حلیف سعد بن خولہ جن کا تعلق یمن سے تھا۔ ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح فہری' سہیل بن بیضا (بیضا سہیل کی والدہ تھیں اور ان کا اصل نام رعد بنت جحدم بن امیہ بن ضرب بن حارث بن فہر تھا۔ سہیل کا خاندانی نام سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ضبہ بن حارث تھا۔

مندرجہ بالا افراد کے علاوہ باقی لوگوں کے نام یہ ہیں۔

عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث' عیاض بن زہیر بن ابی اشداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن منبہ' عمرو بن حارث بن زہیر ابن ابی شداد بن ربیعہ عثمان بن عبد غنم بن زہیر اخوات' سعید بن عبد قیس بن لقیط اور ان کے بھائی حارث فہریوں۔

ابن اسحق بیان کرتے ہیں کہ مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے ان لوگوں کے علاوہ ان کے چھوٹے بھی ان کے ساتھ تھے اور کچھ بچے بعد میں حبشہ میں پیدا ہوئے۔ بہرحال اگر ان میں عمار بن یاسر کو بھی شامل کر لیا جائے تو ان مردوں اور عورتوں کی مجموعی تعداد ۸۳ (تراسی) ہوتی ہے باہم عمار بن یاسر کے بارے میں پھر بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے اور ابو موسیٰ اشعری کے بارے میں مندرجہ بالا لوگوں کے ساتھ مکے سے حبشہ کو ہجرت کا تذکرہ اور زیادہ عجیب معلوم ہوتا ہے۔

امام احمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے زہیر بن معاویہ کے بھائی خدیج کی زبانی جو کچھ سنا ہے وہ آخر الذکر نے ابی اسحق' عبداللہ بن عتبہ اور ابن مسعود کے حوالے سے بیان کیا وہ یہ ہے کہ مکے سے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لے کر حبشہ حکمران نجاشی کے پاس گئے تھے ان کی مجموعی تعداد قریباً" اسی تھی جن میں عبداللہ بن مسعود' جعفر' عبداللہ بن عرفطہ' عثمان بن مظعون اور ابو موسیٰ شامل تھے۔ اس کی خبر جب مشرکین قریش کو ملی تو انہوں نے اپنی طرف سے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو نجاشی کے لئے تحائف دے کر حبشہ بھیجا اور جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو وہ اسے تحائف پیش کرنے سے قبل وہاں کے دستور کے مطابق اس کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔ لیکن مسلمان ویسے ہی کھڑے رہے۔

قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں نے نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں نے ہمارے قدیم مذہب سے بغاوت کی ہے اور اب پناہ لینے کے لئے آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ "ویسے تو یہ سب ہمارے رشتہ میں بھائی ہیں لیکن یہ تو آپ کے مذہب اور حضرت عیسٰی ابن مریم کو بھی نہیں مانتے اور دیکھ لیجئے انہوں نے آپ کو سجدہ بھی نہیں کیا۔ جو آپ کے ملکی دستور کے خلاف ہے۔" جب مسلمانوں سے نجاشی نے اس کے

بارے میں پوچھا تو جعفر آگے بڑھ کر بولے: "میں ان مسلمانوں کا نمائندہ اور ترجمان ہوں۔ واقعہ ہے کہ ہمارے ہاں اللہ نے ایک نبی بھیجا ہے جس کا کہنا ہے کہ خدا ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ ہم اپنے اس نبی پر ایمان لے آئے ہیں اور مسلمان ہو گئے ہیں لیکن ہم مسلمانوں پر قریش کے دوسرے لوگوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو ہمارے نبی حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے ہمیں اجازت دی کہ ہم ظالم قریش سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس چلے جائیں کیونکہ آپ بھی بتوں کی پرستش کے خلاف ہیں۔" جب ان سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے نجاشی کو بتایا کہ ان کے نبی کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے نبی تھے لیکن ان کی والدہ حضرت مریمؑ کو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا تھا یعنی وہ کنواری تھیں لیکن خدا نے ان کے بطن سے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا تھا جنہیں دوسرے انبیاء کے ساتھ ماننے بغیر خدا کے حکم سے مطابق کوئی مسلمان درحقیقت مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضرت جعفرؓ کی زبان سے نجاشی نے یہ باتیں سن کر کہا تھا: "مجھے یقین ہے کہ تمہاری طرف خدا نے جو نبی بھیجا ہے۔ یہ وہی خدا کا آخری نبی ہے جس کا ذکر انجیل مقدس میں آیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ جب تک چاہو یہاں امن و امان اور آرام سے رہو۔" نجاشی کی زبان سے یہ باتیں سن کر مشرکین مکہ کے بھیجے ہوئے دونوں آدمی بہت شرمندہ ہوئے۔ نجاشی نے ان کے تحائف بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے نجاشی کے حق میں دعا فرمائی اور وہ بھی جب تک زندہ رہا ہمیشہ مسلمانوں کا حلیف اور خیر خواہ رہا۔ یہ روایت بہت قوی اور مستند ہے۔ البتہ ابو موسیٰ اشعری کی ان مہاجرین میں شمولیت کسی مسند روایت سے ثابت نہیں ہوتی اور یہی بات ابن اسحق نے ان کے بارے میں اپنی بیان کردہ روایت کے آخر میں بتائی ہے۔

جو روایت حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب الدلائل میں سلیمان بن احمد' محمد بن زکریا غلابی' عبداللہ بن رجاء' اسرائیل' سلیمان بن احمد' محمد بن زکریا' حسن بن علویہ القطان' عباد بن موسیٰ الختلی' اسماعیل بن جعفر' اسرائیل' ابو احمد' عبداللہ بن محمد بن شیرویہ اسحاق بن ابراہیم یعنی راہویہ' عبیداللہ بن موسیٰ کی زبان اسحاق' ابی بردہ اور ابی موسیٰ کے حوالے سے پیش کی ہے وہ بھی مذکورہ بالا مستند روایات کے مطابق ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ نجاشی نے مکے سے حبشہ ہجرت کرنے والے ان مسلمان مہاجرین کو مستقل طور پر کھانے اور لباس مہیا کرنے کا حکم دیا تھا نیز اس روایت میں ابو موسیٰ کا بھی ذکر آیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی ان مہاجرین میں شامل تھے اور یہ بھی کہ ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی نے مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

اس روایت کو بخاری نے بھی ہجرت کے تحت متعدد حوالوں سے پیش کیا ہے جس میں نجاشی کے ساتھ

جناب جعفر کی گفتگو اور اس کے قبول اسلام کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔
ان روایات کے ساتھ نجاشی کی وفات' اس کے بھائی کی طرف حکومت کا منتقل ہونا اور آخر تک اس سلسلے کے پہنچنے کا ذکر بھی متعدد روایات میں آیا ہے۔
ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش کے نمائندے نجاشی کے پاس سے ناکام لوٹے تو مشرکین مکہ شرمندگی کے علاوہ غیض و غضب میں بھی مبتلا ہوئے لیکن وہ اب کچھ کر نہیں سکتے تھے کیونکہ اس وقت حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو چکے تھے۔
ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ مذکورہ بالا مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔
یہ بات کہ تمام مسلمان مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے خارج از بحث ہے کیونکہ جب عمرؓ اسلام لائے تو اس وقت چالیس مسلمانوں کے قریب آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔
ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد میں حبشہ کو ہجرت کے بعد بھی دوسرے بہت سے مسلمانوں کے علاوہ حضرت ابوبکر ابن قحافہ (رضی اللہ عنہ) اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے ساتھ مکے میں رہ گئے تھے۔
بیہقیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن کچھ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ انہیں قرآنی آیات سنا رہے تھے تو اسی وقت ابوجہل وہاں آگیا اور مسلمانوں سے بولا: تم اپنے مذہب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہو۔ اس پر مسلمانوں نے جواب دیا: "ہم گمراہی چھوڑ کر صحیح راستے پر آ گئے ہیں تیرا مذہب تیرے ساتھ اور ہمارا مذہب ہمارے ساتھ ہے۔"
اس زمانے میں ایک نجران کا نصرانی جس کے نام کی تصدیق نہیں ہو سکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا تھا۔ نیز عرب کے کچھ دوسرے قبائل کے لوگ بھی مسلمان ہوئے تھے۔
بیہقی نے اپنی کتاب "الدلائل" میں باب "نجاشی کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خط" کے تحت حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس اور ابن اسحٰق کے حوالے سے نجاشی کے نام آپ کے خط کی عبارت یوں درج کی ہے:
"حبشہ کے عظیم حکمران اصحم! سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور اس بات کی گواہی دی کہ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کی کوئی بیوی ہے' نہ بیٹا اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا رسول ہوں' پس تم اسلام قبول کر لو' اے اہل کتاب اس کلمہ

کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز کو اس کا شریک سمجھتے ہیں اور نہ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کا پرودگار سمجھتے ہیں۔ اگر تم یہ باتیں قبول کرتے ہو تو اس کا اقرار کرو کہ تم مسلمان ہو۔ اگر تم نے اس سے انکار کیا تو یاد رکھو کہ پوری نصرانی قوم کا گناہ تمہارے سر ہو گا۔"

بیہقی کی مذکورہ بالا کتاب میں اس خط کا اندراج مسلمانوں کی مکے سے حبشہ کو ہجرت کے ذکر کے بعد ہوا ہے اس لئے یہ بات محل نظر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کو یہ مکتوب مسلمان مہاجرین کے ہاتھ بھیجا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ایک ہی قسم کے متعدد خطوط میں سے ایک ہے جو آپ نے روم کے حکمران ہرقل کو شام کے حکمران قیصر کو' ایران کے بادشاہ کسریٰ کو' مصر کے حکمران اور حبشہ کے نجاشی کو ارسال فرمائے تھے جبکہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت اس خط کے لکھے جانے سے بہت قبل کی تھی۔ اس خط میں حبشہ کے حکمران کو اصحم کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ حالانکہ حبشہ کو مسلمانوں کی ہجرت کے وقت جو نجاشی حبشہ کا حکمران تھا اس کا نام اصحم نہیں تھا اس سے بھی ہماری مذکورہ بالا گذارشات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ویسے نجاشی سے مسلمانوں کی ترجمانی حضرت جعفر بن عبد المطلب نے کی تھی اور ان کے ہاتھ جو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زمانے کی حکمران نجاشی کو ارسال فرمایا تھا اس کا ذکر خود بیہقیؒ نے ایک دوسری جگہ حاکم' ابی محمد بن عبداللہ الفقیہ کے حوالے سے ان الفاظ میں کیا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ "محمد رسول اللہ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کی طرف۔ تم پر سلام ہو' میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حمد کے بعد گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے عیسیٰ روح اللہ اور اپنے کلام کو اس کی طیبہ و طاہرہ و طاہرہ والدہ کے جسم میں اتارا تھا۔ حضرت مریم خدا کے حکم سے اس طرح حاملہ ہوئی تھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ان کے جوڑے کے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانتے ہو تو مجھے اللہ کا نبی بھی مانو اور خدا کے اتباع پر آمادہ ہو جاؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس خط کے لانے والے جعفر ہیں۔ امید ہے کہ تم ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی پذیرائی حسب دلخواہ کرو گے اور اپنی قوم کو خدا کی پیروی کا حکم دو گے۔ جب میرا پیغام اور میری نصیحت تمہیں پہنچے تو تم اسے قبول کرو۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس پر سلام ہو۔"

نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مکتوب کے جواب میں آپؐ کو لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے نام نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے!
اے اللہ کے نبی! سلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اسی نے ہمیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مجھے یا رسول اللہ آپ کا وہ مکتوب ملا جس میں آپ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ اللہ نے انہیں بھی اپنا نبی بنا کر بھیجا تھا اور ان میں وہی خصوصیات تھیں جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں ذکر فرمایا ہے میرے پاس آپ کے ابن عم اور ان کے ساتھی پہنچے اور انہوں نے آپ کا زبانی پیغام بھی مجھے پہنچایا۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ سچے اور سچائی کی تصدیق کرنے والے ہیں میں نے آپؐ کے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور مسلمان ہو گیا ہوں جو اللہ کے لئے ہے۔ میں اس مکتوب کے ساتھ اپنے بیٹے بارحا بن اصحم بن ابجر کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ میرے پاس اپنی جان کے سوا کچھ نہیں ہے' اگر آپ چاہیں تو وہ پیش کر سکتا ہوں کیوں میں (جانتا ہوں اور) گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔"

تاریخ کامل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں اور وہ خود ان بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی منزلت اور اپنے چچا ابو طالب کی وجہ سے محفوظ ہیں لیکن اس قابل نہیں کہ ان کو مصائب سے بچا سکیں' تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ اگر آپ لوگ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں تو وہاں کا بادشاہ ایسا ہے کہ اس کے پاس رہنے والوں پر ظلم نہیں کیا جاتا ہے اور اس وقت تک وہاں ٹھہریں جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے موجودہ ماحول کو کشادگی سے بدل دے اور کوئی راہ نکال دے' پس مسلمانوں کی ایک جماعت ان مصیبتوں کے خوف سے ملک حبشہ روانہ ہو گئی اور اپنے دین کے لئے اللہ کی طرف جانے کا راستہ اختیار کیا۔ یہ عہد اسلام کی پہلی ہجرت ہے جو لوگ گئے وہ یہ تھے۔

حضرت عثمان بن عفان اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی رقیہ' ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل اور زبیر بن عوام اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے۔ کل دس مرد تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں اور ان کی روانگی نبوت سے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہوئی تھی اور علانیہ دعوت حق کے لحاظ سے یہ دوسرا سال تھا۔ یہ لوگ شعبان اور رمضان کے دو مہینے وہاں مقیم رہ

کر شوال کے مہینے میں اسی پانچویں سال میں واپس آ گئے تھے اور اس واپسی کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ کو اپنے لوگوں کی دوری شاق گذر رہی تھی اور اس سے آپؐ کے دل میں یہ آرزو پیدا ہو گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی راہ نکال دے جس سے وہ لوگ آپ سے قریب ہو جائیں۔

اسی اثناء میں مسلمانوں کی وہ جماعت جو حبشہ سے چلی تھی مکہ کے قریب پہنچ گئی جب ان کو یہ اطلاع ملی کہ مکہ والوں کے اسلام لانے کی خبر غلط ہے تو ان میں سے کوئی داخل مکہ نہیں ہوا' بغیر کسی کی پناہ کے اور چھپا رہا۔ حضرت عثمان ایک شخص ابی احیحہ سعید بن عاص بن امیہ کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے' ابو حذیفہ اپنے باپ کی پناہ میں داخل ہوئے' عثمان بن مظعون' ولید بن مغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے پھر انہوں نے کہا کہ میں ایک مشرک کی پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ میں اللہ کی پناہ میں رہوں گا۔ یہ پناہ زیادہ با عزت ہے اور یہ کہہ کر ولید کی پناہ کو رد کر دیا۔ (اسی زمانہ میں) لبید نے اپنے اشعار قریش کو سنائے وہ کہتا ہے **الا کل شئی ما خلا اللہ باطل** اس پر عثمان بن مظعون نے داد دی' کہ سچ کہا تو نے اور پھر اس نے آگے پڑھا **و کل نعم لا محالتہ زائل** تو کہا تو جھوٹا ہے' نعیم جنت کو کبھی زوال نہیں ہے۔ لبید نے کہا اے قریش تمہاری مجالس پہلے تو ایسی نہ تھیں اور یہ بیوقوفی کی باتیں تم میں نہ تھیں' پھر لوگوں نے عثمان بن مظعون کا سب حال سنایا اور اس کی پناہ اور ذمہ کی کیفیت بھی بیان کی' اس پر بنی مغیرہ میں سے کوئی شخص اٹھا اور عثمان کی ایک آنکھ پر طمانچہ مارا۔ یہ دیکھ کر ولید ہنس پڑا اور چونکہ عثمان نے اس کی پناہ رد کر دی تھی اس لئے وہ خوش ہوا اور کہا عثمان! تجھے میری پناہ چھوڑنے سے یہ نتیجہ ملا۔ عثمان نے کہا' میں کیا پرواہ کرتا ہوں' دوسری آنکھ بھی میری اسی لئے حاضر ہے' ولید نے کہا' کیا تو میری حمایت میں آنا چاہتا ہے؟ عثمان نے کہا اللہ کی حمایت کے سوا میں اور کسی کی حمایت نہیں چاہتا۔ اس پر سعد بن ابی وقاص اٹھے اور جس شخص نے عثمان کی آنکھ پر تھپڑ مارا تھا اس کی ناک توڑ دی' کہتے ہیں کہ یہی اسلام میں سب سے پہلا خون بہا ہے۔

غرض جب اس طرح سے مسلمانوں کو مکہ میں ایذائیں پہنچنے لگیں تو انہوں نے حبشہ کو دوبارہ ہجرت کی' اور جعفر بن ابی طالب اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے مسلمان نکل نکل کر حبشہ کو چل دیئے یہاں تک کہ وہاں بیاسی آدمی ہو گئی اس وقت تک رسول اللہ صلعم مکہ ہی میں تھے اور خفیہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلعم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو آپ پر یہ الزام لگایا کہ وہ ساحر' کاہن' مجنون اور شاعر ہیں اور جس شخص کی طرف انہیں اندیشہ ہوتا کہ یہ کہیں مسلمان نہ ہو جائے اسے آنحضرتؐ سے ملنے سے منع کرتے تھے اور اسے آپؐ کے پاس نہیں جانے دیتے تھے۔

اب ان سب باتوں میں سب سے بڑی بات وہ ہے جو عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز قریش حجر میں آئے اور نبی صلعم کا ذکر کیا کہ ان کی ایسی ایسی حالت ہے' اور ہم نے اس قدر صبر کیا ہے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے آئے اور جا کر رکن کو بوسہ دیا'

پھر ان کے ساتھ ساتھ کعبہ کا طواف کیا' یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ پر کچھ باد ہوائی باتیں اشاروں میں کہیں' عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک پر اثر دیکھا' پھر آپؐ چلے گئے جب دوبارہ طواف کیا تو پھر انہوں نے ایسی باتیں کہیں' پھر تیسرے طواف میں بھی ایسا ہی کیا' اس پر رسول اللہ نے فرمایا' کہ قریش کے لوگو! سنو! میں اس لئے آیا ہوں کہ تم کو ذبح کر ڈالوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ بات سنتے ہی ان کا تو ایسا حال ہوگیا کہ گویا آسمان سے پرندے ان کے اوپر مردوں کا گوشت کھانے کو اتر رہے ہیں اور ان میں جو بڑے سخت دشمن اور ایذا دہندہ تھے وہ نہایت ہی بلاغت سے آنحضرتؐ سے صلح کی باتیں کرنے لگے۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واپس تشریف لے گئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر لوگ حجر میں جمع ہوئے اور ایک نے دوسرے سے کہا' کہ دیکھو اب اس کی کیا حالت ہو گئی' وہ تو اب ایسا ہو گیا کہ تمہارے خلاف باتیں کرنا لگا اور تم نے اسے چھوڑ رکھا ہے' اسی اثناء میں رسول اللہ صلعم پھر نمودار ہوئے اور ان پر وہاں جتنے آدمی تھے ایک ساتھ جھپٹ پڑے اور کہا تو ہی ہے جو ایسے ایسے کہتا ہے' آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں میں ہی ہوں جو ایسے ایسے کہتا ہوں۔ اس میں عقبہ بن معیط نے آنحضرتؐ کی چادر مبارک پکڑ لی اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے سامنے آ گئے' وہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ افسوس! تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے' پھر وہ لوگ آنحضرتؐ کے پاس سے ہٹ کر چلے گئے۔ عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ سخت واقعہ ہے۔ جس کی خبر مجھے آنحضرتؐ کے بارے میں پہنچی ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد ا ص ااا سطر ۳)

قریش کی ناکام کوشش

جب قریش نے دیکھا کہ مہاجرین حبشہ میں امن اور اطمینان سے ہیں اور بادشاہ ان سے حسن سلوک سے پیش آیا ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی امیہ کو نجاشی کے پاس خود اس کے لئے اور اوس کے مقرب ارکان دولت کے لئے تحفے لے کر بھیجا۔ یہ دونوں مکے سے چل کر حبشہ پہنچے اور نجاشی کا تحفہ ان دونوں نے اس کے سامنے پیش کر دیا اور ارکان دولت کے تحفے ان کو دے دیئے اور کہا' ہمارے یہاں کے کچھ بیوقوف لوگوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور بادشاہ کا دین بھی اختیار نہیں کیا ہے (یعنی عیسائی بھی نہیں ہوئے ہیں) بلکہ ایک نیا دین بنا لیا ہے' جس سے ہم اور آپ ناواقف ہیں۔ اس لئے قوم کے سرداروں نے ہم کو بادشاہ کے پاس بھیجا ہے کہ ان (مہاجرین) کو ہمارے مکہ واپس کر دیا جائے' اور آپ کا کام یہ ہے کہ جب ہم بادشاہ کے سامنے ان کے بارے میں عرض کرنے لگیں

تو آپ سب اس کو مشورہ دیجئے کہ وہ ان کو بغیر اس کے کہ ان سے بات کرے ہمارے ساتھ واپس کر دے۔ یہ دونوں اس بات سے ڈر رہے تھے کہ اگر نجاشی ان مسلمانوں کی گفتگو سن لے گا تو ان کو ہمارے سپرد نہ کرے گا۔ نجاشی کے امراء نے ان دونوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ ان کے ارادوں میں ان کی مدد کریں گے۔ (اس کے بعد) دونوں نجاشی کے سامنے حاضر ہوئے اور اس کو اس ارادے سے باخبر کیا۔ جس کے متعلق انہوں نے گفتگو کی تھی۔ نجاشی کے امراء نے اس کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو ان دونوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اس مشورہ سے وہ سخت برہم ہوا' اور کہا واللہ میں ان لوگوں کو جو میری پناہ میں آئے ہیں اور ہمارے شہروں میں داخل ہوئے ہیں اور مجھے دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں ان کے سپرد نہیں کروں گا جب تک کہ میں مسلمانوں کو بلا کر ان سے اس کے متعلق نہ پوچھ لوں جو ان دونوں نے کہا ہے۔ اگر یہ دونوں سچے ثابت ہوئے تو ان مسلمانوں کو ان کے سپرد کر دوں گا اور اگر یہ مسلمان اس کے برعکس ہوئے جو یہ دونوں کہہ رہے ہیں تو ان کو روک لوں گا اور اپنی پناہ دے کر حسن سلوک سے پیش آؤں گا۔ چنانچہ نجاشی نے اصحاب نبیؐ کی طرف آدمی بھیجا' اور ان کو بلوایا' اور وہ حاضر ہو گئے۔ اور وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ سچ کہیں گے چاہے بادشاہ خوش ہو یا ناخوش۔ اور بادشاہ سے جعفر بن ابی طالب بات کریں گے۔

نجاشی نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا ہے' اور نہ میرے دین میں داخل ہوئے ہو' اور نہ کسی اور قوم کے دین میں' جعفر نے کہا' اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل قوم تھے' بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' بدکاروں میں پڑے ہوئے تھے' حقوق قرابت توڑتے تھے اور پڑوسیوں کے حقوق بھولے ہوئے تھے اور ہم میں طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول کو ہم ہی سے بھیجا' ہم اس کے اونچے نسب سے اور اس کی سچائی اور امانتوں میں دیانتداری سے اور اس کی پاک دامنی سے واقف تھے' اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی کہ اللہ کو یکتا مانیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بتوں کی عبادت چھوڑ دیں' اور ہم کو حکم دیا کہ سچ بولیں اور امانتوں کو دیانت داری کے ساتھ واپس کریں' رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں' پڑوسی سے حسن سلوک سے پیش آئیں' حرام کاموں سے اور خون بہانے سے ہم کو روکا اور بے حیائی کی چیزوں' اور جھوٹی باتوں' اور یتیم کے مال کھانے سے ہم کو منع کیا' اور نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا' دیگر اسلام احکام بھی انہوں نے گنائے' پھر جعفر نے کہا' پس ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی جن چیزوں کو ہم پر حرام کیا گیا ہے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور جن چیزوں کو انہوں نے حلال کیا ہے ہم نے اپنے اوپر حلال کر لیا۔ ہماری قوم نے ہم پر ظلم وزیادتی کی' اور ہم کو سخت ایذائیں پہنچائیں' اور ہم کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا تاکہ ہم دین سے ہٹ جائیں' اور پھر سے بتوں کی پوجا کرنے لگیں' جب ہم پر انہوں نے مظالم کئے اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے شہروں میں آ گئے' اور ہم نے آپ کو

دوسروں پر ترجیح دی اس لئے کہ اے بادشاہ ہم نے امید باندھی ہے کہ آپ کے یہاں ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نجاشی نے جعفر سے پوچھا' کیا تمہارے پاس اس (کتاب) کا کوئی حصہ ہے' جس کو تمہارے نبی خدا کی طرف سے لائے ہیں۔
جعفر نے کہا ہاں ہے۔ پھر انہوں نے سورۂ کٓھٰیٰعٓصٓ کی ایک سطر سنائی تو نجاشی اور اس کے پاس جو پادری تھے سب رونے لگے اور نجاشی سے کہا واللہ یہ کلام اور وہ کلام جس کو حضرت عیسٰیؑ پیغمبر لائے ہیں دونوں ایک ہی قندیل کے نور ہیں اس نے وفد کے دونوں آدمیوں سے کہا۔ واللہ میں ان مسلمانوں کو تم دونوں کے سپرد کبھی نہیں کروں گا' جب دونوں نجاشی کے پاس سے نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا واللہ میں کل نجاشی کے پاس جاؤں گا اور ایسی بات کہوں گا جو ان کی ہری کھیتی او سر بنا دے گی' اس پر عمرو سے عبداللہ نے جو دونوں میں زیادہ پرہیز گار تھا کہا ایسا نہ کر' اس لئے ہماری ان سے رشتہ داری ہے مگر دوسرے دن نجاشی کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں ایک بری بات کہتے ہیں' پھر نجاشی نے ان کو بلوا بھیجا اور ان سے حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں بھی پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو جعفر نے کہا ہمارے اقوال جو ہمارے نبی لائے ہیں یہ ہیں۔ حضرت عیسٰیؑ اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور روح اللہ ہیں اور اللہ کا کلمہ (کن) سے ہیں جب اللہ کلمہ کن کو کنواری بی بی مریم کے گریبان میں پھونک دیا گیا تو آپ پیدا ہو گئے۔ یہ کلمات سن کر نجاشی نے لکڑی اٹھائی اور جعفر سے کہا جیسا تم نے کہا ہے حضرت عیسٰیؑ ہمیشہ اس لکڑی کی طرح صحیح سالم رہے' مگر پادریوں نے اس میں سوراخ کر دیئے' جعفر نے کہا تم نے سوراخ کر دیئے ہوں مگر (ہم اصل پر قائم ہیں) اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے کہا جاؤ اور امن چین سے رہو میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ مجھے ایک سونے کا پہاڑ مل جائے اور میں تم میں سے کسی آدمی کو ایذا دوں' اس نے قریش کا ہدیہ واپس کر دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی' تو میں تم سے کس طرح رشوت لے سکتا ہوں اور میری رعایا نے میری اطاعت نہیں کی مگر اس لئے کہ میں ان سے اللہ کی اطاعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد مسلمان اچھی طرح رہنے لگے' بعد میں حبشہ کے ایک امیر نے زور پکڑا اور نجاشی سے اس کا ملک چھیننے کے لئے لڑنے لگا مگر ان مسلمانوں کو یہ گراں گزرا چنانچہ جب نجاشی شاہ حبشہ کی طرف جنگ کے لئے آگے بڑھا تو مسلمانوں نے زبیر بن عوام کو بھیجا کہ نجاشی کے متعلق خبر لائیں اور وہ اس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ تا آنکہ طرفین میں جنگ ہوئی اور فتح نجاشی کی ہوئی اور مسلمانوں کو اور خوشیاں بھی ہوئی تھیں' مگر نجاشی کی فتح کی خوشی سب خوشیوں سے بڑھ گئی۔ کہا گیا ہے کہ نجاشی کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سلطنت دینے میں مجھ سے رشوت نہیں لی اس کی توضیح یہ ہے کہ نجاشی کے باپ کا اس کے سوا کوئی اور لڑکا نہیں تھا' اور نجاشی کے چچا کے بارہ لڑکے تھے۔ حبشیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں جس کا ایک لڑکا ہے اور نجاشی کے چچا کو سلطنت کا مالک بنا دیں تو وہ اور

اس کی اولاد صدیوں تک سلطنت کے وارث رہیں گے پس انہوں نے نجاشی کے باپ کو قتل کر دیا اور اس کے چچا کو بادشاہ بنا دیا اور وہ ایک زمانہ تک بادشاہ رہا اور نجاشی اپنے چچا کے پاس رہنے لگا مگر یہ علقمند تھا اس لئے چچا کے معاملات میں کافی اثر پیدا کر لیا' اس کا غلبہ دیکھ کر حبشی ڈرنے لگے کہ کہیں وہ ان کو اپنے باپ کے انتقام میں قتل نہ کر دے۔ وہ اس کے چچا کے پاس گئے اور اس سے کہا یا تو تم نجاشی کو قتل کر دو یا اس کو ہمارے سامنے نکال دو۔ اس لئے کہ اس سے خائف ہیں' پھر چچا نے ان کی بات مان لی کہ نجاشی کو ان کے شہروں سے نکال دے گا یہ بات نجاشی کو ناگوار ہوئی پھر وہ سب بازار گئے اور نجاشی کو چھ سو درہم لے کر ایک تاجر کے ہاتھ بیچ دیا وہ اس کو اپنی کشتی میں بٹھا کر لے چلا۔ جب رات ہوئی تو ایک ابر اٹھا اور نجاشی کے چچا پر بجلی گری۔ حبشہ کے باشندے گھبرا کر اس کی اولاد کے پاس پہنچے مگر ان کو فوراً معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی خوبی نہیں' اب حبشیوں میں فتنہ فساد اور خون ریزی شروع ہو گئی' چنانچہ انہیں میں سے بعض نے کہا تمہاری سلطنت کا کام نجاشی کے سوا کوئی اور درست نہیں کر سکے گا' اگر تمہاری رائے ہو جائے تو اس کا پتہ نکالو' پس وہ لوگ نجاشی کی تلاش میں نکلے اور آخر کار نجاشی مل گیا۔ اور ان لوگوں نے اس کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اس کے بعد وہ تاجر آیا اور ان لوگوں سے کہا یا تو تم میرا مال واپس کر دو یا میں اس سے بات کروں گا ان لوگوں نے کہا تم اسی سے بات کرو' پھر تاجر بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا میں نے ایک غلام چھ سو درہم میں خریدا ہے۔ مگر ان لوگوں نے یعنی غلام کے مالکوں نے غلام اور مال دونوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ نجاشی نے کہا یا تو اس کے درہم اس کو دے دو یا غلام اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دے تاکہ وہ جہاں چاہے اس کو لے جائے۔ اس پر لوگوں نے اس کو درہم دے دیئے۔ بس یہ شرح ہے اس کے (نجاشی کے) قول کی اور یہ پہلی صفت تھی جو اس کی انصاف پسندی اور دین داری کی دیکھی گئی' (راوی کہتا ہے) نجاشی کے مرنے کے بعد لوگ اس کی قبر پر نور دیکھتے تھے۔ (کامل جلد ا ص ۱۱۱ سطر ۳)

قریش کی ایذا رسانیاں

ابن ہشام سیرت نبویہ کی جلد ۱ ص ۲۷۹ سطر ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

تہمت طرازی

ابن اسحٰق نے کہا اس کے بعد تو قریش کی بد نصیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان لوگوں کی دشمنی میں جنہوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا' اور سخت ہو گئی۔ انہوں نے اپنے یہاں کے

کمینوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف اکسایا' اور انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور تکلیفیں دیں۔ اور آپ پر شاعری' جادوگری اور کہانت و جنون کی تہمتیں لگائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برابر احکام خداوندی کا اظہار فرماتے رہے۔ اور کسی حکم کو آپ نے نہیں چھپایا۔ ان کے دین کی برائیاں کھلم کھلا ظاہر فرماتے رہے' جو وہ ناپسند کرتے تھے۔ ان کے بتوں سے علیٰحدگی اور ان کے کفر کے حالات سے بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔

ابن عمرو بن العاص کی روایت

ابن اسحٰق نے کہا: یحییٰ بن عروۃ بن الزبیر نے اپنے والد عروۃ بن الزبیر سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ عروۃ نے کہا: میں نے عبداللہ سے کہا' قریش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دشمنی کا اظہار کیا کرتے تھے' زیادہ سے زیادہ کس قدر تم نے انہیں آپ کو تکلیف پہنچاتے دیکھا؟ عبداللہ نے کہا: میں ان لوگوں کے پاس ایک روز ایسے وقت گیا کہ بلند مرتبہ قریش مقام حجر میں جمع تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر چھیڑا تو کہا: ہم نے تو اس شخص کے متعلق اتنا صبر کیا کہ کسی دوسرے معاملے میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نے ہمارے عقل مندوں کو احمق بنایا' ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیں' ہمارے دین میں عیب نکالے' ہماری جماعت کو منتشر کر دیا' ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا' ہم نے اس کی بڑی بڑی باتوں پر صبر کیا۔ یہی الفاظ یا اسی طرح کے الفاظ کہے۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برآمد ہوئے اور ٹہلتے تشریف لائے حجر اسود کو بوسہ دیا' اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے کچھ باتیں طعن کے طور پر کہیں۔ راوی نے کہا: میں نے اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر محسوس کیا۔ پھر آپ چلے گئے۔ جب آپ دوسری مرتبہ پاس سے گزرے تو انہوں نے اسی طرح طعنہ زنی کی اور میں نے اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا۔ پھر آپ ان کے پاس سے تیسری بار گزرے تو انہوں نے اسی طرح طعنہ زنی کی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا:

السمعون یا معشر قریش اما و الذی نفسی بیدہ لقد جئتکم بالذبح

اے گروہ قریش! کیا تم سن رہے ہو؟ سن لو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ایک پاک صاف چیز لایا ہوں۔

دوسرے روز کا واقعہ

پھر تو آپ کے ان الفاظ نے ان لوگوں کو قابو میں لے لیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص کی یہ حالت

تھی، گویا اس کے سر پر کوئی پرندہ آ بیٹھا ہے۔ ان کے وہ سخت افراد جو آپ کے متعلق لوگوں کو ابھارا کرتے تھے، بہتر سے بہتر الفاظ میں، جو انہیں ملے، آپ کی مدارت و دلجوئی کرنے لگے۔ بولے: اے ابو القاسم! جائیے، واللہ آپ نے کبھی نادانی کی باتیں نہیں کیں، راوی نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوٹ آئے۔ پھر جب دوسرا روز ہوا تو وہ مقام حجر میں جمع ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ ان میں بعض نے بعض سے کہا: کچھ یاد ہے کہ تمہاری جانب سے کیا پیام دیا گیا اور اس کی جانب سے تمہیں کیا جواب ملا؟ حتی کہ جب اس نے ڈنکے کی چوٹ وہ باتیں کہیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو تو تم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ انہیں باتوں میں مصروف تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برآمد ہوئے، اور ایک دم سب نے آپ پر حملہ کر دیا اور یہ کہتے ہوئے آپ کو گھیر لیا کہ کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے ایسا ایسا کہا ہے؟ ان عیوب کے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے دین اور ان کے معبودوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

نعم انا الذی اقول ذالک ہاں! میں وہ شخص ہوں جو ایسی باتیں کہا کرتا ہوں۔

راوی نے کہا: میں نے ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دونوں پلو ملنے کی جگہ کو پکڑ لیا۔ پھر ابوبکرؓ آپ کی مدافعت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وہ روتے اور کہتے جاتے تھے۔ ارے لوگو! تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو، جو اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے؟ پھر وہ سب لوٹ گئے، یہ بدترین سلوک تھا جو قریش کی جانب سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا۔

شدید ترین اذیت

ابن اسحٰق نے کہا: ام کلثوم بنت ابوبکرؓ کے بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس روز ابوبکرؓ ایسی حالت میں لوٹے کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال انہوں نے کھینچے تھے اس کے سبب آپ درد سر میں مبتلا تھے اور آپ زیادہ بال والے بھی تھے۔

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ سخت ترین اذیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش سے پائی وہ یہ تھی کہ ایک روز آپ نکلے تو جو بھی آزاد یا غلام آپ سے ملا اس نے آپ کو جھٹلایا۔ اور ایذا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھر واپس ہوئے اور جو سختی آپ پر پڑی۔ اس کے سبب سے آپ نے کمبل اوڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر (یہ سورہ) نازل فرمایا:

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّر ☆ قُمْ فَاَنْذِرْ☆ اے کملی اوڑھے ہوئے شخص! اٹھ اور (لوگوں کو برے نتیجوں سے) ڈرا۔

ابو جہل کی بد زبانی

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے بنی اسلام کے ایک شخص نے جو بڑا یاد رکھنے والا تھا بیان کیا کہ کوہ صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ابو جہل گزرا۔ اس نے آپ کو تکلیف دی اور سخت سست کہا۔ آپ کے دین کی عیب جوئی اور آپ کے معاملے کو کمزور بتانے کا موقع پا لیا۔ جسے آپ ناپسند فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور عبداللہ بن جدعان (بن عمر بن کعب بن تیم بن مرۃ) کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی۔ ابو جہل کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم لوٹے تو آپ نے قریش کی مجلس کا قصد فرمایا۔ جو کعبتہ اللہ کے پاس تھی۔ اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آ گئے۔

حضرت حمزہؓ کی آمد

وہ شکاری تھے۔ تیر سے شکار کیا کرتے اور اکثر شکار کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔ جب کبھی شکار سے واپس آتے تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاتے۔ جب تک کعبتہ اللہ کا طواف نہ کر لیتے۔ طواف کر چکتے تو قریش کی مجلسوں میں ٹھہرتے۔ سلام کرتے اور ان سے بات چیت کئے بغیر نہ جاتے۔ وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جواں مرد اور سخت طبیعت تھے۔ حمزہؓ اس لونڈی کے پاس سے گزرے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھر واپس ہو چکے تھے۔ تو نے اس نے کہا: اے ابو عمارۃ! کاش آپ اس آفت کو دیکھتے' جو آپ کے بھتیجے محمد پر ابو الحکم بن ہشام کی جانب سے آئی۔ اس نے انہیں یہاں بیٹھا ہوا پایا تو ایذا پہنچائی اور گالیاں دیں۔ جو باتیں پسندیدہ تھیں' ان کی انتہا کر دی اور چلتا بنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بات بھی نہ کی۔

ابو جہل سے بدلہ اور اعلان اسلام

چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو با اعزاز رکھنا چاہتا تھا۔ حمزہؓ کو غصے نے برانگیختہ کر دیا۔ اور وہ تیزی سے نکلے۔ کسی

کے پاس نہ رکے کہ ابوجہل کے لئے تیار ہو جائیں اور جب اس سے مقابلہ ہو تو اس سے چمٹجائیں جب مسجد میں داخل ہوئے تو ابوجہل کو دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ اسی کی طرف چلے۔ جب اس کے سر پر پہنچ گئے تو کمان اٹھائی اور اس زور سے ماری کہ اس کا سر زخمی کر دیا۔ اور کہا: کیا تو انہیں گالیاں دیتا ہے؟ لے میں بھی انہیں کے دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر۔ پس بنی مخزوم کے لوگ حمزہؓ کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابوجہل کی امداد کریں۔ ابوجہل نے کہا: ابو عمارۃ کو جانے دو۔ کیونکہ واللہ میں نے بھی ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔ آخر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو مکمل کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی زبان سے بھی کی۔

جب حمزہؓ نے اسلام اختیار کر لیا تو قریش کو معلوم ہو گیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوی اور محفوظ ہو گئے۔ اور اب حمزہؓ ان کی جانب سے مدافعت کریں گے۔ چنانچہ موقع پانے کے باوجود وہ آپ کی ایذا رسانی سے دست کش رہنے لگے۔

عتبہ بن ربیعہ کی گفتگو

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظی کی روایت سے بیان کرتے ہوئے کہا: مجھ سے بیان کیا گیا ہے۔ عتبہ بن ربیعہ' جو ایک سردار تھا۔ ایک روز قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حرم میں تنہا تشریف رکھتے تھے۔ عتبہ نے کہا: اے گروہ قریش! میں اٹھ کر محمدؐ سے گفتگو کیوں نہ کروں اور اس کے سامنے بعض ایسی باتیں پیش کیوں نہ کروں جن میں سے کچھ نہ کچھ وہ قبول کر لے' وہ ان سے جو رعایتیں چاہے ہم اسے دے دیں' اور وہ ہم سے باز رہے۔ یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی زیادہ ہو رہے ہیں اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا۔ کیوں نہیں؟ اے ابو الولید! اٹھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر گفتگو کر۔ عتبہ اٹھا اور آپ کی طرف چلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا بیٹھا اور کہا:

رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کش

بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ تم ہماری نظر میں باعتبار خاندان بڑے رتبے والے ہو۔ اور نسب کے لحاظ سے

بھی اعلیٰ ہو۔ تم اپنی قوم کے پاس بڑی اہمیت رکھنے والا مسئلہ لائے ہو۔ جس کے ذریعے تم نے اس کی جماعت کو تتر بتر کر دیا ہے۔ ان کے عقل مندوں کو بے وقوف بنا دیا ہے ان کے معبودوں اور دین کو عیب دار کر دیا ہے اور ان کے اگلے بزرگوں کو کافر قرار دیا ہے۔ میری گفتگو سنو۔ میں چند باتیں تمہارے غور و فکر کے لئے پیش کرتا ہوں۔ شاید تم اس میں سے کچھ نہ کچھ قبول کر لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **قل ابا الولید اسمع** اے ابو ولید کہو' میں سنتا ہوں۔ اس نے کہا: اگر تم اس مسئلے کے ذریعے سے' جسے تم لائے ہو صرف مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اس قدر مال جمع کر دیں گے کہ تم ہم سب میں زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر تم اس کے ذریعے سے اعلیٰ مرتبہ چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں گے۔ کہ کوئی بات تمہارے بغیر قطعی نہ ہو۔ اگر تم اس کے ذریعے سے حکومت چاہتے ہو تو ہم تمہیں بادشاہ بنا لیتے ہیں' یہ جو تمہارے پاس آتا ہے۔ اگر کوئی رئی ہے۔ جسے تم دیکھتے ہو اور اپنے پاس سے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو ہم تمہارے لئے جھاڑ پھونک کا انتظام کریں گے اور ہم مال خرچ کر کے اس سے تمہیں نجات دلائیں گے۔ کیونکہ بعض اوقات تابع (موکل یا جن) آدمی پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس کا علاج معالجہ کئے بغیر نہیں جاتا۔ یہی الفاظ یا اسی قسم کے الفاظ اس نے آپ سے کہے۔

تلاوت قرآن پاک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی باتیں سنتے رہے اور جب عتبہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا: اے ابو الولید! تجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا؟ کہا ہاں۔ فرمایا! اب مجھ سے سن۔ بولا۔ سنائیے۔ رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید کا یہ ٹکڑا پڑھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ حٰمٓ ☆ تنزیل من الرحمن الرحیم ☆ کتاب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون ☆ بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون ☆ و قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ (۴۱ : ۱ تا ۵)

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ حٰمٓ۔ یہ رحم کرنے والے مہربان کی جانب سے اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اس کی آیتوں میں خوب تفصیل کی گئی ہے۔ جاننے والے لوگوں کے لئے صاف بیان مجموعہ ہے' خوشخبریاں سنانے والا اور (برے اعمال کے نتائج سے) ڈرانے والا' پھر بھی اکثر لوگوں نے رو گردانی کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہمارے دل غلاف میں ہیں' اس بات سے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورت کو اس کے آگے پڑھتے چلے گئے۔ عتبہ خاموش سنتا رہا۔

ہاتھ پیچھے رکھ لئے اور ان سے سہارا لئے ہوئے تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے تک پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر فرمایا:

قد سمعت یا ابا الولید ما سمعت فانت و ذاک اے ابو الولید! جو تم نے سنا' وہ تو سن ہی لیا۔ اب تم جانو اور وہ۔

قریش کو عتبہ کا مشورہ

اس کے بعد عتبہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ تو بعض نے کہا: ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں' ابو الولید کا تمہارے پاس آنا اس طرح کا نہیں' جس طرح کا جانا تھا۔ جب وہ ان کے پاس جا کر بیٹھا تو انہوں نے کہا' اے ابو الولید! وہاں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا' وہاں کی خبر یہ ہے' میں نے ایسی بات سنی ہے کہ واللہ کبھی نہیں سنی۔ واللہ وہ نہ شعر ہے' نہ جادو اور کہانت۔ اے گروہ قریش! میری بات سنو اور اس کام کو میری رائے کے موافق کرو۔ اس شخص کو اسی حالت پر چھوڑ دو اور اس سے الگ رہو۔ کیونکہ واللہ! اس کی جو بات میں نے سنی ہے' اسے بڑی اہمیت حاصل ہو گی۔ اگر عربوں نے اس کا خاتمہ کر دیا تو سمجھ لینا' انہوں نے تمہیں اس سے بے نیاز کر دیا اور اگر اس نے عربوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔ تم اس کے طفیل تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوشحال ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں نے کہا۔ اے ابو الولید! واللہ اس نے تجھ پر اپنی زبان کا جادو کر دیا۔ عتبہ نے جواب دیا: میری رائے تو اس کے متعلق یہی ہے تمہیں جو مناسب معلوم ہو' کرو۔

قریش کا ایک اور وفد

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسلام مکہ کے اندر قریش کے قبیلوں میں پھیلنے لگا۔ مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی۔ قریش کی حالت یہ ہو گئی کہ مسلمانوں میں سے جس پر ان کا بس چلتا اسے قید کر لیتے اور جسے تکلیفیں دے سکتے' تکلیفیں دیتے۔ بعض اہل علم نے سعید بن جبیر' نیز ابن عباس کے غلام عکرمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ قریش کے ہر قبیلے کے بڑے بڑے سردار عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ (برادر عتبہ) ابو سفیان بن حرب' النضر بن الحارث (بن کلدۃ بنی عبدالدار والا) ابو البختری بن ہشام' الاسود بن عبدالمطلب بن اسد' زمعہ بن الاسود' الولید بن المغیرہ' ابوجہل بن ہشام' عبداللہ بن ابی امیہ' العاص بن وائل' نبیہ اور منبہ (فرزندان حجاج اور دونوں سہمی) امیہ بن خلف وغیرہ غروب آفتاب

کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے۔ پھر ان میں سے بعض نے کہا: محمدؐ کو بلوا بھیجو۔ اور گفتگو کر کے اسے قائل کرو۔ تاکہ تم لوگ اس کے متعلق معذور سمجھے جاؤ۔ پھر انہوں نے کہلا بھیجا۔ قوم کے بڑے بڑے لوگ گفتگو کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ لہٰذا آؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فوراً تشریف لائے۔ آپ خیال فرما رہے تھے کہ جس معاملے کے متعلق آپ نے انہیں تلقین فرمائی تھی' اس کا اچھا اثر ہوا' حقیقت یہ ہے کہ آپ انہیں راہ راست پر لانے کے بے حد مشتاق تھے اور ان کا گمراہی کے باعث آفتوں میں مبتلا ہونا آپ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔ آپ تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے کہا:

رسول اللہ صلعم سے گفتگو

اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہم نے اس لئے بلوایا ہے کہ تم سے گفتگو کریں۔ واللہ! ہم نے عرب میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا' جس نے اپنی قوم پر وہ آفت ڈھائی ہو' جو تم نے ڈھائی ہے۔ تم نے (ہمارے) باپ دادا کو برا بھلا کہا۔ دین پر عیب لگایا۔ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں۔ عقل مندوں کو احمق بتایا۔ اور جماعت میں پھوٹ ڈال دی غرض اپنے اور ہمارے تعلقات میں کوئی (ایسی) برائی نہ چھوڑی' جسے نہ کر گزرے ہو (یہی الفاظ کہے یا اسی طرح کی باتیں انہوں نے آپ سے کیں) اگر یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ اس کے ذریعے سے کچھ مال چاہتے ہو تو ہم اپنے مال میں تمہارے لئے (بہت کچھ) جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر تم اس کے ذریعے سے ہم میں اعلیٰ مرتبہ چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار مان لیتے ہیں۔ اگر تم اس کے ذریعے سے حکومت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ یہ جو تمہارے پاس آتا ہے اگر کوئی (موکل یا جن) ہے جسے تم دیکھتے ہو' وہ تم پر غالب آگیا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کرتا ہے' تو مال ہم خرچ کریں گے اور تمہارے لئے جھاڑ پھونک کی تدبیریں کریں گے۔ کہ تمہیں اس سے نجات دلائیں۔ حتی کہ ہم تمہارے متعلق مجبور ہو جائیں۔

رسول اللہ صلعم کا ارشاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

ما بی ما تقولون ما جئت بما جئتکم بہ اطلب اموالکم و لا الشرف فیکم و لا الملک علکم و لکن اللہ بعثنی الیکم رسولا و انزل علی کتابا و امر نی ان اکون لکم بشیرا و نذیرا رسالات ربی و نصحت لکم فان

تقبلوا مني ما جئتكم به فهو حظكم في الدنيا والاخرة و ان تردوه علی اصبر لا مر الله حتی یحکم الله بینی و بینکم

مجھے ان چیزوں میں سے کچھ نہیں چاہئے جو تم کہتے ہو۔ جو کچھ بھی میں لایا ہوں' وہ اس لئے نہیں' کہ اس کے معاوضے میں تمہارے مال حاصل کروں۔ نہ میں تم میں اعلیٰ مرتبہ چاہتا ہوں' نہ تم پر حکومت کا خواہاں ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب پیامبر بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے' مجھے حکم فرمایا ہے کہ تمہارے لئے خوشخبری سنانے والا اور (برائیوں کے انجام) سے ڈرانے والا ہو جاؤں۔ میں نے تو اپنے پیام پہنچا دیئے اور تم سے خیر خواہانہ بات کہہ دی' اگر تم نے وہ باتیں مان لیں جو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے خوش نصیبی ہو گی اور اگر تم نے انہیں مجھی پر لوٹا دیا تو میں تحکم الہی تک صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

(یہی الفاظ فرمائے یا جیسا کچھ آپ نے فرمایا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

دوسرا مطالبہ

انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے جو چیزیں پیش کی ہیں' ان میں سے کسی کو بھی اگر تم قبول نہیں کرتے تو تم اس بات کو تو جانتے ہی ہو کہ لوگوں میں کوئی بھی ہم سے زیادہ تنگ شہر والا نہیں۔ نہ پانی کی قلت میں ہم سے بڑھ کر کوئی ہے اور نہ کوئی ہم سے زیادہ سخت زندگی گزارنے والا ہے۔ لہذا اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کرو' جس نے تمہیں مبعوث کیا ہے۔ خواہ کچھ احکام دے کر مبعوث کیا ہے۔ ہمارے لئے دعا کرو کہ یہ پہاڑ جو ہمارے لئے تنگی کا سامان بنے ہوئے ہیں' پیچھے ہٹا دے' ہمارے شہر کشادہ بنا دے۔ ہمارے لئے ان میں شام و عراق کی سی ندیاں جاری کر دے۔ ہمارے بزرگوں میں سے جو گزر چکے ہیں انہیں ہماری خاطر زندہ کر دے۔ جن لوگوں کو ہماری خاطر زندہ کیا جائے۔ ان میں قصی بن کلاب بھی ہوں۔ کیونکہ وہ بڑے سچے بزرگ تھے جو کچھ تم کہتے ہو' ہم ان سے پوچھ لیں' یہ صحیح ہے یا غلط۔ پس اگر انہوں نے تمہاری تصدیق کی اور تم نے وہ چیزیں کر دیں جن کا ہم نے تم سے سوال کیا ہے تو ہم تمہیں سچا جانیں گے اور اس کے سبب سے تمہاری قدر و منزلت جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمارے بھی دل نشین ہو جائے گی اور ہم یہ بھی مان لیں گے کہ اس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔

رسول اللہ صلعم کا ارشاد

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو' فرمایا:

ما بهذا بعثت اليكم انما جئتكم من الله بما بعثني به و قد بلغتكم ما ارسلت به اليكم فان تقبلوه فهو حظكم في الدنيا و الاخرة و ان تر دوه علی اصبر لا مر الله تعالی حتی یحکم الله بيني و بينكم

میں تمہارے پاس ان چیزوں کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا۔ میں صرف وہ چیز لایا ہوں جو اس نے دے کر بھیجا ہے اور میں نے وہ چیز تمہیں پہنچا دی جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا' پس اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارے خوش نصیبی ہو گی اور اگر تم نے اسے مجھی پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

تیسرا مطالبہ

انہوں نے کہا : جب تم یہ بات ہمارے لئے نہیں کرتے تو اپنی ذات ہی کے لئے کچھ مانگ لو' اپنے پروردگار سے استدعا کرو' وہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ اس کی تصدیق کرے اور تمہاری جانب سے وہ دوبارہ ہم سے کہہ دے' اگر تم رسول ہو' جیسا کہ تم دعوٰی کرتے ہو تو اس سے استدعا کرو کہ وہ تمہارے لئے باغات' محل اور سونے چاندی کے خزانے مہیا کر دے اور ان خزانوں کے ذریعے سے تم کو ان مشغلوں سے بے نیاز بنا دے۔ جن کا محتاج ہم تمہیں دیکھتے ہیں' یعنی تم بازاروں میں اسی طرح کھڑے رہتے ہو جس طرح ہم کھڑے رہتے ہیں' معاش کی تلاش اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں' ہم بھی تو جان لیں کہ تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہاری قدر و منزلت ہے۔

رسول اللہ صلعم کا ارشاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے فرمایا :

ما انا بفاعل ما انا بالذی یال ربه هذا و ما بعثت اليكم بهذا و لكن الله بعثني بشرا و نذيرا۔ فان تقبلوا ما جئتكم به فهو حظكم في الدنيا و الاخرة و ان تر دوه علی اصبر لا مر الله حت یحکم الله بيني و بينكم

میں تو ایسا نہ کروں گا اور نہ میں ایسا شخص ہوں جو اپنے پرودگار سے ان باتوں کی استدعا کرے۔ اللہ نے مجھے خوشخبری دینے والا اور (برے انجاموں سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے پس اگر تم نے اسے قبول کر لیا جسے لے کر میں تمہاری پاس آیا ہوں تو وہ دنیا و آخرت میں تہارے لئے خوش نصیبی ہو گی اور اگر تم نے اسے مجھی پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا یہاں تک اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما

دے۔

انہوں نے کہا (یہ بھی ہو سکتا ہو تو) ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دو جیسا کہ تم نے دعویٰ کیا ہے تمہارا پروردگار چاہے تو (یہ بھی) کر دے گا۔ ہم اس کے بغیر تو ایمان نہیں لانے کے۔

راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذالک الی اللہ ان شاء ان یفعل بکم فعل

یہ اللہ کی مرضی ہے اگر اس نے تم سے یہی کرنا چاہا تو (یقین کرو لو کہ) وہ ضرور کر دے گا۔

قریش کی یاوہ گوئی

انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تمہارے پروردگار کو اس بات کا علم نہ ہوا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ بیٹھیں گے اور تم سے وہ سوالات کریں گے جو ہم نے کئے' تم سے ایسے مطالبے کریں گے جو ہم کر رہے ہیں اگر علم ہوتا تو وہ پہلے سے تمہارے پاس آ جاتا' ہم نے آپس میں جو کچھ سوال و جواب کئے' ان کے جوابات کی تمہیں تعلیم دے دیتا۔ نیز بتا دیتا کہ وہ اس معاملے میں ہم سے کیا کرنے والا ہے۔ جب ہم تمہاری لائی ہوئی باتیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہمیں تو خبر ملی ہے کہ تمہیں ان باتوں کی تعلیم یمامہ کا ایک شخص دیا کرتا ہے جس کا نام رحمٰن ہے اور ہم تو واللہ رحمٰن پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تو اپنے عذر تم سے بیان کر دیئے۔ واللہ! ہم تو تمہیں چھوڑیں گے نہیں خواہ جو کچھ بھی اثر تم ہم پر ڈالو۔ یہاں تک کہ یا ہم تمہیں مٹا ڈالیں گے یا تم ہمیں نیست و نابود کر دو۔ ان میں سے بعض نے کہا: ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ تو اللہ اور فرشتوں کو آمنے سامنے نہ لے آئے۔

جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تو آپ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ (بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم) بھی اٹھ کھڑا ہوا جو آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔

عبداللہ بن امیہ کی خدا ناترسی

اس نے آپ سے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قوم نے آپ پر بہت سے چیزیں پیش کیں۔ آپ نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ پھر آپ سے اپنے فائدے کی بہت سے چیزیں طلب کی گئیں' تاکہ ان کے ذریعے

سے وہ آپ کی اس قدر و منزلت کو جانیں' جو اللہ کے نزدیک ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں تاکہ وہ آپ کو سچا جانیں اور آپ کی پیروی کریں' آپ نے وہ بھی نہیں کیا۔ پھر انہوں نے استدعا کی کہ آپ خود اپنے فائدے کے لئے ایسی چیزیں حاصل کریں' جن سے وہ جانیں کہ آپ کو ان پر برتری ہے اور آپ کی قدر اللہ کے ہاں ہے۔ آپ نے وہ بھی نہیں کیا' پھر انہوں نے خواہش کی کہ جس عذاب سے آپ انہیں ڈراتے ہیں۔ اس میں سے کچھ تھوڑا تو ان پر فوراً لایا جائے۔ آپ نے یہ بھی نہ کیا۔ (یہی الفاظ کہے یا جیسا کچھ آپ سے کہا اس نے) واللہ! میں تو ہرگز آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ یہاں تک کہ آپ کوئی ایسی سیڑھی حاصل نہ کرلیں جو آسمان کی جانب جاتی ہو' اور آپ اس پر اس طرح چڑھیں کہ میں دیکھتا رہوں' آپ آسمان پر پہنچ جائیں۔ پھر آپ اپنے ساتھ ایک نوشتہ لائیں اور آپ کے ساتھ فرشتوں میں سے چار ایسے ہوں جو آپ کے موافق گواہی دیں کہ آپ ایسے ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ نے ایسا کیا بھی تو میرا خیال ہے کہ میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے لوٹ آیا اور آپ گھر والوں کی جانب غمگین اور متاسف لوٹے۔ کیونکہ قبول دعوت کی جو آرزو لے کر آپ تشریف لائے تھے وہ زائل ہو چکی تھی بلکہ قوم آپ سے دور ہو گئی تھی۔

ابوجہل کی شقاوت

پھر جب ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو ابوجہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تو ہمارے دین پر عیب لگائے ہمارے آبا و اجداد کو گالیاں دینے' ہمارے عقلمندوں کو احمق بنانے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا' جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو' میں تو اب عہد کرلیتا ہوں کہ کل کوئی ایسا بڑا پتھر' جسے میں اٹھا سکوں' لے کر اس کے لئے بیٹھوں گا (یہی الفاظ کہے یا اس کے مثل الفاظ کہے) پھر جب وہ نماز کے لئے سجدے میں ہو تو اس کا سر پھوڑوں گا۔ اس کے بعد تم خواہ میری امداد سے دست بردار ہو جاؤ یا میری حمایت کرو۔ اور بنی عبد مناف مجھ سے جو چاہیں سلوک کریں انہوں نے کہا: واللہ! ہم تیری امداد سے کبھی اور کسی قیمت پر بھی دست بردار نہ ہوں گے تو جو چاہے کر۔

جب صبح ہوئی تو ابوجہل نے ایک پتھر ویسا ہی لیا جیسا کہ اس نے کہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھات میں بیٹھا رہا' صبح سویرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلا کرتے تھے' نکلے اور جب تک آپ مکہ میں تھے آپ کا قبلہ شام کی جانب تھا۔ پس جب آپ نماز پڑھتے تو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھا کرتے تھے۔ اور کعبۃ اللہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے۔

ہیبت حق

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور قریش بھی صبح سویرے اپنی مجلسوں میں انتظار کرنے لگے کہ ابو جہل کیا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا۔ اور آپ کی جانب چلا۔ یہاں تک کہ آپ سے قریب ہوا۔ پھر اس حالت میں لوٹا کہ اعضا پاش پاش' چہرے کا رنگ سیاہ' ہیبت زدہ' اس کے دونوں ہاتھ پتھر ہی پر شل تھے۔ حتیٰ کہ اس نے پتھر ہاتھ سے پھینک دیا۔

قریش کے لوگ اس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ اور اس سے کہا: اے ابو الحکم! تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میں اس کے پاس جا کھڑا ہوا کہ اس سے وہ سلوک کروں' جس کا ذکر تم سے کل رات کر چکا تھا۔ جب میں اس کے نزدیک ہوا تو ایک اونٹ اس کے اور میرے درمیان حائل ہو گیا۔ واللہ! نہ میں نے اس کے ڈیل ڈول کا سا کوئی ڈیل ڈول دیکھا' نہ اس کی گردن کی سی گردن۔ اور نہ اس نے سے کسی اونٹ کے کبھی دانت دیکھے۔ اس نے مجھے کھانے کا ارادہ کیا۔

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے بعض نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اگر وہ پاس آتا تو اسے پکڑ لیتے۔

پیروان دین حق کے مصائب

سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۲۷۵ سطر ۱۰ پر ہے۔

مسلمانوں کو ایذا

ابن اسحٰق نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابیوں میں سے ان افراد کے خلاف' جنہوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا اور قریش کے قبیلوں میں رہا کرتے تھے' قریش نے ایک دوسرے کو ابھارا تو ہر قبیلہ اپنے میں کے مسلمانوں پر پل پڑا۔ وہ انہیں اذائیں دینے اور دین سے برگشتہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے چچا ابو طالب کے سبب سے محفوظ رکھا۔ جب ابو طالب نے قریش کی مذکورہ کارروائیاں بنی ہاشم اور بنی عبد

المطلب کے متعلق دیکھیں تو اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنے اور آپ کے واسطے سینہ سپر ہونے کے لئے ان سب (بنی ہاشم) کو جمع کیا' جس پر وہ خود بھی جمع ہوئے تھے۔ اللہ کے دشمن ملعون ابو لہب کے سوا وہ سب کے سب ان کے پاس جمع ہو گئے اور جس بات کی یہ دعوت دی گئی تھی' اسے قبول کر کے ساتھ ہو گئے۔

اشعار ابی طالب

جب ابو طالب نے اپنی قوم کی یہ حالت دیکھی۔ جو ان کے لئے مسرت کا سبب تھی یعنی یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع اور سعی و کوشش میں شریک ہیں تو ان کی مدح و ستائش کی اور انہیں پرانے واقعات یاد دلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور آپ کا مرتبہ' جو ان میں تھا' واضح کیا تاکہ ان کی رائے میں مستقل بنائیں اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے میں ساتھ ہوں' کہا:

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر فعبد مناف سر ھا و صمیمھا

جب کبھی قریش کسی قابل فخر کام کے لئے مستعد ہوئے تو ان میں (بنی) عبد مناف اور ان کی جان اور ان کی روح و رواں رہے۔

فان حصلت اشراف عبد منافھا ففی ہاشم اشرافھا و قدیمھا

پھر جب ان میں سے (بنی) عبد مناف کے شریفوں کا شمار کیا گیا تو ان میں سے بڑے مرتبے والے اور آگے بڑھائے جانے کے قابل بنی ہاشم کے لوگ نکلے۔

و ان فخرت یوما فان محمدا ھو المصطفی من سر ھا و کریمھا

اور جب کبھی بنی ہاشم نے فخر کیا تو ان میں سے محمد ہی منتخب' اس قبیلے کی جان اور ان میں بڑے مرتبے والے نکلے۔

تداعت قریش غثھا و سمینھا علینا فلم تفظر و طاشت حلو مھا

قریش کے اچھے اور بڑے تمام لوگوں نے ایک دوسرے کو ہماری مخالفت میں ابھارا تاکہ انہیں کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ ان کی متانت اور عقلیں چلی گئیں۔

و کنا قدیما لا نقر ظلامۃ اذا ما ثنو اصعر الخدود نقیمھا

ہمیشہ سے ہماری یہ حالت رہی ہے کہ ہم کسی ظلم کو قائم نہیں رہنے دیتے جب کبھی لوگوں نے تکبر سے گالوں کے جھکاؤں کو ٹیڑھا کیا تو ہم انہیں سیدھا کرتے رہے۔

و نحمی حماها کل یوم کریھتہ   و نضرب عن احجار ھا من یر دمہا

ہر خوفناک موقع پر ہر جنگ کے وقت' اس قوم کے دشمنوں کی نگرانی ہمیں کرتے رہے ہیں اور اس کے حدود کی جانب جو کوئی ارادہ کرتا ہے اس سے ان حدود کی مدافعت کرتے رہتے ہیں۔

بنا انتعش العود الذواء و انما   باکنا فنا تندی و تنمی ارومہا

سوکھی لکڑیاں ہمارے طفیل سرسبز ہو گئیں ہمارے اضلاع میں سوکھی لکڑیوں کی جڑیں تر و تازہ ہوتی اور نشوونما پاتی جاتی ہیں۔

ولید بن مغیرہ کی حیرانی

اس کے بعد ولید بن المغیرہ کے پاس قریش کے چند لوگ جمع ہوئے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ سن رسیدہ تھا۔ حج کا زمانہ قریب آ چکا تھا' ولید نے ان سے کہا: اے گرو قریش! یہ لو زمانہ حج تو قریب آ چکا ہے۔ عنقریب عرب کے مہمان تمہارے پاس آئیں گے۔ انہوں نے تمہارے اس دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حال تو سن ہی لیا ہے پس تمہیں چاہئے کہ اس کے متعلق ایک متحدہ رائے قرار دے لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میں باہم اختلاف ہو کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے اور ایک دوسرے کی بات کو رد کرنے لگو۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد شمس تمہیں کچھ کہو اور ہمارے لئے ایک ایسی رائے دو کہ ہم وہی کہیں' اس نے کہا نہیں' تمہیں کچھ کہو میں سنتا ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم کہیں گے وہ کاہن ہے' اس نے کہا نہیں واللہ وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے' وہ کاہنوں کو گنگنانا یا کاہنوں کی قافیہ پیمائی نہیں۔ انہوں نے کہا: تو ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ اس نے کہا نہیں وہ دیوانہ نہیں۔ ہم نے جنونیوں کو دیکھا ہے اور اسے جانتے ہیں اس کی حالت اختناق نہیں۔ نہ اختلاج کی سی اور نہ شیطانی وسوسے کی سی کیفیت ہے۔ انہوں نے کہا: تو ہم اسے شاعر کہیں گے۔ اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کے تمام اقسام رجز و ہزج و قریض و مقبوض و مبسوط کو جانتے ہیں' وہ شاعر بھی نہیں۔ انہوں نے کہا' تو جادوگر کہیں گے۔ اس نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے بڑے بڑے جادوگر اور ان کے جادو دیکھے ہیں۔ اس میں نہ ان کا سا پھونکنا ہے نہ ان کی سی گرہیں ہیں۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد شمس: پھر کیا کہیں۔ اس نے کہا واللہ اس کی بات میں ایک قسم کی شیرینی ہے۔ اس کی جڑیں بہت شاخوں والی یا زیادہ پانی والی ہیں یا زمین سے چمٹی ہوئی مستحکم ہیں اس کی شاخیں پھلوں والی ہیں۔ تم ان تمام باتوں میں سے جو کہو گے' اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ ہاں صحت سے قریب تر بات یہ ہے کہ اس کے متعلق کہو' وہ جادوگر ہے' ایک جادو بھرا کلام لے کر آیا ہے' جس کے ذریعے سے باپ بیٹے' بھائی بھائی' میاں بیوی' فرد اور خاندان کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہے۔ غرض

سب کے سب اسی بات پر متفق ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب حج کے زمانے میں لوگ آنے لگے تو یہ لوگ ان لوگوں کے راستوں پر بیٹھ جاتے۔ جو شخص پاس سے گزرتا' اسے آپ سے ڈراتے اور آپ کا حال اس سے کہتے۔

ولید بن مغیرہ کے متعلق آیات

اس لئے اللہ تعالیٰ نے الولید بن المغیرہ اور ان حالات کے متعلق یہ آیتیں نازل فرمائیں:

ذرنی و من خلقت و حیدا ☆ و جعلت لہ مالا ممدودا ☆ و بنین شھودا ☆ و مھدت لہ تمھیدا ☆ ثم لا یطمع ان ازیدا ☆ کلا انہ کان لایتنا عنیدا (۷۴: ۱۱-۱۶) (اے خصیما)

چھوڑ دے مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا اکیلا' پھر دیا اسے مال پھیلا کر اور بڑے مجلس میں بیٹھنے والے اور اس کے لئے خوب تیاری کر دی۔ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں۔ ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف۔

سارھقہ صعودا ☆ انہ فکر و قدرہ فقتل کیف قدر ☆ ثم قتل کیف قدر ☆ ثم نظر ☆ ثم عبس و بسر (۷۴: ۱۷-۲۲)

اب اسے چڑھاؤں گا بڑی چڑھائی۔ اس نے فکر اور دل میں ٹھہرا لیا۔ وہ ہلاک ہو کیسا ٹھہرا لیا پھر ہلاک ہو' ٹھہرا لیا' پھر نگاہ کی' پھر تیوری چڑھائی اور مکروہ صورت بنائی۔

ثم ادبر و استکبر ☆ فقال ان ھذا الا سحر یوثر ☆ ان ھذا الا قول البشر ☆ (۷۴: ۲۳-۲۵)

پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا' پھر بولا' اور کچھ نہیں یہ جادو ہے' چلا آتا ہے اور کچھ نہیں' یہ کہا ہوا ہے آدمی کا۔

ابن اسحٰق نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ پر خدا کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتے تھے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

الذین جعلوا القران عضین ☆ فو ربک لنسئلنھم اجمعین ☆ عما کانوا یعملون

وہ لوگ' جنہوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور اپنے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا ہے تو دیکھو تمہارا پروردگار شاہد ہے کہ ان سب سے ضرور ان کے کاموں کے متعلق باز پرس ہو گی۔

ابن اسحاق نے کہا: پھر تو وہ لوگ وہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ان لوگوں سے' جن سے وہ ملتے' کہنے لگتے۔ اس حج کے زمانے کے بعد جب لوگ اپنے شہروں کو واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وہی خبر لے کر واپس ہوئے اور اس کی شہرت عرب کے تمام شہروں میں

ہو گئی۔

مسکینوں پر خوفناک ظلم و ستم

سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۱۸ ۳ا سطر ۲ پر ہے۔

مشرکوں کی سنگ دلی

ابن اسحٰق نے کہا: مشرکوں نے ان صحابیوں پر جنہوں نے اسلام اختیار کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی۔ ظلم و ستم ڈھائے اور ہر قبیلے نے اپنے میں سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ انہیں قید کرتے، مارتے، بھوکے پیاسے رکھتے، تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر تکلیفیں دیتے۔ بعض تو شدید آفتوں کی تاب نہ لا سکے۔ اور فتنے میں الجھ گئے۔ بعض ان کے مقابلے میں سختیاں برداشت کر گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔

حضرت بلالؓ

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بلال رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ وہ بنی جمح میں کے ایک شخص کے پروردہ غلاموں میں سے تھے۔ ان کا نام بلالؓ بن رباح تھا۔ اور والدہ کا نام حمامتہ۔ آپ بڑے پاک دل اور اسلام کی صداقت کے پیکر تھے۔ جب دوپہر کی گرمی خوب تیز ہوتی تو امیہ بن خلف (بن وہب بن حذافہ بن جمح) آپ کو لے کر نکلتا اور مکہ کے پتھریلے مقام پر چت لٹا دیتا۔ کسی بڑی چٹان کے لانے کا حکم دیتا اور وہ آپ کے سینے پر رکھ دی جاتی۔ پھر وہ آپ سے کہتا کہ تو اسی حالت میں رہے گا۔ یہاں تک کہ مر جائے یا محمدؐ سے انکار کر کے لات و عزیٰ کی پوجا کرے۔ بلال اس حالت میں بھی احد احد کہتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے آزادی دلائی

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کی زبانی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا: ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے ایسی حالت میں گزرتے کہ وہ اس طرح کی تکلیف میں مبتلا اور احد احد کہے جا رہے ہوتے۔ ورقہ کہتے: واللہ اے بلالؓ! وہ ایک ہی ہے، ایک ہی ہے، پھر امیہ بن خلف اور بنی جمح کے ان

لوگوں سے مخاطب ہوتے اور کہتے : میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اسے اسی حالت میں مار ڈالا۔ تو میں اس کی قبر کو مقام رحمت بنا لوں گا۔ اور اس سے برکتیں حاصل کرتا رہوں گا۔ ایک روز ان کے پاس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ (ابن ابو قحافہ) گزرے۔ وہ بلالؓ کو معمول کے مطابق اذیتیں دے رہے تھے۔ ابوبکرؓ کا گھر بنی جمح کے قبیلے ہی میں تھا۔ انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا: کیا تو اس بے چارے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ آخر یہ تعذیب کب تک جاری رہے گی؟ اس نے کہا : تمہیں نے اسے بگاڑا ہے۔ جس مصیبت میں اسے دیکھ رہے ہو اس سے خود تم چھڑا لو۔ ابوبکرؓ نے کہا : اچھا میں ہی چھڑائے لیتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ غلام ہے۔ جو بلالؓ سے زیادہ مضبوط اور تیرے دین پر پوری قوت سے قائم ہے۔ میں اسے بدلے میں تجھے دیئے دیتا ہوں۔ اس نے کہا: میں نے قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: پس وہ تیرا ہو گیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ غلام (امیہ بن خلف) کو دے دیا اور بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

چھ غلام اور لونڈیاں

غرض ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت سے پیشتر اسلام کے لئے چھ لونڈیاں اور غلام آزاد کرائے۔ بلالؓ ساتویں تھے۔

(۱) عامر بن فہیرہ جو جنگ بدر اور احد میں شریک رہے بیئر معونہ کی جنگ میں شہادت پائی۔

(۲) ام عُمیسؓ (یہ لونڈ تھیں)

(۳) زنیرہؓ (یہ بھی لونڈی تھیں) جب آزاد ہوئیں تو ان کی بینائی جاتی رہی۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا : لات و عزیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔ زنیرہؓ نے سنا تو کہا: بیت اللہ کی قسم! قریش جھوٹے ہیں۔ لات و عزیٰ نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں بینائی مرحمت فرمائی۔

(۴'۵) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے النہدیہ اور ان کی بیٹی کو بھی آزاد کیا۔ یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی ملک تھیں۔ مالکہ نے النہیدہ اور ان کی بیٹی کو آٹا پیسنے کے لئے دیا' ساتھ ہی کہا: واللہ! میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ گزر رہے تھے' کہا: اے فلاں شخص کی ماں! قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے۔ وہ بولی: تمہیں نے تو انہیں بگاڑا ہے۔ تمہیں انہیں آزاد کراؤ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا' تو کتنے میں انہیں دے دو گی؟ اس نے کہا : اتنی رقم میں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے انہیں خرید لیا اور وہ آزاد ہیں۔ ساتھ ہی النہدیہ اور ان کی بیٹی سے کہا: اس کی چیز واپس کر دو۔ انہوں نے کہا : اے ابوبکرؓ ابھی واپس کر دیں یا کام پورا کر کے یعنی پیس دیں؟ فرمایا: جیسا تم چاہو۔

(۶) بنی مومل کی لونڈی' ابوبکرؓ' عدی بن کعب کے قبیلے کی شاخ بنی مومل کی ایک لونڈی کے پاس سے

گزرے۔ جو مسلمان تھے۔ اور عمرؓ بن الخطاب اسے تکلیفیں دے رہے تھے کہ وہ اسلام چھوڑ دے یہ عمرؓ کے اسلام سے پیشتر کا واقعہ ہے۔ اسے پیٹتے پیٹتے تھک گئے اور کہا صرف اس لئے رک گیا ہوں کہ تھک چکا ہوں۔ لونڈی نے کہا: خدا تم سے بھی ایسا ہی سلوک کرے۔ ابوبکرؓ نے لونڈی کو خرید کر آزاد کر دیا۔

آل یاسرؓ کے لئے بشارت

ابن اسحٰق نے کہا: بنی مخزوم' عمار بن یاسرؓ' ان کے باپ اور ان کی ماں کو لے کر نکلتے تھے۔ اور یہ سب کے سب اسلام کے گھرانے والے تھے' جب دوپہر کے وقت گرمی خوب بڑھ جاتی تو ان لوگوں کو مکہ کی گرم زمین پر تکلیفیں دیتے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

صبرا ال یاسر موعدکم الجنۃ اے یاسر کے گھر والو! صبر کرو۔ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

عمار کی ماں کو تو ان لوگوں نے مار ہی ڈالا اور حالت یہ تھی کہ بجز اسلام کے وہ ہر بات سے منکر تھیں۔

ابو جہل کی صلابت کفر

بدکار ابو جہل' قریش کے افراد کو ان لوگوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ جب اس نے کسی کے متعلق سن لیا اس نے اسلام اختیار کیا ہے۔ صاحب عزہ و جاہ اور حمایتیوں والا ہے تو اس پر دلیلوں اور گفتگو سے غلبہ پانے کی فکر کرتا رسوا اور بدنام کرنے کی تدبیر کرتا اور کہتا: تو نے اپنے باپ کا دین چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ تجھ سے بہتر تھا۔ ہم تو تیری عقل کی سبکی کا چرچا کریں گے۔ تیری رائے کی غلطی مشہور کریں گے اور تیری وجاہت و برتری کو پست کر دیں گے۔ اگر وہ کوئی تاجر ہوتا تو اس سے کہتا: واللہ ہم تیرے بیوپار کو مندا اور تیرے مال کو تباہ کر دیں گے اگر وہ کوئی کمزور ہوتا تو اسے مارتا اور اس پر لوگوں کو ابھارتا۔

عبداللہ بن عباس کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے حکیم بن جبیر نے' سعید ابن جبیر سے روایت بیان کی کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا: کیا مشرکین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیفیں پہنچانے میں اس حد تک پہنچ گئے کہ اس کے سبب سے وہ اپنا دین ترک کرنے میں معذور سمجھے جا سکتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! واللہ! وہ ان میں سے کسی کو تو مارتے تھے۔ کسی کو بھوکا پیاسا رکھتے۔ یہاں تک کہ اس آفت کی سختی کے سبب سے وہ سیدھا بیٹھ نہ سکتا تھا۔ وہ اس سے جو چاہتے تھے کہلواتے تھے۔ اس سے کہتے: اللہ نہیں بلکہ لات و عزیٰ تیرے معبود ہیں تو وہ ہاں کہہ دیتا۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ان کے پاس سے گوبر کا کیڑا (رینگتا ہوا) گزرتا تو وہ اس سے کہتے کہ تیرا معبود تو یہ گوبر کا کیڑا ہے اور اللہ تیرا معبود نہیں۔ وہ ان کی تکلیفوں سے چھوٹنے کے لئے جن میں وہ حد سے بڑھ گئے تھے' ہاں کہہ دیتا۔

ہشام بن الولید کا واقعہ

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے زبیر بن عکاشہ (بن عبداللہ بن ابی احمد) نے بیان کیا کہ کسی نے یہ بات بتائی' بنی مخزوم کے چند لوگ ہشام بن الولید (بن المغیرہ) کے پاس گئے اور انہوں نے اس بات کا عزم کر لیا تھا

کہ ان میں سے چند نوجوانوں کو گرفتار کرلیں۔ جنھوں نے اسلام اختیار کرلیا تھا۔ انہیں میں سے سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ہشام کے بھائی ولید بن الولید بن المغیرہ نے اسلام اختیار کرلیا تھا۔ راوی نے کہا۔ پس وہ لوگ ہشام کی شعلہ مزاجی سے ڈر گئے اور کہا: ہم چاہتے ہیں' ان نوجوانوں کو سرزنش کریں۔ جنھوں نے نیا دین ایجاد کر رکھا ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں پر بھی اس کے اثر پڑنے کا خوف ہے۔ ہشام نے کہا: یہ کام تو تمہارا ہے۔ سرزنش کرو۔ لیکن خبردار اس کی جان لینے سے اپنے کو بچاؤ۔ پھر اس نے یہ شعر بھی کہا:

الا لا یقتلن اخی عمیس فیبقی بیننا ابدا تلاحی

خبردار! میرے بھائی عمیس کو قتل نہ کرنا' ورنہ ہمارے درمیان ہمیشہ دشمنی رہے گی۔

اس کی جان لینے سے بچو۔ پھر اس نے اللہ کی قسم بھی کھائی کہ اگر تم نے اسے قتل کیا تو میں تم میں سے بہترین شخص کو قتل کر ڈالوں گا۔ راوی نے کہا: پھر تو سبھوں نے کہا: اس پر اللہ کا غضب ہو۔ اس کے مقابلے کی کون جرات کرے؟ خدا کی قسم! اگر اس کا بھائی ہمارے ہاتھ سے مارا جائے گا' تو ہشام ضرور ہمارے بہترین شخص کو قتل کر دے گا۔ پس انہوں نے ولید بن ولید کو چھوڑ دیا۔ اور ان کے خیال سے باز رہے۔ راوی نے کہا: ان اسباب میں سے یہ چند تھے۔ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی حفاظت کی۔

قریش کی طرف سے ہر مسلمان کو ایذا رسانی کی انتہا

جناب ابن کثیر دمشقی البدایہ و النہایہ کی جلد ۳ ص ۱۰۰ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب نے یہ دیکھا کہ قریش نے آپ پر ایمان لانے والے ہر شخص پر ظلم و جور کی انتہا کر دی ہے تو انہوں نے ان سب کو ایک بار پھر جمع کیا۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور کفار قریش بھی لیکن ابو لہب نہیں آیا۔

حضرت ابی طالب نے کفار قریش کی حسب روایت اہل عرب اشعار کی صورت میں تعریف کرتے ہوئے اور ان کی روایتی سخاوت' تواضع اور مہمان نوازی کا حوالہ دیتے ہوئے ان سے مسلمانوں کو ایذا رسانی سے باز رہنے کو کہا۔ ان کی تقریر ایسی موثر تھی کہ کفار قریش کی اکثریت سوائے ان کے جو ازلی جابر و ظالم تھے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

کفار قریش میں سے وہ لوگ بھی جو ابی طالب کی تقریر سے متاثر ہوئے تھے اس لئے متاثر نہیں ہوئے تھے کہ انہیں راہ حق کی تلاش تھی بلکہ وہ بھی ان کا روایتی جوش تھا ورنہ ان کا فطری عناد بھلا کہاں جانے والا

تھا۔

چنانچہ ایسے لوگوں ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں ارشاد فرمایا:

(۱) اقسموا باللہ جھدا ایمانھم ------ اکثر ھم یجھلون تک

(۲) ان الذین حقت علیھم ------ العذاب العلیم تک

(۳) و ما منعنا ان نرسل با الایات ------ الایات الا تخویفا تک

(۴) و قالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا ------ الا بشرا رسولا تک۔

ہم ان آیات شریفہ اور اس قبیل کی چند دیگر آیات کی تشریح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی تفسیر میں حسب موقع کر چکے ہیں جیسا کہ متعدد و مسند روایات سے ثابت ہے مکہ میں کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بار ہا ڈھیروں سونا چاندی کا لالچ دیا' عرب کی حسین ترین لڑکیوں کو آپؐ کی زوجیت میں دینے کا وعدہ کیا۔ ان کی ایک یہی شرط تھی کہ آپؐ تبلیغ اسلام سے کنارہ کش ہو جائیں لیکن آپؐ نے انہیں ہمیشہ یہی جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر اس لئے نہیں بھیجا بلکہ اس نے مجھے اپنا رسول بنایا ہے کہ میں تمہیں صرف اس کی پرستش کی تلقین کروں' تمہیں نیکی کی راہ دکھاؤں' تمہیں بدی کی راہ پر چلنے سے روکوں اور تمہیں خدا کا خوف دلا کر اس کے عذاب سے بچاؤں۔"

وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے: "اگر آپؐ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو یہاں عراق اور شام کی طرح کی نہریں بہا کر اور باغات اگا کر دکھائیے۔" اس کے جواب میں بھی آپ یہی فرماتے تھے: "میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے مجھے زمین پر یہ کرشمے دکھانے نہیں بھیجا بلکہ تمہیں بتوں کی پرستش چھوڑنے' صرف اسی کو ماننے' اسی کی عبادت کرنے' بدی سے باز آنے' نیکی اختیار کرنے ورنہ بصورت دیگر تمہیں عذاب آخرت سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے۔" یا جیسا بھی آپؐ نے ارشاد فرمایا ہو۔

ان روایات کو یونس و زیاد ابن اسحق اور چند دوسرے اہل علم کے حوالے سے بھی بیان کرتے ہیں۔ ان میں مصر کے شیخ محمد بن ابی محمد بھی ہیں۔ انہوں نے سعید بن جبیر' عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا۔

ایک دن قریش کے فلاں فلاں معزز لوگ بعد مغرب کعبہ کے عقب میں جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ وہ سب مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس چلیں اور آپؐ کو دین اسلام کی تبلیغ سے روکیں۔ چنانچہ یہ طے کرنے کے بعد وہ آپؐ کے پاس جا پہنچے۔

بہرحال آپؐ کو انہیں دیکھتے ہی ان کی آمد کی غرض و غایت معلوم ہو گئی لیکن چونکہ آپ کا مقصد تو صرف رشد و ہدایت تھا' اس لئے آپؐ نے اخلاق اور حسب معمول نرم کلامی سے کام لیا۔

وہ لوگ آپؐ کے پاس بیٹھ کر بولے:

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سارے عرب میں آج تک کوئی شخص اپنی قوم کے پاس ایسا دین لے کر نہیں آیا جیسا آپؐ اپنی قوم قریش کے پاس لائے ہیں' اس کے علاوہ آپؐ ہمارے آبا و اجداد کے اعمال کو برا کہتے ہیں' ان کے مذہب کو بھی برا کہتے ہیں ان کی اور ہماری روایات و رسوم کو بھی برا بتاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ ہمارے معبودوں کو بھی برا بھلا کہتے ہیں اور اس طرح قوم میں تفرقہ اندازی کر رہے ہیں ہم آپؐ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپؐ کو ان دل آزار باتوں سے روکیں۔ اس کے بدلے میں ہم آپ کو اپنا حاکم اور سردار تسلیم کر کے آپ کے قدموں میں زر و جواہر کے ڈھیر لگا دیں گے اور آپ کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ لیکن اگر آپؐ ہماری ہی درخواست منظور کرنے پر تیار نہیں تو پھر یہ ثابت کیجئے کہ آپؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔ پہلے آپؐ ان پہاڑوں کو جو اہل مکہ کے سروں پر چڑھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں پیچھے ہٹا کر دکھایئے؟

کفار قریش کے ان سربر آوردہ لوگوں کی یہ باتیں سن کر آپؐ نے فرمایا:

"میں تمہاری حکومت چاہتا ہوں نہ سرداری اور نہ مال و دولت۔ اس کے علاوہ مجھے دنیا کی کسی اور چیز کی بھی خواہش نہیں۔ میں تمہیں کوئی کرشمہ دکھا کر اپنی نبوت کا ثبوت بھی نہیں دینا چاہتا۔ تاہم میں آپ لوگوں سے صاف صاف کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے تمہارے پاس اپنے رسول کی حیثیت سے بھیجا ہے تاکہ میں تمہارے برے اعمالوں پر تمہیں خدا کا خوف دلاؤں اور نیک اعمال کے لئے تمہیں اس کی طرف سے بہترین جزا کی خوشخبری سناؤں۔ اسلئے میں اپنی رسالت کا فرض ادا کرنے کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات مان لی تو دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارا ہی بھلا ہو گا۔ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے۔"

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر وہ لوگ بولے:

"خیر آپؐ اللہ کے پیغمبر ہوں یا نہ ہوں اور جس کام کے لئے آپؐ آئے ہیں اسے آپؐ جانیں' یہ بھی آپؐ جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی آپؐ سے کسی حیثیت سے کم نہیں ہے' ہم اپنی پیشکش آپؐ کے سامنے رکھ چکے۔ اگر آپؐ اس پر راضی نہیں ہیں تو پھر آپؐ جیسا کہ ہم نے ابھی کہا' اپنے پیغمبر ہونے کا ثبوت پیش کیجئے۔ مکے کے ان پہاڑوں کو پیچھے ہٹا دیجئے۔ ہمارے شہروں کو اور وسیع کر دیجئے۔ عراق اور شام کی سی نہریں حجاز میں بھی بہا کر دکھایئے اور ویسے ہی باغات یہاں بھی لگا کر دکھایئے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ہمارے آبا و اجداد کا سارا زر و مال جمع کر کے دکھایئے۔ اور انہیں زندہ بھی کر دیجئے۔ خصوصاً" ان میں سے قصی بن کلاب کو زندہ کر دیجئے وہ ہمارے سب سے زیادہ سچے بزرگ تھے۔ اگر وہ دوبارہ زندگی پا کر یہ کہہ دیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپؐ کی وہ سب باتیں مان لیں گے جو آپؐ کہتے ہیں۔"

"یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں نے آپؐ کے سامنے دو باتیں رکھی تھیں۔ لیکن آپؐ نے ان میں سے ایک بھی نہیں مانی۔ میں بھی آپؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ہاں اگر آپؐ میرے سامنے ہی اڑ کر آسمان پر جائیں اور وہاں سے کوئی احکام خداوندی پر مشتمل کتاب اور کم سے کم چار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اتریں تو میں آپؐ پر ایمان لے آؤں گا۔ ورنہ ہرگز نہیں۔""

یہ کہہ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہو کر دوسری طرف چلے گئے اور آپؐ ان لوگوں کی ذہنیت پر افسوس کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جیسا کہ آپؐ نے بعد میں فرمایا' یہ سوچتے ہوئے لوٹے کہ خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ انہیں راہ ہدایت دکھا دے۔"

ویسے کفار قریش کی کئی صحبتیں اسی طرح آپؐ کے ساتھ ہوئیں اور آپؐ نے انہیں راہ راست پر لانے کی حد درجہ کوشش فرمائی لیکن ان کے دل بغض و عناد سے معمور تھے' اس لئے وہ اس طرح ماننے والے نہ تھے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ان سے عثمان بن محمد اور جریر نے اعمش' جعفر بن ایاس' سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا۔

"اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ آپؐ ان کے لئے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور باقی پہاڑوں کا دور ہٹا دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا کہ اس کے بعد بھی یہ لوگ اگر کفر پر قائم رہے تو پہلی قوموں کی طرح تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ بھی دریافت فرمایا تھا کہ آپؐ ان میں رہ کر انہیں راہ راست پر لانا چاہتے ہیں یا انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو آپؐ نے اول الذکر بات کو پسند فرمایا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی: وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ----- وَ ظَلَمُوْا بِهَا تک۔

یہی روایت نسائی نے جریر کے حوالے سے بیان کی ہے۔

ایک اور روایت امام احمد سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن اور سفیان بن سلمہ بن کہیل' عمران بن حکیم اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ وہ اپنے خدا سے درخواست کر کے کوہ صفا کو ان کے لئے سونے کا بنوا دیں تو وہ آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپؐ ان سے دریافت کیا: "کیا پھر تم واقعی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟" آپ کے اس سوال کے جواب میں وہ یک زبان ہو کر بولے: "یقیناً۔" لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے دعا کی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے: اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں قریش کے لئے آپؐ کی خاطر صفا کو سونے کا بنا دوں گا۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہ لائے تو میں انہیں ایسا عذاب دوں گا کہ اس سے قبل کسی قوم کو نہیں دیا تھا۔ تاہم اگر آپ چاہیں

تو میں ان کے لئے اپنی رحمت اور توبہ کے دروازے کھولے دیتا ہوں۔ جبرئیلؑ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر آپؐ نے فرمایا: "میں یہی چاہتا ہوں۔" یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان پر توبہ کے دروازے کھول دے تاکہ یہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے راہ راست پر آ جائیں۔ یہ روایات اسناد کے لحاظ سے سب سے زیادہ پختہ روایات ہیں۔

اس سلسلے کی کچھ روایات جماعت تابعین سے بھی منقول ہیں ان راویوں میں سعید بن جبیر، قتادہ اور ابن جریج کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

امام احمدؒ اور ترمذی عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر سے یحییٰ بن ایوب نے عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید، قاسم اور ابی یمامہ کے یکے بعد دیگرے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دیا تھا کہ میں چاہوں تو وہ اپنے فضل و کرم سے مکے کے اردگرد کے پہاڑوں کو میرے لئے سونے کا بنا دے۔ لیکن میں نے اس سے عرض کیا کہ میں ایک دن کھانا اور ایک دن بھوکا رہنا پسند کرتا ہوں تاکہ میں ان سے بالترتیب ایک دن اس کا شکر ادا کروں اور دوسرے اس کی حمد کروں۔" یا شاید آپؐ کے الفاظ یہ تھے کہ "ایک دن تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور دوسرے دن تیرا شکر اور حمد کروں۔" یہ الفاظ امام احمد سے منقول ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو حدیث حسن بتایا ہے تاہم علی بن یزید کی روایت کردہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے قریباً" چالیس سال قبر مصر کے ایک بزرگ نے عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ قریش مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو یہودیوں کے بڑے عالموں کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھ کر آئیں اور انہیں یہ بتائیں کہ آپؐ اپنے آپ کو خدا کا رسول اور نبی کہتے ہیں آیا یہ درست ہے یا غلط؟ کیونکہ قریش مکہ کا خیال تھا کہ یہود کے وہ عالم اہل کتاب ہیں لہٰذا توریت کے حوالے سے آپؐ کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کر سکتے ہیں جو انہیں (قریش مکہ کو) معلوم نہ تھیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص یہودیوں کے بزرگ علماء کے پاس پہنچے اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرکے کہا کہ آپؐ خود کو اللہ کا رسول اور نبی اور یہ یہ باتیں کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ بتائیں کہ آیا آپؐ کا یہ دعویٰ درست ہے اور آپؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ بھی صحیح ہے؟

مدینے کی یہودی علماء نے قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں کی باتیں غور سے سنیں۔ اس کے بعد ان سے کہا: آپ لوگ جا کر قریش مکہ سے کہیے کہ جو شخص وہاں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس سے وہ تین باتیں پوچھیں جو توریت کے حوالے سے صرف ہمیں جانتے ہیں۔ اگر وہ شخص ان تینوں باتوں کا جواب دے دے تو اس

کے جوابات ہمیں آکر بتایئے، پہلی بات اس سے یہ پوچھئے کہ "فیتہ" کون لوگ تھے اور ان کا کیا معاملہ تھا؟ دوسری بات یہ پوچھئے کہ جن لوگوں نے مشرق سے مغرب تک دنیا کا چکر لگایا وہ کون تھے؟ تیسری بات یہ پوچھئے کہ روح کیا چیز ہے؟ اگر اس کے تینوں جواب درست ہوئے تو وہ یقیناً خدا کا رسول ہے اور وہی ہے جس کے بارے میں توریت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا کا آخری نبی ہو گا۔ پھر آپ لوگ اس کی اتباع کیجئے گا کیونکہ اس کی ہر بات برحق ہو گی۔

مدینے میں علمائے یہود کے یہ تینوں سوالات اچھی طرح ذہن نشین کرکے مذکورہ بالا دونوں اشخاص واپس مکہ پہنچے۔ اور قریش مکہ کو بتا دیئے اور وہ انہیں سن کر بہت خوش ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپؑ کے سامنے علمائے یہود کے وہ سوالات دہرا کر آپؑ سے ان کے جوابات دینے کے لئے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سوالات سن کر کسی قدر تامل فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: "آپ لوگ کل آیئے تو میں تو ان تینوں کے سوالات کے جوابات آپ کو دے دوں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ سے اگلے روز آنے کے لئے غالباً" اس لئے فرمایا تھا کہ آپؑ اس دوران میں وحی الٰہی کے منتظر تھے لیکن جب پندرہ روز تک آپ کے پاس جبرئیلؑ کے ذریعہ وحی نہ آئی تو آپؑ واقعی پریشان ہوئے اور جب قریش مکہ نے اس کے بعد آکر کہا: آپ نے اگلے روز آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ہم قصداً" پندرہ دن کے بعد آئے ہیں تاکہ آپؑ اس دوران میں ان سوالات پر اچھی طرح سے غور کرلیں۔ لہٰذا اب آپ ہمیں ان سوالات کے جواب دیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاید سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں کو اب کیا عذر کرکے ٹالا جائے کہ اس وقت جبرئیلؑ آپ کے پاس آ گئے اور ان تینوں سوالات کے جواب آپؑ کو بتا دیئے۔ چنانچہ آپ نے وہی جوابات حرف بہ حرف قریش مکہ کو دے دیئے دنیا کے دور اول میں آنے والے کا جواب آپؑ نے یہ دیا کہ وہ مخص ترقیم اور ان کے ہمراہی تھے۔ دوسرے کا جواب آپ نے اصحاب کہف بتایا جن کا ذکر سورہ کہف میں پایا جاتا ہے اور تیسرے سوال یعنی روح کیا چیز ہے؟ کا جواب آپؑ نے جو دیا وہ بھی قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے ارشاد فرمایا تھا: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

ہم نے ان سب باتوں کی تشریح سب موقع اپنی تفسیر قرآن میں کر دی ہے اور جو وہاں دیکھی جا سکتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جوابات قریش مکہ کو دیئے تھے وہ انہوں نے علمائے یہود کو مدینے بھیج دیئے تھے۔ البتہ اس بات میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ نخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات پر مشتمل مکمل آیات قرآنی مکے میں آپ پر نازل ہوئی تھیں یا بعد میں مدینے امیں بطور ذکر نازل ہوئیں۔ بہرحال مذکورہ بالا سوالات کے جواب میں آپؑ نے جو سکوت فرمایا تھا وہ اس بات کی بین دلیل ہے

کہ آپؐ ان سوالات کے مکمل جوابات اللہ تعالیٰ کی جانب سے موصول ہونے کے منتظر تھے۔ اس لئے ان سوالات کے جواب دیتے وقت آپؐ نے اپنی طرف سے ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں فرمایا تھا۔ پہلے سوال کے جواب میں لفظ "ترقیم" سے آپؐ کی مراد حضرت ذوالقرنین سے تھی دوسرے سوال کے جواب میں جیسا کہ ہم سطور بالا میں بتا چکے ہیں، آپ نے "اصحاب کہف" فرمایا تھا تیسرے سوال کا جو جواب آپؐ نے دیا تھا وہ بھی مندرجہ بالا آیت قرآنی سے دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات پر تفصیلی گفتگو ہم نے اپنی تفسیر قرآن میں حسب موقع کی ہے۔(ہم عصمت انبیاء کے باب میں اس اشتباہ کا مفصل جواب دیں گے۔ کہ حضور اکرمؐ نے کیا واقعی اتنے دن تک جواب نہ دیا تھا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابی طالب نے اس خوف سے کہ قریش مکہ آپ کو مکے سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیں آپ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار یک خاصے طویل قصیدے میں کیا جو انہوں نے حریم کعبہ میں بیٹھ کر کہا تھا۔ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اس قصیدے کا جواب سبعہ معلقہ کے علاوہ عربی ادب میں کہیں نہیں ملتا۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب تاریخ میں یہ پورا قصیدہ درج کیا ہے بلکہ اس میں تین ایسے اشعار کا اضافہ بھی کیا ہے جو کسی اور تاریخ میں نہیں ملتے۔

حضرت ابی طالب کے اس قصیدے کی بعض اہل علم ان کی طرف نسبت کرنے کی تردید کرتے ہیں لیکن ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہوں نے مکمل تحقیق کے بعد اسے ان سے منسوب کیا ہے۔ اس لئے اس کی صحت کے بارے میں کوئی کلام نہیں ہے ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت ابی طالب کے عربی زبان پر کامل عبور اور ان کی قادر الکلامی کے پیش نظر اس قصیدے کو کسی اور ہم عصر کے نام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اور اس سلسلے میں ابن ہشام نے جو کچھ کہا ہے بالکل حق بجانب ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد کفار قریش نے مکے کے ان تمام قبائل کو تکلیفیں دینا شروع کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے ایسے لوگوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی، انہوں نے انہیں بھوکا پیاسا رکھا، مارا پیٹا اور موسم گرما میں تپتی زمین پر لٹا کر ان کے سینے پتھر رکھے۔

کفار قریش نے ان میں سب سے زیادہ حضرت بلالؓ کے ساتھ سختی برتی جو ----- امیہ کے حبشی غلام تھے۔ ان کی ماں کا نام حمامہ تھا۔ وہ حد سے زیادہ صادق الاسلام تھے۔ بہت سے دوسرے لوگ ان تکالیف سے تنگ آکر بظاہر اسلام سے پھر گئے تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کی مجبوری کے پیش نظر انہیں معاف فرما دیا تھا۔ کیونکہ وہ دل سے اسلام پر قائم تھے۔ البتہ حضرت بلالؓ کا معاملہ ان لوگوں سے بالکل الگ تھا۔ انہیں کفار قریش نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں بلکہ ان پر جور و ستم کی انتہا کر دی۔ انہیں بھوکا پیاسا رکھا گیا، گرمی کے موسم میں انہیں تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھے گئے اور ان سے کہا گیا کہ

تمہارے ساتھ مسلسل یہی سلوک ہوتا رہے گا۔ اگر تم اسلام سے بت پرستی کی طرف واپس نہ آئے یا اس حالت میں مر نہ گئے۔ وہ تپتی زمین پر پشت کے بل لیٹے رہتے تھے جب کہ ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھے جاتے تھے۔ لیکن ان کی زبان سے اس وقت جو الفاظ نکلتے تھے وہ احد احد ہوتے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک بار جب وہ یعنی عروہ کے والد ورقہ بن نوفل کے ہمراہ اس راستے سے گزر رہے تھے جہاں حضرت بلالؓ پر عذاب نازل کیا جا رہا تھا لیکن ان دونوں نے ان کی زبان سے اس شدت ظلم و جور اور جبر و استبداد کے باوجود صرف احد احد ہی سنا۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر کفار انہیں قتل بھی کر ڈالتے تو وہ حلف سے کہنے کو تیار ہیں کہ پھر بھی ان کی زبان سے احد احد کی آواز آتی رہتی۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب میں نے ابن اسحٰق کو اس روایت کے بارے میں اس کے راویوں سے کہا کہ ورقہ بن نوفل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے فوراً ہی بعد انتقال کر گئے تھے تو وہ عروہ کے والد کے ساتھ اس وقت کس طرح ہو سکتے تھے جب حضرت بلالؓ اس عذاب سے دو چار تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ عروہ کے بقول ابن اسحٰق کی روایت میں آگے چل کر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عروہ کے والد کے ساتھ اس وقت غالباً" حضرت ابوبکرؓ ہوں گے۔ کیونکہ ان ہی نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی کئی دوسرے حبشی غلام بھی جن پر ایسا ہی عذاب توڑا جاتا تھا خرید کر آزاد کر دیئے گئے تھے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہیں مسلمانوں کی ایک جماعت نے جن میں عبیدہ وغیرہ شامل تھے خرید کر آزاد کیا تھا۔ ان حبشی غلاموں میں بلال' عامر بن فہیرہ اور ام عمیس شامل تھیں۔ آخر الذکر کو نابینا کر دیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں دوبارہ بینائی بخش دی تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں: وہ بنو مخزوم تھے جو عمار بن یاسر اور ان کے ماں اپ تھے جو اسلام لانے کے بعد گھر سے باہر آئے تھے۔ انہیں موسم گرما میں دوپہر کے وقت مشرکین نے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اس طرف سے گزر رہے تھے۔ جب آپؐ ان کے نزدیک آئے تو آپؐ نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

بیہقیؒ نے حاکمؒ اور ابراہیمؒ بن عصمتہ العدل کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان سے سری بن خزیمہ' مسلم بن ابراہیم' ہشام بن ابی عبیداللہ نے ابی زید اور جابر کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ ایک دفعہ اس طرف سے گزر رہے تھے جہاں عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین پر مشرکین حد سے زیادہ سختیاں کر رہے تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا: "عمار اور تمام آل یاسر کو جنت کی بشارت دے دو۔" عمار بن یاسر کی والدہ کو مشرکوں نے قتل کر دیا تھا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے وکیع نے سفیان' منصور اور مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ اسلام میں شہید ہونے والی سب سے پہلی خاتون ام عمار یعنی سمیتہ تھیں۔ ابوجہل نے ان کے دل میں کوئی تیز دھار خنجر وغیرہ جیسا ہتھیار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک یہ روایت مرسل ہے۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابوجہل انتہائی فاسق و فاجر شخص تھا لیکن اس کے باوجود مشرکین قریش اس کی ذات پر فخر کرتے تھے۔ وہ جب سنتا کہ قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو گیا ہے۔ تو وہ اس شخص کے پاس جاتا' اسے ڈانٹتا ڈپٹتا اور جھڑکیاں دے کر اس سے کہتا: "کمبخت! تو نے اپنا دین ترک کر دیا جو تیرے لئے سب سے بھلی چیز تھا' ایسا کر کے تو نے ہمارے نزدیک اپنی شرافت و نجابت' حلم و بردباری' گراں قدری اور اصابت رائے سب کچھ ڈبو کر رکھ دیا۔" اگر مسلمان ہونے والا کوئی شخص تاجر ہوتا تو وہ اس سے کہتا: "تو نے (مسلمان ہو کر) اپنی تجارت کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنی ساری ملکیت تباہ کر دی۔" اگر وہ مسلمان ہونے والا بوڑھا آدمی ہوتا تو وہ اسے مارتا پیٹتا اور اپنی اس شقاوت پر فخر کرتا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حکیم بن جبیر نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا تھا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو مشرکین کے شدید ترین مظالم سے تنگ آ کر تردید اسلام پر آمادہ ہو گئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ: "ہاں ایسا ہوا تھا لیکن ایسا جب بھی ہوا صرف اس وقت ہوا جب کوئی مسلمان مشرکین کے ہاتھوں مار کھا کھا کر گر پڑا اور بھوک پیاس کی شدت سے مرنے کے بالکل قریب ہو گیا۔"

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حکیم بن جبیر کی زبانی یہ سن کر انہوں نے کہا کہ قرآن پاک کی یہ آیت یقیناً انہی مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو گی جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ (مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ ----- عَذَابٌ أَلِيمٌ تک) "تو انہوں نے سعید بن جبیر اور عبداللہ بن عباس کے حوالے سے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے کہا۔ "یہ سانحہ ان مسلمانوں پر گزرا جو مشرکین کے ہاتھوں ظلم سہتے سہتے لب گور جا پہنچے تھے' اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی قوت و قدرت کاملہ کے ذریعے ایسے سانحات سے محفوظ رکھا۔"

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابو معاویہ اور اعمش نے مسلم' مسروق اور خباب بن ارت کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کا واسطہ شدائد ظلم و ستم کے سلسلہ میں العاص بن وائل سے پڑا تھا جو انہیں دین اسلام سے منکر ہو کر دوبارہ اپنے معتقدات پر لانا چاہتا تھا۔ جب ان پر العاص بن وائل نے جسمانی عذاب کی انتہا کر دی تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ وہ اس کی بات ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن وہ بولا: "جب تک تم زبان سے اس کا اقرار اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے انکار کا اعتراف نہیں کرو گے' میں

تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا چاہے تمہارا دم ہی کیوں نہ نکل جائے۔" اس کی زبان سے یہ سن کر ان کے جوش ایمانی اور غیرت اسلامی پر ایسی ضرب پڑی کہ وہ فوراً بولے: "خدا کی قسم اگر تو مجھے مار بھی ڈالے اور میں قیامت تک تیرے ہاتھوں بار بار مر کر دوبارہ زندہ ہوتا اور تیرے اس ظلم و ستم کا شکار ہوتا رہوں اور اس کے علاوہ میرے اموال اور اولاد پر جس کی دھمکی تو مجھے دے رہا ہے جو کچھ بھی کر گزرے، میں دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے برضا و رغبت ہرگز منکر نہیں ہو سکتا۔"

اسی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن شریف کی یہ آیت اتری تھی: **اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا الخ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا**"

اس آیت کا استخراج صحیحین وغیرہ میں اعمش کے حوالے سے کیا گیا ہے جس میں بخاریؒ کے الفاظ **کنت قینا بمکۃ** ہیں۔ حدیث میں العاص بن وائل کے ہاتھوں تلوار کے زور پر کئی مسلمانوں کے ارتداد کا ذکر آیا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے حمیدی، سفیان اور بنان و اسماعیل نے یہ روایت بیان کی ہے اور آخر الذکر یعنی بنان و اسماعیل نے قیس کے حوالے سے خباب کی زبانی بیان کیا کہ اس نے (خباب نے) موسم سرما کی شدت کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کے زیر سایہ ایسی حالت میں لیٹے ہوئے دیکھا جب مشرکین نے آپؐ کو حد درجہ جسمانی عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ خبابؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپؐ اللہ سے فریاد کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر جب آپ اٹھ کر بیٹھے تو آپؐ کا چہرہ (خون سے) سرخ ہو رہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس سے قبل کسی قوم کو دیکھا یا سنا ہے کہ وہ کسی شخص پر اس کے اپنے دین سے منکر ہو جانے کے لئے اتنا ظلم کرے کہ اس کے جسم سے گوشت الگ ہو کر ہڈیاں رہ جائیں یا اس کے سر پر اس طرح تلوار ماری جائے کہ اس کے سر کے درمیان سے دو ٹکڑے ہو جائیں؟ بہرکیف اللہ تعالیٰ ایسے مظلوم لوگوں کو مامون و مسئون رکھنے کے لئے بہت جلد صنعا سے حضر موت کی طرف ایسا سوار بھیجنے والا ہے جو اللہ کے سوا کسی سے خائف نہ ہو گا (ترجمہ مفہومی) بنان نے اس روایت حدیث میں **والذئب علی غنمہ** کا اضافہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بھیڑ بکریوں کے گلے پر بھیڑیوں ہی کو محافظ بنا دے گا۔ ایک روایت میں **و لکنکم تستعجلون** کے الفاظ بھی شامل ہیں یعنی تم یہ سب کچھ بہت جلد سیکھ لو گے۔ صحیح مسلم کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی بالاختصار یہ حدیث موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن نے سفیان کے حوالے سے اور ابن جعفر نے شعبہ، ابی اسحٰق، سعید ابن وہب اور خباب کے حوالے سے بیان کیا کہ خباب کے بقول کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حد درجہ جسمانی عذاب کی شکایت کی جس میں انہیں مشرکین مبتلا کر رہے تھے اور

وہ بھی بحالت نماز۔ ابن جعفر کہتے ہیں کہ ہم نے (اس سلسلے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ البتہ موسم گرما میں گرمی کی شدت کی شکایت ضروری کی۔ یہی روایت ابن جعفر نے سلیمان بن داؤد' شعبہ' ابی اسحٰق' سعید بن وہب اور خباب کے حوالے سے بھی بیان کی ہے۔ مسلم' نسائی اور بیہقی نے ابی اسحٰق سبیعی کی پیش کردہ حدیث روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آخر الذکر نے صرف یہ کہا کہ "ہم نے صرف اپنی اپنی ذاتی وجوہ کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایات کیں اور بس۔ اس کے سوا ہم نے آپؐ سے کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔" ابن ماجہ نے علی بن محمد طنافسی' وکیع' اعمش' ابی اسحٰق' حارثہ بن مضرب العبدی اور خباب کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے کہ ان میں سے کسی نے شدت گرما کے سوا اور کسی قسم کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی نہیں کی۔

یہ روایت اول سے آخر تک نہایت مختصر ہے جس کی وجہ سے مورخین شک و شبہ میں مبتلا رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے لوگوں کو اکثر زیادہ جسمانی عذاب میں مبتلا رکھا۔ وہ موسم گرما میں دوپہر کے وقت انہیں کبھی منہ کے بل لٹاتے اور کبھی پیٹھ کے بل اور انہیں زیادہ سے زیادہ ایذائیں پہونچاتے تھے۔ اس لئے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی اس سلسلے میں کوئی شکایت نہ کی ہو۔

اس کے علاوہ جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان عذابوں میں مبتلا لوگوں کے بارے میں دوسرے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ انہیں ان عذابوں سے نجات دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تو آپ نے جواب دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس عذاب سے رہائی دلا کر ان کی مدد فرمائے گا۔ وہ انہیں ساری دنیا میں عزت و حرمت بخشے گا اور انہیں یہ بشارت بھی دی تھی ان کی مدد کے لئے صنعا سے حضرموت کی طرف ایک سوار آئے گا جس کے بھیڑ بکریوں کے گلے کی حفاظت خود بھیڑیئے کریں گے اور آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اس سلسلے میں جلدی کر رہے ہیں یعنی اضطراری کیفیت میں مبتلا ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے شدت گرما کے علاوہ اس سلسلے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور شکایت کی ہو گی۔ ویسے اس سلسلے میں میرے نزدیک امام شافعی کی روایت بھی محل نظر ہے۔

مشرکین کی طرف سے مسلسل مخالفت

البدایہ والنہایہ

کی جلد ۳ میں ۲۶ سطر پر تحریر ہے۔
اسحٰق بن راہویہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرزاق نے معمر، ایوب، سختیانی، عکرمہ اور ابن عباس کے یکے بعد دیگرے حوالوں سے بتایا کہ ایک روز ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے سامنے قرآن شریف کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں جنہیں سن کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوئی اور آپ کے بارے میں اس کا دل نرم ہو گیا۔ جب یہ خبر ابوجہل تک پہنچی تو وہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: چچا! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی قوم آپس میں مال جمع کرکے آپ کی خدمت پیش کرے؟ ولید بن مغیرہ نے جواب دیا: "نہ میں یہ چاہتا ہوں نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" اس پر ابوجہل بولا "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ جو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے پاس گئے تھے تو شاید اسی لئے گئے ہوں کہ آپ اپنی قوم سے مال جمع کرکے اسے دیں تاکہ وہ اپنے نئے دین کی تبلیغ سے باز آ جائے۔ یہ سن کر ولید بولے: "میں وہاں اس لئے نہیں گیا تھا۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ میری قوم کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے۔ اس کے علاوہ وہ رزمیہ اور بزمیہ شاعری اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی کسی دوسری قوم سے پیچھے نہیں ہے۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو نہ مال و دولت کی خواہش رکھتے ہیں نہ وہ شعر و شاعری یا فصاحت و بلاغت سے کسی کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے جو کلام اللہ کا کلام کہہ کر مجھے سنایا اسے سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا کیونکہ اس میں بڑی حلاوت ہے۔ ایسا کلام تو میں نے آج تک سنا ہی نہیں تھا حالانکہ نہ وہ کوئی قصیدہ تھا نہ رجزیہ اشعار اور نہ اس قسم کی کوئی دوسری چیز لیکن اس میں کچھ ایسی عجیب بات تھی کہ جس کی کہیں اور مثال نہیں مل سکتی۔ ولید سے یہ بات سن کر ابوجہل بولا: "اچھا مجھے غور کرنے دو۔" پھر کچھ سوچ کر بولا: "چچا! یہ سب جادو کا کرشمہ ہے یہ سحر آمیز کلام سنا کر وہ (نعوذ باللہ) دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" اس کے جواب میں ولید نے کہا: "میں نے جادوگر بھی دیکھے ہیں اور جادو کے کرشمے بھی لیکن ان میں یہ بات میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔" اس واقعے کے بعد ہی یہ قرآنی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل ہوئی۔ **ذرنی و من خلقت وحیدا ----- و بنین شھود** تک۔

اس واقعے کو بیہقیؒ نے بھی حاکم، عبداللہ بن محمد صنعانی نیز اسحٰق کے حوالے سے جو اول الذکر دونوں حضرات کے ساتھ مکے میں رہے ہیں بیان کیا ہے۔ بیہقی کے علاوہ اس روایت کو حماد بن زید نے بھی ایوب اور عکرمہ کے حوالے سے بطور روایت مرسل پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو آیت قرآن تلاوت فرمائی تھی وہ یہ تھی **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ ----- لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ** تک۔

بیہقی، حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر

الذکر کو محمد بن اسحٰق نے سعید بن جبیر یا عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بتایا کہ ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے کچھ لوگ جمع ہو کر آئے کیونکہ وہ بلحاظ عمران میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا۔ پہلے تو ادھر اودھر کی باتیں ہوتی رہیں' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آیا تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تمہارے پاس عرب کے تمام وفود آتے رہتے ہیں تم ان سے مشورہ کرو کہ اس نئے مذہب کے بارے میں جس کی تبلیغ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کر رہے ہیں ان کی کیا رائے ہے۔ ولید بن مغیرہ کے اس مشورے کے جواب میں وہ لوگ یک زبان ہو کر بولے: "آپ ہم سب کے بڑے ہیں' آپ جو کچھ فرمائیں گے' ہم وہی کریں گے۔ وفود کی آمد کے انتظار سے کیا حاصل ہو گا؟"
ولید نے کہا: "آخر تم چاہتے کیا ہو؟" وہ بولے: ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کاہن سمجھتے ہیں اور

ولید نے ان کا قطع کلام کر کے کہا: "وہ کاہن کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں کاہنوں کو خوب جانتا ہوں۔ ان میں کاہنوں جیسی نہ کوئی بات ہے نہ وہ کاہنوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں۔"
ولید سے یہ سن کر وہ لوگ بولے: "تو چلئے ہم انہیں دیوانہ سمجھ لیتے ہیں۔" ولید نے کہا: "وہ مجنوں یا دیوانہ کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے کسی قول و عمل سے دیوانہ پن بالکل ظاہر نہیں ہوتا۔؟" اس پر وہ لوگ بولے: "تو پھر ہم ان کے دعویٰ نبوت کو اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے شاعری اور انہیں شاعر سمجھ لیتے ہیں۔" یہ سن کر ولید نے کہا: "میں شاعروں اور شاعری دونوں سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کی باتوں میں نہ کوئی رومانی بات ہے نہ رجزیہ' نہ ہجزیہ' نہ قریضہ نہ مقبوضہ و مبسوطہ' پھر ان کی باتوں کو شاعری یا واہمہ تخیل اور انہیں شاعر کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟"
ولید کی یہ بات سن کر وہ بولے: "تو کیا ہم انہیں جادوگر کہیں؟"
ولید نے کہا: "وہ جادوگر بھی کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں جادوگروں کو بھی خوب جانتا ہوں۔ یہ جادوگروں کی طرح نہ کسی شخص اور اس کے دین میں تفرقہ انداز کرتے ہیں نہ کسی شخص اور اس کے باپ' یا کسی آدمی اور اس کی بیوی یا بھائی بھائی کے درمیان دشمنی اور اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"
اتنا کہہ کر ولید بن مغیرہ نے کہا: "بھئی مجھے تو وہ صادق القول معلوم ہوتے ہیں' ان کی باتوں میں ایسی حلاوت ہے کہ اس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔"
جب وہ لوگ ولید کو اپنا ہم خیال بنانے میں ناکام رہے تو پھر ادھر اودھر کی دوسری باتیں کرنے لگے۔ ولید کے اس طرز عمل کے بارے میں یہ قرآنی آیت شریفہ نازل ہوئی۔

ذرنی و من خلقت وحیدا وجعلت لہ مالا ممدودا و بنین شھودا

ان لوگوں کے بارے میں جو قرآن کو جعلی کہتے تھے یہ آیت نازل ہوئی۔

فو ربک لنسئلنهم اجمعین عما کانو یعملون

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: "میں نے مذکورہ بالا راویوں کی یہ روایات سن کر کہا:"
"میرے نزدیک انہیں لوگوں کی جہالت و کوتاہی عقل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: (**بل قالوا اضغاث ---- ارسلون اولون** تک)

آخر کار وہ لوگ بھی رفتہ رفتہ مان گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو جو باتیں انہوں نے کہیں تھیں سب باطل تھیں یعنی ان کی گمراہی ہی سے اظہار حق ہوا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا**

امام عبد بن حمید اپنی مسند میں فرماتے ہیں: "مجھ سے ابوبکر بن ابی شیبہ اور علی بن مسہر نے اجلح ابن عبداللہ الکندی' زیال بن جدیلہ الاسدی اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک روز قریش جمع ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے: اس شخص کو دیکھو! جو کہانت' شعر گوئی اور جادوگری میں سب سے آگے ہے۔ اس نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمارے سارے کام بگاڑ کر رکھ دیئے ہیں۔ وہ ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس شخص کو بھی دیکھو جو ایسے شخص کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔"

ایک دوسرے سے یہ سن کر وہ بولے کہ ہم تو کسی ایسے شخص کو عتبہ بن ربیعہ کے سوا نہیں جانتے جو اس کی طرف مائل ہو یا اس سے ہم کلام ہو سکتا ہو۔"

یہ سن کر وہ بولے: "وہ شخص اے ابو ولید تم ہو۔"

اس کے بعد عتبہ ولید کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ سے کہا۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ اپنے آپ کو ام عبداللہ سے بہتر سمجھتے ہیں؟" یہ سن کر جب آپ خاموش رہے تو اس نے آپ سے پوچھا: "کیا آپ خود کو ام عبدالمطلب سے بہتر سمجھتے ہیں؟" جب اس سوال پر بھی خاموش رہے تو وہ بولا: "میرے خیال میں آپ ایسے نہیں ہیں جو اپنے بزرگوں سے محبت نہ کرتے ہوں۔ پھر اگر آپ اپنے ان بزرگوں سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان سے بہتر بھی نہیں سمجھتے تو پھر انہی معبودوں کو کیوں نہیں مانتے جنہیں آپ کے یہ بزرگ اپنے معبود سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے دعویٰ نبوت سے آپ کی قوم میں پھوٹ پڑ گئی ہے' ہمارے کام بگڑ رہے ہیں' ہمارا آبائی مذہب معیوب سمجھا جانے لگا ہے' غیر عرب کہنے لگے ہیں کہ عربوں میں ایک بہت بڑا کاہن اور جادوگر پیدا ہو گیا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ آپ کے جواب کا انتظار کرنے لگا' پھر بولا: اگر تمہیں روپے پیسے اور مال و دولت کی خواہش ہو تو ہم تمہارے قدموں پر اس کے انبار لگا دیں گے' اگر تم اقتدار چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا حاکم تسلیم

کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ اگر تم عرب کی خوب صورت ترین دوشیزہ سے مناکحت کے خواہش مند ہو تو بھی ہم تمہارے لئے فراہم کر دیں گے بلکہ ایسی دس لڑکیاں جمع کر دیں گے' آخر کچھ کہو تو سہی کہ تم چاہتے کیا ہو؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی اس طول طویل گفتگو کو سن کر ارشاد فرمایا:

"کیا تم سب کچھ کہہ چکے؟ اس نے جواب دیا: "جی ہاں۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔"

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوں لب کشائی فرمائی:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ حٰمٓ تَنزِیلٌ مِّنَ الرحمٰنِ الرَّحِیم کِتٰبٌ فُصِّلَت اٰیٰتُہٗ قُراٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَومٍ یَّعلَمُونَ

اس کے بعد آپ نے اس آیت قرآنی کو یہاں ختم کیا۔

فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے یہ کلام ربانی سن کر عتبہ بولا۔

"آپ کو اور کچھ کہنا ہے؟" آپ نے فرمایا نہیں۔

آپ کا یہ جواب سن کر عتبہ کفار قریش کے پاس واپس چلا گیا۔ انہوں نے پوچھا: "کہو کچھ کام بنا؟" عتبہ نے کہا: "نہیں' میں نے ان سے بہت سے سوالات کئے لیکن وہ خاموش رہے پھر میں نے انہیں مال و دولت وغیرہ ہر چیز کی پیشکش کی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر میں جو کچھ کہا میں اس میں سوائے اس کے کچھ اور نہ سمجھ سکا کہ اگر ہم ان کے کہنے پر عمل نہ کریں گے تو ہم پر بھی قوم عاد و ثمود کی طرح بجلی کا عذاب نازل ہو گا۔"

اہل قریش نے عتبہ سے یہ سن کر کہا: "کمبخت! کیا وہ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں بات کر رہے تھے جو تو ان کی باتیں نہ سمجھ سکا یا تو عربی زبان سے ناواقف ہے؟"

اس پر بھی عتبہ نے یہی کہا: "ویسے تو عربی زبان ہی میں بات کر رہے تھے لیکن واقعہ یہی ہے کہ مجھے ان کی گفتگو میں سے صرف اتنی ہی بات سمجھ میں آئی کہ ہم پر قوم عاد و ثمود کی طرح کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے۔"

بیہقیؒ وغیرہ نے بھی یہ روایت حاکم' اصم' عباس الدوری' یحیی بن معین' محمد بن فضیل اور اجلح کے حوالے سے ------ لکھی ہے لیکن ہمارے نزدیک محل نظر ہے اس روایت میں بیہقیؒ نے عتبہ کی زبانی ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان تمام چیزوں کی پیشکش بھی کی تھی جن کا دوسرے کفار کی زبان سے سطور بالا میں ذکر آ چکا ہے۔ عتبہ کی زبان سے وہ سب سن کر جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے عتبہ کو قریش نے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ وہ نہ جانے کیوں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی طرف جھک چلا ہے اور پھر اس سے بولے کہ اگر وہ چاہے تو قریش بہت کچھ مال و دولت پیش کر سکتے ہیں۔

ابوجہل بھی اس وقت وہاں آگیا تھا۔ اس نے کہا: قریش عتبہ کو بے شمار مال و دولت دے سکتے ہیں جس سے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خاطر تواضع اور ان کے پیش کردہ کھانوں کا مزہ بھول جائے گا۔"

ابوجہل کی زبان سے یہ باتیں سن کر عتبہ کو غصہ آگیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ اس کے بعد آپؐ کے پاس اب کبھی نہیں جائے گا لیکن اس نے ابوجہل کو یہ جواب دیا کہ خود اس کے پاس قریش کے اکثر لوگوں سے مال و دولت زیادہ ہے' اس لئے اسے مال و دولت کی پرواہ نہیں ہے لیکن اس نے ابوجہل سے یہ بھی کہا کہ وہ آپؐ کی طرف مائل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تاہم اسے آپؐ کی باتوں سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ آپؐ جادوگر ہیں نہ مجنون نہ شاعر اور یہ کہ جہاں تک آپؐ کی عاد و ثمود کی طرح کفار قریش پر عذاب کی پیشگوئی کا تعلق ہے تو سارے قریش جانتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس کے بعد عتبہ نے کہا کہ اسی لئے وہ آپؐ کی زبان سے قریش پر عذاب کا نام سن کر ڈر گیا ہے۔

بیہقیؒ اس روایت کے حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے بنی ہاشم کے غلام یزید بن ابی زیاد نے محمد بن کعب کی زبانی یہ کہا کہ عتبہ اپنی جگہ حد درجہ شریف' بردبار اور سنجیدہ و متین شخص تھا اور اس کے بعد یہ بیان کیا کہ اس نے آپ کے سامنے حد درجہ مال و دولت کے علاوہ قریش کی سرداری پیش کی لیکن آپ نے اس کے جواب میں جو قرآنی آیات تلاوت فرمائیں ان سے وہ اس کے سوا کچھ نہ سمجھ سکا کہ انہیں قوم عاد و ثمود کی طرح بجلی کے عذاب سے تباہی کی پیش گوئی کی جا رہی ہے اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہ کر شرک سے باز نہ آئے۔

اس کے بعد ابوجہل نے عتبہ سے کہا: "اے عتبہ! معلوم ہوتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طرف دار ہو گئے ہو اور تمہیں ان کی باتیں اچھی معلوم ہونے لگی ہیں۔ ویسے اگر تمہیں بھی مال و دولت کی خواہش ہو تو ہم تمہارے لئے اتنی دولت جمع کر دیں گے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طعام اور خاطر تواضع سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ ابوجہل کی زبان سے یہ سن کر عتبہ کو غصہ آگیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ پھر کبھی آپؐ سے گفتگو نہیں کرے گا لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ ثروت میں قریش کے کسی دوسرے شخص سے کم نہیں ہے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے اسے نہ ان کا شاعر ہونا معلوم ہوا نہ مجنون' اور نہ کاہن۔ اس نے یہ بھی کہا کہ سب قریش جانتے ہیں کہ آپ نے اس سے قبل دروغ گوئی سے کبھی کام نہیں لیا اور ہمیشہ سچ بولا ہے۔

بہرحال اس کے بعد ایک دفعہ ایسا ہوا کہ عتبہ قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے کہا کہ اگر وہ لوگ چاہیں تو وہ ایک بار پھر آپؐ سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے۔ اس پر وہ لوگ بولے کہ اے ابوالولید اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ تم آخری بار ان سے بات کر کے دیکھ لو۔ یہ سن کر عتبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو قریش کی طرف سے دوبارہ

ان تمام چیزوں کی پیشکش کی جو پہلے کر چکا تھا اور آپ کا جواب بھی قریش کو سنا دیا۔ اس کے بعد اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ حضرت حمزہؓ مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے تاہم ان لوگوں نے اسے پھر آپؐ کے پاس بھیجا اور اپنی پیشکشوں میں اضافہ کرتے رہے لیکن آپؐ نے ہر دفعہ عتبہ کو مندرجہ بالا آیت قرآنی سنانے پر اکتفا فرمایا۔

عتبہ نے آخر کار ان لوگوں سے کہا کہ آپؐ اسے سچے معلوم ہوتے ہیں اور جو کلام اس نے آپؐ سے سنا ایسا ہی اپنی زندگی بھر کبھی نہیں سنا تھا۔ اس کے بعد یہ بھی کہا کہ آپؐ نہ تو شاعر ہیں نہ کاہن اور نہ (نعوذ باللہ) اختلال دماغ میں مبتلا ہیں۔ عتبہ نے ان سے یہ بھی کہا کہ آپؐ اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں چاہتے اگر وہ کامیاب ہوتے ہیں تو ان کا ملک تمہارا ملک ہو گا اور ان کی ساری خوشحالی اور خوش نصیبی سارے عربوں کے حصے میں آئے گی۔

عتبہ کی اس نصیحت کو سن کر قریش بولے: ''عتبہ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ اس نے تم پر اپنی باتوں سے جادو کر دیا ہے۔'' یہ سن کر عتبہ ان کی لوگوں کی صحبت سے اٹھ آیا۔

عتبہ کی ان صفات کے بارے میں حضرت ابو طالب نے کچھ مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔

بیہقیؒ کہتے ہیں کہ انہیں ابو محمد بن عبداللہ بن یوسف اصفہانی، ابو قتیبہ سلمہ بن فضل ادمی نے مکے میں بتایا اور انہوں نے ابو ایوب احمد بن بشر طالیسی، داؤد بن عمرو الضبی مثنی بن زرعہ سے سنا اور انہوں نے محمد بن اسحٰق، نافع اور ابن عمر کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ نے عتبہ کے سامنے قرآنی آیت شریفہ حٰمٓ تَنزِیلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ الخ تلاوت فرمائی تو وہ اسے سن کر مشرکین قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ''میں اب تمہارا کوئی پیغام لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس نہیں جاؤں گا وہ مجھے بالکل سچے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے، میں نے ان سے جو کلام سنا وہ بہت ہی عجیب تھا اور ایسا کلام میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا تھا۔ لہٰذا میرا ان پر ایمان لانا کچھ حیرت انگیز بات نہیں ہو گی۔''

بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت اپنی اسناد و حقائق کے علاوہ دوسری اس بارے میں تمام روایات سے مطابقت کی وجہ سے نہایت قوی سمجھی گئی ہے۔

بیہقی ایک دوسری روایت میں حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس، اور ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر سے زہری نے بیان کیا کہ ابوجہل، ابو سفیان اور اخنس بن شریق ایک شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کلام اللہ سننے کے لئے نکلے اس وقت آپ اپنے مکان میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ لہٰذا یہ سب لوگ باہر بیٹھ کر آیات قرآنی سننے لگے اور طلوع سحر تک سنتے رہے۔ یہ واقعہ تین روز تک متواتر ہوا۔ اس کے بعد ایک دن اخنس بن شریق ابو سفیان کے گھر آئے اور ان سے پوچھا

کہ اب تک ان سب نے جو کلام آپ سے سنا اس کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ "میں تو کچھ سمجھ نہیں سکا اس کلام سے مراد کیا ہے؟" یہ سن کر اخنس بن شریق نے کہا کہ اسے تو وہ کلام بے مثل لگتا ہے۔ پھر یہ دونوں ابو جہل کے گھر گئے اور اس سے بھی وہی بات دریافت کی کہ اسے آپؐ کا کلام کیسا لگا؟ اس نے جواب دیا کہ "جو کچھ اس نے سنا اس بارے میں تو بنی عبد مناف اور دوسرے اہل قریش کے درمیان اختلاف ہے اگر بنی عبد مناف اس لئے اپنی امتیازی حیثیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حجاج کو کھانا کھلاتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں' اگر وہ ان کا سامان اٹھاتے ہیں اور سواریوں پر بار کرتے ہیں تو ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جو خدا کا رسول ہے۔ تو ہم یہ بات ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہم یہ بات قبول بھی کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا اس سے قبل عرب میں کوئی نبی پیدا ہوا ہے ہم نہ اس کی بات سنیں گے نہ اس کی تصدیق کریں گے۔"

یہ سن کر اخنس بن شریق اور ابو سفیان ابو جہل کے گھر سے چلے آئے۔

اس روایت کے بعد بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابو عبداللہ الحافظ اور ابو العباس نے بتایا' نیز ان سے احمد اور یونس نے ہشام بن سعد' زید بن اسلم اور مغیرہ بن شعبہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آخر الذکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بعثت کے بعد پہلی بار دیکھا تو اس وقت آپؐ مکے کے ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ میرے ساتھ اس وقت ابو جہل بن ہشام بھی تھا۔ آپ نے ابو جہل کو دیکھ کر فرمایا: "اے ابو حکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آ جاؤ' میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔" یہ سن کر ابو جہل بولا: "اے محمد! تم وہی تو ہو جو ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ میں مان لوں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تم ہم لوگوں سے کیا کہتے ہو اسے ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔"

اس کے بعد ابو جہل مذکورہ بالا راوی کے پاس آیا ارو اس سے کہا: بنی قصی اپنی جن جن صفات کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں تو میں جانتا ہوں لیکن وہ صفات ہم میں بھی ہیں لیکن اب ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان میں خدا کی طرف سے ایک نبی آگیا ہے تو میں یہ ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں نہ ان کے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتا ہوں۔"

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابو عبداللہ الحافظ نے ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم' محمد بن خالد' احمد بن خلف اور اسرائیل کے حوالے سے ابن اسحٰق کی یہ روایت بیان کی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (مکے میں) اس طرف سے گزرے جہاں ابو جہل اور ابو سفیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر ابو جہل ابو سفیان سے بولا: "اے عبد شمس کے قبیلے والے! کیا یہی تمہارا نبی ہے؟" ابو جہل سے یہ سن کر ابو سفیان نے اس سے پوچھا: تمہیں ہم میں سے کسی کے نبی ہونے پر تعجب کیوں ہے؟ کیا تمہارے خیال میں نبی ان

لوگوں میں سے ہو سکتا تھا جو ہم سے کمتر درجے کے ہیں؟" ابوجہل نے جواب دیا: "مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آیا ہمارے بزرگوں میں سے ایک لڑکا نبی ہو سکتا ہے؟"

ان دونوں کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قریب آکر ابو سفیان سے فرمایا: اے ابو سفیان تم خدا اور اس کے رسول سے ڈرو یا نہ ڈرو لیکن تمہاری غیرت وحمیت کو کیا ہوا؟" پھر آپ نے ابوجہل سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے ابو حکم! تمہیں مضحکہ خیزی سے زیادہ رونا پڑے گا۔"

آپؐ سے یہ سن کر ابوجہل بولا: "اے میرے بھائی کے بیٹے! تم تو اپنی نبوت سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہو۔"

بیہقیؒ کے بقول یہ روایت مرسل ہے اور اسی وجہ سے کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے۔ تاہم وہ کہتے ہیں کہ غالباً" ابوجہل کی اس شیخی بگھارنے پر ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ فرمایا: **وَاِذَا رَاٰوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ ------ الخ**

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ہشیم اور ابو بشیر نے سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ یہ آیت **وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکے میں دوران قیام نازل ہوئی تھی۔ انہیں راویوں نے مزید بیان کیا کہ اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی اقتدا فرماتے ہوئے نماز میں آیات قرآنی بلند آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے جنہیں سن کر مشرکین آپ کو قرآن نازل کرنے والے کو اور قرآن کو نہ صرف برا کہا کرتے تھے بلکہ سب و شتم پر اتر آتے تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ بلند آواز سے نماز میں قرات قرآن سے منع فرمایا تھا لیکن جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے زیادہ آہستہ تلاوت سے بھی منع فرمایا کہ آپؐ کے مقتدی ان آیات کے سننے سے قاصر نہ رہیں۔

یہ حدیث صحیحین میں ابی بشر بن ابی حبہ کے حوالے سے روایت کی گئی ہے۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے داؤد بن الحصین نے عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے نماز میں آیات قرآنی کی قرات فرماتے ہیں تو لوگ جو آپؐ کے مخالف تھے ان آیات پر آوازے کسنا شروع کر دیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زیادہ بلند آواز سے (نماز میں) قرات قرآن سے روکا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اس قدر آہستہ بھی قرات نہ فرمائیں کہ آپؐ کے مقتدی ان آیات کے سننے اور ان سے حصول ثواب و ہدایت سے قاصر رہیں اور کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

شعب ابی طالب میں محصور ہونا

شیخ طبرسی اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ نبوت کے آٹھویں سال جب کفار قریش و مشرکین مکہ نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو گئے اور یہ کہ نجاشی نے مہاجرین کی حمایت کی اور وہ خود بھی ایمان لے آیا اور حضرت ابو طالبؑ اور اکثر بنی ہاشم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایتؑ میں پوری کوشش مشاہدہ کی اور عرب کے اکثر قبیلوں میں اسلام پھیلنے لگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اکثر و بیشتر لوگوں پر واضح ہوئی تو وہ لوگ بہت مضطرب ہوئے اور شرک و حسد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک اٹھی۔ دار الندوہ میں جو ان کے مشورہ کی جگہ تھی جمع ہوئے اور آنحضرتؐ کی عداوت و ایذا رسانی پر سب نے اتفاق کیا اور قسم کھائی اور ایک عہد نامہ لکھا کہ بنی ہاشم کے ساتھ نہ کھائیں گے نہ کلام کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے نہ ان کو اپنی بیٹی دیں گے نہ ان کی بیٹی لیں گے تاکہ وہ لوگ مجبور و پریشان ہو کر آنحضرتؐ کو ان کے حوالے کر دیں اور حضرتؐ کو قتل کر دیں۔ اور اتفاق رائے سے یہ بھی طے کیا کہ جس وقت آنحضرتؐ پر قابو حاصل ہو ان کو قتل کر دیں جب ان کے اس عہد و پیمان کی اطلاع حضرت ابو طالبؑ کو ہوئی تو آپ نے بنی ہاشم کو جمع کیا جو چالیس اشخاص تھے۔ اور فرمایا کہ اگر دشمن کی جانب سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تلوے سے ایک کانٹا بھی چبھا تو کعبہ و حرم کی قسم تم سب کو قتل کر دوں گا۔ اور آنحضرتؐ اور تمام بنی ہاشم کو لے کر اس درہ میں جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں جا ٹھہرے اور درہ کے دونوں اطراف کو بند کر دیا اور شب و روز آنحضرتؐ کی حفاظت کرنے لگے۔ رات کے وقت اپنی تلواریں کھینچے ہوئے جبکہ آنحضرتؐ آرام میں ہوتے پروانہ کے مانند اس شمع نبوت کے گرد گھومتے۔ رات کے شروع حصہ میں حضرتؐ کو ایک جگہ سلاتے۔ ایک گھڑی کے بعد اپنے عزیز ترین فرزند علیؑ بن ابی طالبؑ کو ان کی جگہ لٹا دیتے اور حضرتؐ کو دوسری جگہ سلاتے۔ تاکہ اگر ابتدائے شب میں کسی نے حضرتؐ کو دیکھا ہو اور ایذا پہنچانا چاہتا ہو تو حضرت کو کوئی ضرر نہ پہنچے بلکہ ان کی اولاد قربان ہو جائے۔ اور امیر المومنینؑ بھی ہر رات نہایت خوشی سے اپنی جان آنحضرتؐ پر فدا کرتے تھے۔ اسی طرح جناب ابو طالب آنحضرتؐ کی پاسبانی کیا کرتے تھے اور دن کے وقت اپنے لڑکوں کو اپنے بھائیوں کے فرزندوں کو آنحضرتؐ کی حفاظت پر تعینات رکھتے یہاں تک کہ یہ لوگ بہت تنگ و پریشان ہوئے۔ اور جو شخص اہل عرب میں سے مکہ آتا ہو اس کی مجال نہ تھی کہ بنی ہاشم کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کر سکتا اور جو شخص کچھ فروخت کر دیتا تو مشرکین مکہ اس کا تمام مال و سامان لوٹ لیتے۔ ابو جہل، عاص بن وائل، نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط قافلوں کے راستہ پر بیٹھے رہتے تھے اور تاجروں کو منع کرتے کہ کوئی چیز بنی ہاشم کے ہاتھ فروخت نہ کریں اور ان کو دھمکاتے تھے کہ اگر وہ کچھ ان کے ہاتھ بیچیں گے تو ان کا مال لوٹ لیا جائے گا۔ حضرت خدیجہؑ بہت مالدار تھیں وہ شعب میں آنحضرتؐ کے لئے صرف کیا کرتی تھیں۔ اور مشرکین نے جو عہد نامہ لکھا تھا اس پر سب نے

اتفاق کیا تھا سوائے مطعم بن عدی کے اس نے کہا یہ ظلم ہے اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اس عہد نامہ پر چالیس رؤسائے قریش نے دستخط کئے اور اس کو لپیٹ کر کعبہ میں لٹکا دیا۔ ابولہب نے بھی ان کی متابعت کی۔ آنحضرتؐ ہر حج و عمرہ کے زمانہ میں شعب سے باہر آتے اور ان قبائل عرب کے درمیان گھومتے جو حج کے لئے آتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں حق تعالیٰ کی جانب سے مبعوث ہوا ہوں اور تم سب کو اپنے دین کی دعوت دیتا ہوں۔ میرے دین کو قبول کرو اور دشمنوں کے شر سے میری حفاظت کرو میں تمہارے لئے بہشت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اور ابولہب آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے گھومتا اور کہتا اس کی بات مت ماننا۔ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے بڑا کذاب اور جادوگر ہے۔ غرض اسی صورت سے چار سال گزرے اور وہ لوگ درہ میں محصور رہے اور سوائے موسم حج کے لئے باہر نہیں نکل سکتے تھے سال میں دو مرتبہ اجتماع ہوتا تھا ایک مرتبہ ماہ رجب میں عمرہ کے موقع پر دوسرے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقع پر۔ بنی ہاشم ان دونوں موسموں میں درہ سے باہر آتے اور خرید و فروخت کرکے پھر درہ میں چلے جاتے تھے۔ درمیان میں خواہ کتنی ہی ضرورت ہوتی بھوکے ہوتے، سامان ختم ہو جاتا مگر قریش کے خوف سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش نے جناب ابو طالب کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ہم اس کو قتل کر دیں۔ پھر آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے۔ جناب ابو طالبؑ نے قصیدۂ لامیہ ان کے جواب میں کہا جس میں آنحضرتؐ کی بہت مدح و ثنا کی ہے اور آنحضرتؐ کی نبوت پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ کی مدد و نصرت سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ جب قریش نے یہ قصیدہ سنا ابو طالبؑ کی طرف سے نا امید ہو گئے۔ ابو العاص بن ربیع گندم اور خرما اونٹوں پر بار کر کے لاتا اور درہ کے باہر سے اونٹوں کو ہنکاتا وہ درہ کے اندر داخل ہو جاتے تھے۔ سامان ان پر سے اتار لیا جاتا اور پھر وہ اونٹ باہر آ جاتے تھے۔ مختصر یہ کہ بنی ہاشم پر شدت و تکلیف کی انتہا ہو گئی اور حالت یہاں تک پہنچی کہ ان کے بچوں کے رونے اور چلانے کے سبب اکثر راتیں اہل مکہ پر جاگتے گزرتیں اور وہ سو نہ سکتے تھے۔ ان میں سے اکثر اپنے اس عہد پر پشیمان ہوتے اور چونکہ عہد نامہ لکھ چکے تھے اس کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ صبح کو کعبہ کے پاس جمع ہوتے اور ایک دوسرے کے حالات پوچھتے تو بعض ان میں سے کہتے کہ رات بھوک کے سبب بنی ہاشم کے بچوں کے رونے سے ہم کو نیند نہیں آئی۔ یہ امر بعض دشمنوں کے طعن و طنز کا باعث ہوتا اور بعض متاثر اور نادم ہوتے۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدت کی اور آپ نے شعب ابی طالب میں پناہ لی تو قریش نے کچھ لوگوں کو شعب کے دروازہ پر پاسبانی کے لئے مقرر کیا تاکہ وہ لوگوں کو کچھ کھانے پینے کا سامان ان لوگوں تک پہنچانے سے روکیں۔ حضرتؐ کے اصحاب بہت تنگ اور پریشان ہو کر حضرت سے آزوقہ کی کمی کی شکایت کرتے۔ حضرتؐ دعا فرماتے تو خداوند کریم بنی

اسرائیل کے من و سلویٰ سے بہتر نعمتیں ان کے لئے بھیجتا اور ان لوگوں میں سے جو شخص جس چیز کی آرزو اور خواہش کرتا میوے، حلوے، عمدہ کھانے اور لباس وغیرہ ان کے لئے آ جاتا۔ ان لوگوں کے درہ کی تنگی کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے پہاڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دور دور ہو جاؤ۔ وہ دور دور ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس درہ میں صحرا کے مانند میدان ایسا ہو گیا کہ نگاہیں اس کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ پھر حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ درخت، میوے، پھل، پھول اور سبزے وغیرہ تمہارے اندر پوشیدہ کر رکھا ہے محمدؐ اور ان کے اصحاب کے لئے باہر نکالو۔ تو وہ صحرا آنحضرتؐ کے اعجاز سے گلزار بن گیا جس میں بہت سی نہریں، پھل دار درخت جن میں طرح طرح کے میوے لٹکے ہوئے تھے تر و شاداب سبزے مختلف قسم کے دلکش و خوبصورت گل ریاحین پیدا ہو گئے کہ بادشاہان روئے زمین میں سے کسی کو میسر نہ ہوتے تھے۔ غرض اصحاب آنحضرتؐ وہ پھل اور میوے کھاتے اور ان نہروں کے پانی پیتے اور شکر خدا بجا لاتے۔ جب ان کے جسم کے کپڑے میلے ہو جاتے حضرت سے عرض کرتے حضورؐ فرماتے محمدؐ و آل طاہرہ پر درود بھیجو اور کپڑوں پر پھونکو اور ہاتھ پھیرو جیسے پہنے ہوئے ہو۔ تو سفید اور پاکیزہ ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں سے غم اور کدورتیں زائل ہو جائیں گی۔ وہ لوگ ایسا ہی کرتے اور ان کے کپڑے نئے اور پاکیزہ ہو جاتے اور ان کے بدنوں سے میل اور کثافت دور ہو جاتی اور ان کے دل اندوہ و الم سے رہا ہو جاتے۔ وہ لوگ کہتے کہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ہم نے آپؐ پر آپؐ کی آلؑ پر درود بھیجا تو کیونکر ہم اور ہمارے لباس برائیوں اور کثافتوں سے پاک ہو گئے حضرتؐ فرماتے ہیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنا تمہارے دلوں کو کینہ اور صفات ذمیمہ سے اور تمہارے بدنوں کو گناہوں کے لوث سے اس سے زیادہ پاک کر دیتا ہے جیسے تمہارے کپڑے صاف و پاک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ تمہارے کپڑوں سے زیادہ تمہارے نامہ اعمال کو گناہوں سے صاف و پاک کر دیتا ہے اور نیکیوں سے زیادہ نورانی کر دیتا ہے۔

سابقہ مشہور روایتوں میں مذکور ہے کہ چار سال اور ایک روایت کے مطابق تین سال اور بروایتے دو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں پر اسی تکلیف و شدت میں گزرے اس کے بعد حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کے صحیفہ ملعونہ پر جسے کعبہ میں پوشیدہ کر رکھا تھا دیمک مسلط کر دی جس نے سوائے خدا کے نام کے جو کچھ اس کاغذ میں تھا چاٹ ڈالا۔ جبرئیلؑ نے اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو پہنچائی، حضرتؐ نے ابو طالبؑ سے کہا۔ حضرت ابو طالبؑ نے یہ سن کر اپنے لباس پہنے اور مسجد الحرام کی جانب چلے۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے وہاں اکابر قریش موجود تھے۔ ان لوگوں نے حضرت ابو طالبؑ کو دیکھ کر آپس میں کہا کہ ابو طالب محمدؐ کی حمایت سے عاجز آ گئے اور اب اس لئے آئے ہیں کہ محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ جب حضرتؑ ان کے قریب پہنچے تو وہ لوگ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم سمجھ گئے کہ آپ ہم

سے اتحاد و صلح کرنے آئے ہیں اور اپنے بھتیجے کو اب ہمارے سپرد کر دیں گے۔ ابو طالبؑ نے فرمایا خدا کی قسم اس واسطے نہیں آیا ہوں لیکن میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ خداوند کریم نے تمہارے ملعونہ صحیفہ پر جس میں تم نے ہر طرح کے ظلم و ستم پر عہد کیا ہے دیمک مسلط کر دیا جس نے نام خدا کے سوا جو کچھ اس میں تھا صاف کر دیا اور کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ لہٰذا اس صحیفہ کو منگاؤ اور دیکھو۔ اگر اس کا بیان سچ ہو تو خدا سے ڈرو اور ظلم و جور اور قطع رحم سے باز آجاؤ اور اگر اس کی یہ خبر غلط ثابت ہو تو میں اس کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم چاہے اس کو مار ڈالنا چاہے زندہ چھوڑ دینا۔ انہوں نے کہا آپ نے ہمارے ساتھ انصاف کیا اور کسی کو بھیج کر وہ عہد نامہ منگایا۔ اپنی مہریں بدستور موجود پائیں جب اس کو کھولا تو اسی طرح پایا جیسے حضرتؐ نے فرمایا تھا۔ قریش نے اپنے سروں کو جھکا لیا۔ جناب ابو طالبؑ نے فرمایا اے قوم خدا سے ڈرو اور اس ظلم سے ہاتھ اٹھاؤ اور شعب میں واپس آگئے۔ قریش کے کچھ لوگ جو پہلے سے نادم تھے جیسے مطعم بن عدی ابو البختری بن ہشام اور زہیر بن امیہ اٹھے اور بولے کہ ہم اس عہد نامہ کے عہد و پیمان سے بیزار ہیں۔ قریش کے اکثر لوگ ان کے موافق ہو گئے اور عہد نامہ کو پھاڑ ڈالا اور ابو جہل نے ہر چند چاہا کہ وہ باقی رہے مگر نہ بچا سکا۔ پھر بنی ہاشم شعب سے واپس آکر اپنے اپنے مکانوں میں قیام پذیر ہوئے۔

قریش کے مظالم

جناب ابن کثیرؒ دمشقی البدایہ کی جلد ۳ ص۱۳۹ سطر۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔
موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانے میں مشرکین قریش کا ظلم و ستم نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ اس وقت تک مسلمان ہو جانے والے لوگوں پر اس قدر بڑھا کہ اس کا جینا دو بھر ہو گیا۔ اسی دوران میں مشرکین قریش نے باہمی اتفاق رائے سے ایک تحریری عہد نامہ تیار کیا جس میں لکھا گیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کردہ مذہب یعنی اسلام ہرگز قبول نہ کریں گے بلکہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں اس وقت تک سلسلہ ازدواج بھی منقطع رکھیں گے جب تک آپ مذہب اسلام کی تبلیغ کرنا بند نہ کر دیں بلکہ ان کے قدیم مذہب یعنی بت پرستی کو تسلیم نہ کر لیں۔ یہ عہد نامہ خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد وہ آپؐ کے قتل پر زیادہ مستعد اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لئے پہلے سے زیادہ درپے رہنے لگے۔
ان حالات کے پیش نظر اور مشرکین قریش کے روز افزوں ظلم و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت اور باہمی اتفاق رائے کے تحت فیصلہ کیا کہ وہ شعب ابو طالب میں پناہ

گزین ہو جائیں۔ اس میں حضرت ابو طالب کی اصابت رائے کو بھی دخل تھا بلکہ کچھ دوسرے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی اس فیصلے سے متفق ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں منتقل ہو گئے۔ لیکن مشرکین قریش نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ انہوں نے مکے کے بازاروں میں پوشیدہ طور پر ان کی آمد و رفت اور کبھی کبھار کھانے پینے کی چیزیں خرید کر لے جانے پر بھی قدغن لگا دی۔ اس کے علاوہ وہ آپؐ کو پیغامات کے ذریعے قتل اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے۔

یہ دیکھ کر ایک روز حضرت ابو طالب ایک ایسی جگہ تشریف لے گئے جہاں اہل قریش کی اکثریت جمع تھی اور ان سے باہمی مصالحت کے لئے کہا لیکن ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے صاف انکار کر دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینے اور جملہ مسلمانوں کو چن چن کر ٹھکانے لگا دینے کی صاف صاف دھمکیاں دینے لگے اور اس عہد نامہ کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے جملہ اہل قریش کی اتفاق رائے سے تحریر کر کے خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں کر دیا تھا۔ البتہ بنی عبد مناف' بنی قصی اور بنی لوی کے ان لوگوں نے جنہوں نے بنی ہاشم میں شادیاں کی تھیں اور ان کی بیویوں کے بطون سے ان کی اولاد بھی تھی دوسرے اہل قریش سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ مصالحت پر زور دیا۔ جب قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی قریش سے وابستگی اور خود حضرت ابو طالب کے ان اشعار کا حوالہ دیا جن میں انہوں نے قریش کی سخاوت اور غیرت و حمیت کی مدح کی تھی تو حضرت ابو طالب نے جواب دیا کہ انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ ان کے اس جواب سے مذکورہ بالا بنی عبد مناف' بنی قصی اور بنی لوی کے اکثر لوگوں کے علاوہ خود اہل قریش کے کچھ لوگوں نے بھی اتفاق کیا۔ اس کے علاوہ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ جب مخالفین اسلام کے اصرار پر مذکورہ بالا عہد نامہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں عہد نامے کی تحریر کی بجائے آیات قرآنی درج پائی گئیں جنہیں مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جادو کا اثر اور کرشمہ ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابو طالب نے انہیں یہ کہہ کر قائل کر دیا کہ پس پردہ جادو نہیں چل سکتا اور آنحضرتؐ کی اس زمانے میں خود قریش نے رسائی ناممکن بنا رکھی تھی۔ حضرت ابو طالب کے اس جواب سے بنی عبد مناف' بنی قصی کے لوگوں کے علاوہ ابو البختری' مطعم بن عدی' زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ اور زمعہ بن اسود خصوصاً" ہشام بن عمرو نے جس کے ہاتھ میں اس وقت وہ عہد نامہ تھا مکمل اتفاق کیا۔ البتہ ابو جہل اس پر خدا کی لعنت ہو سب کو برا بھلا کہتا ہوا وہاں سے ناراض ہو کر چلا گیا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ اسی قبیل کی ایک روایت ان کے شیخ ابو عبداللہ ابو الحافظ سے بھی ابو الاسود اور عروہ بن زبیر یعنی کسیاق موسیٰ بن عقبہ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی مروی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ رحمتہ اللہ علیہ

کی ایک پہلی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مکے سے حبشہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ہجرت ان کے شعب ابو طالب میں پناہ گزینی کے بعد عمل میں آئی تھی۔ واللہ اعلم۔

بیہقی کی یونس اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے کافی عرصے بعد تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپؐ سے علیحدہ رہے اور آپ کی اس وجہ سے مخالفت کرتے رہے کہ آپؐ نے ان میں اور ان کی قوم قریش میں مفارقت پیدا کر دی تھی، اور جب قریش نے یہ دیکھا کہ ان کا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے وہ عہد نامہ تیار کیا جس میں یہ تحریر کیا کہ وہ بنی ہاشم اور عبدالمطلب میں نہ مناکحت کا سلسلہ جاری رکھیں گے نہ ان سے کسی قسم کے معاشرتی تعلقات ہی رکھیں گے بلکہ ان کے ساتھ ہر قسم کی خرید و فروخت بھی بند کر دیں گے اور اس کے بعد انہوں نے جہاں تک ہو سکا مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔ اس کے بعد بیہقی نے اس روایت میں شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی پناہ گزینی کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ جن مسلمانوں نے وہاں پناہ لی تھی ان کے کمسن بچوں کی بھوک پیاس میں بلکنے کی آوازیں وہاں سے دور تک سنائی دیتی تھیں۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرماتے ہوئے قریش کے عہد نامہ میں مذکورہ بالا تبدیلی کر دی تھی اور اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وحی کے ذریعہ دے دی تھی۔ اور آپؐ نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو کر دی تھی۔ اس کے بعد بیہقی کی روایت میں انہی سب باتوں کا تذکرہ ہے جو موسیٰ بن عقبہ نے آخر تک اپنی روایت میں بیان کی ہیں۔

ابن ہشام زیاد اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے یہ دیکھا کہ مسلمان مکے سے ہجرت کر کے حبشہ میں امن و امان سے رہنے لگے ہیں اور نجاشی نے ان کی سفارت کو ناکام بنا دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو وہاں جملہ سہولتیں بہم پہنچانے کا انتظام بھی کر دیا ہے اور اس کے علاوہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کی تقویت کا باعث بن گئے ہیں تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ مذکورہ بالا عہد نامہ تیار کر کے اسے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیں اور اس کے مطابق بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیں۔ ابن ہشام کی اس روایت کے مطابق مذکورہ عہد نامہ منصور ابن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی نے لکھا تھا لیکن نضر بن حارث کے بقول جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے اس کی کچھ شقوں میں تبدیلی کر دی تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ عہد نامہ طلحہ بن ابی طلحہ العبدری نے لکھا تھا لیکن مشہور یہ ہے کہ اور ابن اسحٰق نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ عہد نامہ منصور ابن عکرمہ نے لکھا تھا اور یہی بات سارے قریش آپس میں منصور کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ اس کی قابلیت دیکھو۔ بہرحال واقدی کہتے ہیں کہ اس عہد نامے کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو شعب ابو طالب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا تو اس کے بعد ان کے کچھ لوگ وہاں بھی جا پہنچے اور حضرت ابوطالب سے گفتگو کے لئے کہا لیکن ادھر سے پہلے ابو لہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب نکلا اور ان سے گفتگو کرنے لگا۔ حسین بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابو لہب نے ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ سے کہا کہ اے عتبہ کی بیٹی ہم بنی عبدالمطلب یہاں ہی ہیں تو تو (مجھے یقین ہے کہ ابھی تک (میری طرح) لات و عزیٰ کو اپنا معبود سمجھتی ہے' تو اس نے جواب دیا: "ہاں اے ابا عتبہ آپ کا خیال درست ہے۔" اس کے بعد ابو لہب نے کہا تھا کہ وہ دیکھے گا کہ اس کا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس طرح زندہ رہ کر اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اس کا شمہ بھر بھی اثر اس پر اور دوسرے بہت سے اہل قریش پر نہیں ہوا تھا۔ اسی زمانے میں قرآن کی سورت تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ وَّ تَبَّ الخ نازل ہوئی تھی اور حضرت ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت اور آپؐ پر قریش کے مظالم کی مخالفت کرتے ہوئے بہت سے اشعار کہے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ جناب ابو طالب سمیت بہت سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب دو یا تین سال تک شعب ابی طالب میں پناہ گزیں رہے اور اس دوران میں اس کے سوا وہ لوگ چھپتے چھپاتے مکے سے کھانے پینے کی تھوڑی بہت کوئی چیز لے جائیں اور ان پر ظالم قریش نے سخت بندش لگا رکھی تھی۔

اس موقع پر کئی روایات کے حوالے سے ابو جہل کی چیرہ دستی کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک روز حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد اپنے ایک غلام کے ہمراہ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد کے لئے جو آنحضرتؐ کے ساتھ شعب ابو طالب میں مقیم تھیں کھانا لئے جا رہے تھے ابو جہل بن ہشام نے ان سے کہا کہ وہ انہیں شعب ابو طالب میں ہرگز کھانا پہنچانے نہیں دے گا بلکہ انہیں دھکے دیتا ہوا واپس مکے لے جائے گا تو اس وقت وہاں ابو البختری بن حارث بن اسد آ گئے اور ابو جہل سے پوچھا:

"کیا ہوا۔" ابو جہل نے جواب دیا کہ وہ حکیم کو ذرہ بھر کوئی چیز شعب ابو طالب میں پہنچانے نہیں دے گا۔ اس پر ابو البختری بولے کہ وہ تو اپنی پھوپھی کے لئے کھانا لے جا رہا ہے مگر ابو جہل اڑ گیا اور بولا کہ کچھ ہی ہو وہ کوئی چیز وہاں کسی کو لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر ابو البختری نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا اور صلواتیں سنائیں۔ پھر وہاں حضرت حمزہؓ بھی آ گئے اور انہوں نے بھی ابو جہل کو برا بھلا کہا۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دوران میں بھی جہاں تک ممکن تھا مخفی اور اعلانیہ دونوں طرح تبلیغ اسلام فرماتے رہے جب کہ قریش کہتے تھے کہ آخر قرآن اترنا ہی تھا اور کوئی نبی عرب آنا ہی تھا تو آخر

قریش کے کسی صاحب حیثیت شخص پر کیوں نہیں اترا۔ البتہ اسی زمانے میں قرآن شریف کی کئی آیات جن میں مذکورہ بالا سورہ تبت بھی شامل تھی قریش کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی مذمت اور دین اسلام کی حمایت میں اتریں۔ اس کے علاوہ متعدد مستند روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں کس طرح تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے جبکہ قریش بھی آپ کی مجلس میں آتے جاتے رہتے تھے اور آپ اس مجلس میں سلسلہ انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے دین اور اس کے برخلاف قریش کی بت پرستی پر اظہار خیال فرمایا کرتے تھے جب آپ اہل فارس اور ان کے عروج و زوال کا ذکر فرماتے تو قریش آپ کی ان معلومات پر اظہار تعجب کیا کرتے تھے' جبکہ ان کے بارے میں آیات قرآنی بھی نازل ہوا کرتی تھیں۔

قریش کے عہد نامہ کی مخالفت

جناب ابن کثیر دمشقی البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۱۴۶ سطر ۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے بنی ہاشم خصوصاً" بنی عبدالمطلب نے مشرکین قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر شعب ابو طالب میں گوشہ گیری اختیار کر لی تھی جہاں وہ دو تین سال تک مستقل پناہ گزین رہے اور ماسوا اس کے کہ ان میں کوئی چھپے قریش کی نظروں سے بچتا بچاتا کھانے پینے کی کوئی چیز کے سے لے جاتا تھا انہوں نے ان کی حرکات و سکنات پر پوری پوری پابندی عائد کر رکھی تھی۔ اس کے علاوہ یہ کہ انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے تھے حتیٰ کہ ان میں شادی بیاہ کا رواج بھی ختم کر دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے باقاعدہ ایک عہد نامہ تحریر کرا کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا تھا البتہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم میں ایسے بھی کچھ لوگ تھے جو اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اپنے دوسرے اعزہ و اقربا کے ساتھ شعب ابو طالب میں نہیں گئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ مذکورہ بالا عہد نامے کے مخالف تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان میں جو پیش پیش تھا اور مسلمانوں پر قریش کے اس بے پناہ ظلم و ستم کو پسند نہیں کرتا تھا وہ ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی تھا جو نضلہ بن ہشام بن عبد مناف لامہ کا بھتیجا تھا اور یہ کہ خود ہاشم اس زمانے میں بھی بنی ہشام سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ ایک روز وہ ایک اونٹ پر کھانے پینے کا اور کچھ دوسرا سامان لاد کر شعب ابو طالب کے دہانے پر جا پہنچا اور پھر جب وہ اندر گیا تو اسے سب سے پہلے زہیر بن امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ملے جو عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ اس نے زہیر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر سب سے پہلے جو سوال ان سے کیا وہ یہ تھا: "زہیر! کیا آپ لوگ قریش کے ظلم و

ستم سے تنگ آ کر ہمیشہ یہاں روپوش رہیں گے اور کیا آپ لوگ قریش کی طرح ہمیشہ کے لئے ان سے ہر قسم کے تعلقات منقطع رکھنا پسند کریں گے؟ نیز یہ کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص آپ لوگوں کے کھانا اور کپڑے لائے تو کیا وہ بھی قبول نہیں کریں گے؟" زہیر ہشام سے یہ بات سن کر بولے: بھئی قریش نے ہم سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر کے اس سلسلے میں متفق ہو کر ایک عہد نامہ تحریر کرا کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا ہے بلکہ آپ لوگ جو ہمارے قبیلے اور خاندان کے ہو ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔ ایسی صورت میں کیا کوئی فرد واحد بھی اب ایسا ہے جو قریش کے اس فیصلے کی مخالفت کرتا ہو؟" زہیر کے اس سوال پر ہشام بولا: "آپ لوگوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرنے اور اس سلسلے میں قریش نے جو عہد نامہ تیار کرایا ہے اس کا سب سے پہلا مخالف تو میں خود ہوں۔" ہشام سے یہ سن کر زہیر نے پوچھا: "چلئے' مان لیا لیکن تمہارے علاوہ اس کا مخالف اور قریش سے ہماری مصالحت کرانے والا کوئی اور بھی ہے؟" زہیر کی یہ بات سن کر ہشام مکے کی طرف واپس آیا اور سب سے پہلے مطعم بن عدی سے مل کر اس سے پوچھا: "اے مطعم! کیا تم بھی اس پر راضی ہو اور اسے پسند کرتے ہو کہ ہمارے اعزہ و اقارب شعب ابو طالب میں بھوکے پیاسے مقید رہ کر مر جائیں؟ کیا تم بھی قریش کے اس ظلم و ستم اور اس سلسلے میں جو عہد نامہ انہوں نے تیار کرایا ہے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہو؟" یہ کہہ کر ہشام نے زہیر سے اپنی ملاقات کا حال مطعم کو بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اس نے زہیر سے جب یہ پوچھا کہ آیا وہ لوگ بھی اس طرح قریش سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی پسند کریں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی پسندیدگی سے کیا ہوتا ہے جبکہ ہم جو ان کے عزیز ہیں ان میں سے کوئی بھی قریش کے اس طرز عمل اور ان کے باہمی اتفاق رائے سے تیار کردہ عہد نامے کا مخالف نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر ہشام نے مطعم کو بتایا کہ اس نے زہیر کو اس سلسلے میں اپنی مخالفت کا حال تو بتایا ہے جو وہاں میرے کھانے اور کپڑے لے جانے سے بھی ظاہر ہوا ہو گا لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ میرے علاوہ جیسا کہ زہیر نے پوچھا ہے کوئی اور بھی قریش کے اس ظالمانہ طرز عمل اور اس عہد نامے کا مخالف ہے یا نہیں۔ ہاشم نے مطعم سے پوچھا: "اب تم ہی بتاؤ کہ میں وہاں جا کر زہیر کو اس کا کیا جواب دوں؟" ہشام سے یہ سن کر مطعم نے کہا: "تم اسے بتا دو کہ مطعم بھی اس سلسلے میں تمہارا ہم خیال ہے۔" ہشام نے پوچھا: "اور کوئی؟" یہ سن کر مطعم اسے لے کر یکے بعد دیگرے ابی بختری' زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا اور جب ان سے گفتگو کی تو انہیں بھی اپنا ہم خیال پایا۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اس سلسلے میں قریش سے بات کی جائے۔

یاد رہے کہ زہیر بن امیہ وہ پہلے شخص تھے جو شعب ابو طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں وغیرہ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے ہشام سے ان کی ملاقات اور گفتگو وہاں ہوئی تھی۔

جب مذکورہ لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کر لیا کہ اس معاہدے کی تنسیخ کے لئے قریش سے گفتگو کی جائے تو زہیر بن امیہ بولے کہ ان سے گفتگو وہی کریں گے۔

چنانچہ یہ سب لوگ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں جمع کر کے زہیر نے جو تقریر کی وہ یہ تھی:

"اے اہل قریش! کیا آپ لوگ یہ پسند کریں گے کہ آپ اور ہم بھی جو اب آپ کے ساتھ رہے ہیں یہ پسند کریں گے کہ ہم تو اچھے سے اچھا کھاتے پیتے اور پہنتے رہیں جبکہ وہ لوگ جو دراصل ہمارا ہی خون اور گوشت پوست ہیں ایک پہاڑ کے غار میں بھوکے پیاسے رہ کر مرجائیں؟؟"

زہیر بن امیہ کی یہ تقریر جو مختصر طور پر پیش کی گئی ہے اس قدر پر اثر رقت انگیز اور زہرہ گداز تھی کہ قریش کے اکثر شریف اور معزز لوگ اسے سن کر نرم پڑ گئے۔ یہ دیکھ کر زہیر نے سارے قریش سے مذکورہ بالا عہد نامے کی تنسیخ کا مطالبہ کیا اور جب وہ لوگ اسے پھاڑ دینے پر رضامند نظر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے کہا کہ عہد نامہ کو نہ پھاڑا جائے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے۔ حضرت ابو طالب نے جب قریش سے یہ بات کہی تو وہ یک زبان ہو کر بولے: "کیا آپ کو یہ بات آپ کے بھتیجے نے بتائی ہے؟" قریش سے یہ سن کر حضرت ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپؐ نے ان سے کہا کہ آپؐ کو اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

جب اس عہد نامہ کو کھول کر دیکھا گیا تو قریش یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی درست تھا۔ اس کے بعد عہد نامہ منسوخ کر دیا گیا تو حضرت ابو طالب نے اس کی تنسیخ پر بہت سے توصیفی اشعار کہے جو مصری تاریخ میں بہ تمام و کمال درج ہیں۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ حسان (ابن ثابت) نے مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو کی مدح میں جو اس عہد نامے کی تنسیخ کے بانی تھے بہت سے اشعار کہے تھے جن کا ذکر اموی نے اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن صالح اور عبدالرحمن بن عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ بنو ہاشم شعب ابو طالب سے کب باہر آئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسویں سال ان کی وہاں سے واپسی ہوئی تھی اور یہ واقعہ آپ کی مدینے کو ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا تھا۔

ہم اس کا ذکر انشاء اللہ آگے چل کر تفصیل سے کریں گے۔

محمد بن اسحٰق بتاتے ہیں کہ مذکورہ بالا عہد نامے کی تنسیخ کے بعد قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے باز آئے اور آپؐ پر ساحر و کاہن ہونے کا الزام لگاتے اور احیائے عرب کے سلسلے میں آپؐ کے اقدامات نیز قدیم طریقے پر مکے میں لوگوں کے حج و عمرہ کے لئے آنے کی برابر مخالفت کرتے رہے۔ اس کی جملہ تفصیلات بھی ابن اسحٰق وغیرہ نے بیان کی ہیں۔ لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ان پر ہمیشہ

غالب رہی۔
ابن اسحٰق نے طفیل بن عمرو الدوسی مرسلہ کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ یہ شخص دوس کا ایک صاحب حیثیت' شریف اور نیک سیرت آدمی تھا۔ یہ شخص جب مکے آیا تو اشراف قریش نے اسے گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نہ ان کے پاس جاؤں گا اور نہ ان سے گفتگو کروں گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپؐ لوگوں کے کسی اجتماع سے گفتگو کرتے ہوں گے تو وہ ادھر سے گزرتے وقت بھی اپنے کانوں میں روئی رکھ لے گا۔ تاکہ آپؐ کی کوئی بات اس کے کانوں میں نہ پڑے۔ تاہم ایک دن جب وہ مسجد حرام کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے اور وہ قریش سے اپنے عہد و پیمان کے باوجود وہاں ٹھٹک کر آپؐ کی گفتگو سننے لگا۔ پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس گیا تو اس سے کہا کہ لوگ اسے آپؐ کی گفتگو سننے سے خواہ مخواہ منع کرتے تھے۔ پھر بولا: "وہ تو بڑے شریف اور نادر الکلام شاعر معلوم ہوتے ہیں جن کا ایک ایک لفظ دل نشین ہو جاتا ہے' انہوں نے جو کچھ کہا اس بات میں ایک بھی ایسی نہیں تھی جسے قبیح کہا جا سکے۔" اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے کہا وہ پھر آپؐ کی خدمت میں جائے گا اور آپؐ کی گفتگو سنے گا' اگر وہ واقعی صرف اچھی باتیں کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کر لے گا ورنہ ان کے پاس جانا ترک کر دے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا ماجرا سنا کر بولا: "آپ مجھ سے بھی کچھ ارشاد فرمایئے۔" آپ نے اسے اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی جسے اس نے قبول کر لیا اور آپؐ کے روبرو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے آپؐ سے اجازت چاہی کہ وہ دوس کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی تلقین کرے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے اس کی اجازت کے ساتھ اہل دوس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا فرمائی۔
طفیل بن عمرو دوسی نے دوس پہنچ کر پہلے اپنے والدین کو مسلمان کیا اور پھر چند اور لوگوں کو بھی مسلمان کر لیا۔ اس کے بعد وہ دوس سے قریباً" ستر آدمی لے کر آپؐ کی خدمت میں مکے پہنچا اور اس کے تمام ساتھی آپؐ کے دست مبارک پر ایمان لے آئے۔
طفیل بن عمرو دوسی جیسا کہ متعدد مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے غزوات بدر' احد' خندق بلکہ غزوۂ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں میں شامل رہا اور فتح مکہ کے وقت بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔
طفیل بن عمرالدوسی کے بارے میں ایک خاص بات جس کا ابن اسحاق کی روایت سمیت متعدد روایات میں ذکر آیا ہے وہ اس کی بارگاہ الٰہی میں مقبولیت ہے۔ ہوا یوں کہ اس کا ایک ساتھی جو اس کے ہمراہ دوس سے مکے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر مسلمان ہوا تھا اسی کے ساتھ آپؐ کے

حکم سے مکے سے ہجرت کر کے مدینے گیا تھا۔ وہ شخص وہاں کچھ دنوں کے بعد کسی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا جس کی تکلیف سے تنگ آ کر اس نے خود ہی اپنا گلا گھونٹ لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس نے طفیل بن عمرو کے ہاتھوں میں جو اس کی عیادت کے لئے گیا تھا آخری سانس لی تھی اور اکثر مسلمانوں نے اس کی موت کو خودکشی اور اسے جہنمی ٹھہرایا تھا۔ تاہم طفیل بن عمرو نے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس کے حق میں خدا سے مغفرت کی دعا کے لئے درخواست کی تھی اور آپؐ نے اس کی درخواست پر اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے لئے جن الفاظ میں دعا فرمائی تھی ان کا مفہوم یہ تھا۔ "اے اللہ طفیلؓ جس کے ہاتھوں میں اس شخص کا دم نکلا ہے اس کی مغفرت فرما دے۔" اس کے بعد آپؐ نے طفیل کو اس شخص کی مغفرت کی خوشخبری سنائی اور اس نے خود بھی اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں خدا کے فضل و کرم سے خوش و خرم ہے۔

اعشیٰ بن قیس کا قصہ

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے خلد بن قرہ بن خالد الدوسی وغیرہ نے بیان کیا کہ انہیں بکر بن وائل کی زبانی کچھ اہل علم کے حوالے سے معلوم ہوا کہ جب اعشیٰ بن قیس بن عکابہ بن شعب بن علی بن بکر بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے حاضر ہوا تھا تو اس نے آپؐ کی مدح میں وہ قصیدہ بھی کہا تھا جو اب تک مشہور چلا آتا ہے۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ جب اعشیٰ مکے میں یا اس کے قریب پہنچا تو کچھ مشرکین قریش نے اس سے وہاں آنے کا مقصد پوچھا اور اس نے جواب دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس پر وہ لوگ بولے: "وہ تو زنا کو حرام کہتے ہیں۔" اعشیٰ نے یہ سن کر کہا: "میں بھی اسے برا سمجھتا ہوں۔" پھر وہ بولے: "وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔" اس کا جواب اعشیٰ نے یہ دیا کہ وہ بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا بلکہ اس سال سے اس نے اسے قطعی طور پر ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔" اس کے بعد وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ لیکن مکے سے لوٹ کر پھر وہاں کبھی نہیں آیا کیونکہ اسی سال اپنے وطن میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔

یہ قصہ جو ابن ہشام نے بیان کیا ہے اسے محمد بن اسحٰق نے متعدد حوالوں سے بیان کیا ہے اور ابن ہشام نے بھی اسے محمد ابن اسحٰق ہی کے حوالے سے لکھا ہے: البتہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ شراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکے سے ہجرت کے بعد مدینے میں بنی نضیر کے واقعہ کے سلسلے میں خدا کے حکم سے حرام ہوئی تھی جس کا تفصیلی ذکر ہم آگے چل کر عنقریب کریں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی

واضح ہے کہ اعشیٰ بعد ہجرت ہی مدینے آکر مسلمان ہوا تھا جس کا ثبوت اس کے ایک شعر سے ملتا ہے جو اس نے قبول اسلام کے لئے آنے سے کچھ ہی قبل کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:۔

ترجمہ: تو پوچھتا ہے "تجھے موت کب آئے گی؟"

میری دعا ہے (اسلام لانے کے بعد) مجھے مدینے میں موت آئے

اس لئے ابن ہشامؒ کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ اعشیٰ کے قبول اسلام کا قصہ بیان ہجرت کے بعد کرتے۔ (واللہ اعلم) بہرحال سہیلی کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں ابن ہشام سے سہو ہوا ہے اور جن لوگوں نے اعشیٰ کے قبول اسلام کا واقعہ قبل ہجرت ----- بیان کیا ہے۔ ان سے بھی نادانستہ غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ شراب ظاہر ہے ہجرت کے ایک سال بعد (خدا کے حکم) سے مدینے میں حرام ہوئی تھی۔

سہیلی کہتے ہیں کہ اگرچہ عموماً" یہ کہا جاتا ہے کہ اعشیٰ کی آمد کا مقصد ابو جہل بن ہشام نے اس سے عتبہ بن ربیعہ کے مکان پر پوچھا تھا اس کی نفی ابو عبیدہ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ یہ سوال اعشیٰ سے عامر بن طفیل نے بنی قیس ہی میں کیا تھا اور یہ سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد کیا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ یہی بات خود اعشیٰ کے مندرجہ بالا شعر سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق نے اعشیٰ کے قبول اسلام کا قصہ ہجرت سے قبل ابو جہل جیسے کٹر کافر و مشرک کی مذمت کرتے ہوئے ضمناً" کر دیا ہے اور ہم نے بھی اسی لئے اسے ابن اسحٰق کی طرح بیان ہجرت سے مقدم رکھا ہے۔

رصارعتِ رکانہ کا قصہ

اس نے دیکھا کہ ایک درخت آنحضرتؐ کے

بلانے پر کیسے آپ کے پاس چلا آیا

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابی اسحٰق بن یسار نے بیان کیا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف قریش میں سب سے قوی ہیکل اور طاقت ور سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکے کی کسی پہاڑی گھاٹی میں جا پہنچا۔ اسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: "اے رکانہ! کیا تم خدا کا خوف اور وہ بات قبول نہیں کرو گے جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں؟" آپؐ کی زبان

سے یہ سن کر رکانہ بولا: "میں اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپؐ کی بات سچ ہے۔" رکانہ سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "اگر اس کا تمہیں ثبوت مل جائے تو؟ یعنی میں پچھاڑ دوں؟" رکانہ نے کہا: "ایسا کر دکھایئے۔" آپ نے فرمایا: "اچھا تم میرے قریب آ کر کھڑے ہو۔" جب وہ آپؐ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے اٹھا کر زمین پر ایسا پٹخا کہ وہ سانس لینا بھول گیا۔ پھر وہ کھڑا ہو کر بولا: ایک بار ایسا کر کے دکھایئے۔" چنانچہ آپؐ نے دوبارہ اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس نے لاکھ زور لگایا مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ آپؐ نے اسے دوبارہ زمین سے اٹھا کر ایسا پٹخا کہ وہ چاروں شانے زمین پر گرا اور آپ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نے اسے چھوڑا تو وہ ہانپتا ہوا اٹھ کر بولا: "یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے۔" آپ نے فرمایا: "کچھ اور دیکھو گے؟" وہ بولا: "دکھایئے" آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تم اس درخت کو جو سامنے نظر آ رہا ہے اپنے پاس بلا سکتے ہو؟" وہ بولا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" یہ تو صریحاً ناممکن بات ہے؟" آپ نے فرمایا: "اچھا دیکھو! میں اسے اپنے پاس بلا کر دکھاتا ہوں۔" یہ کہہ کر آپؐ نے اس درخت کو اشارہ کیا اور وہ خود اپنی جگہ سے چل کر آپؐ کے سامنے آیا اور پہلے کی جگہ زمین پر ایستادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر رکانہ حیران رہ گیا' آپؐ نے غالباً" اس سے فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس نے بہت سے قریش کو جمع کر کے یہ واقعہ سنایا۔ پھر بولا: "تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جادوگر کہتے ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ روئے زمین پر کوئی بڑے سے بڑا جادوگر ایسا کرشمہ نہیں دیکھا سکتا۔" جن لوگوں نے یہ واقعہ اور رکانہ کی گفتگو سنی انہوں نے اسے لاکھ بھکانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کے بعد پھر آپؐ کی خدمت میں آیا اور بولا: "اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ یقیناً خدا کے رسول ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔

ابن اسحٰق نے رکانہ کا یہ قصہ دوسرے متعدد راویوں کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے یہ واقعہ ابو الحسن عسقلانی کی روایت کے طور پر ابو جعفر بن محمد بن رکانہ اور خود رکانہ کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن ترمذی نے کہا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور یہ کہ وہ ابو الحسن اور رکانہ سے واقف نہیں ہیں۔

بہر حال امام ابوبکر شافعیؒ نے بڑی جید اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یزید بن رکانہ نے (اپنی طاقت کے زعم میں) پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں جکڑا تھا اور کہا تھا کہ اگر آپؐ اس کی گرفت سے نکل گئے تو وہ آپ کو سو بکریاں دے گا۔ اس طرح اس نے تین بار کہا اور ہر بار سو بکریوں کا اضافہ کرتا چلا لیکن آپ تینوں بار اس کی گرفت سے نکل گئے بلکہ اسے پچھاڑ بھی دیا اور اس نے اس طرح جو تین سو بکریاں اپنی طرف سے بطور شرط آپؐ کو پیش کرنے کے لئے کہا تھا آپؐ نے وہ بھی اسے معاف فرما دیں۔ چنانچہ یہ دیکھ کر اس نے آپؐ کو خدا کے سچے نبی ہونے کا

اقرار کر لیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے آپؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس کو اس سے قبل کشتی میں کوئی زیر کر سکا تھا نہ آپؐ سے قبل اس نے کسی کو آپؐ سے زیادہ طاقتور پایا تھا۔ جہاں تک درخت والے معجزے کا حال ہے تو ہم نے اسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوسرے معجزات کے تحت بطور دلائل نبوت جیسا کہ جدید تاریخ نویسی کا دستور ہے قلمبند کیا ہے جسے حسب موقع آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ویسے ابن اسحٰق نے حبشہ کے نصرانیوں کی مکے میں آمد اور ان کے اسلام لانے کا ذکر بھی قصہ نجاشی سے پہلے کیا ہے حالانکہ اس ذکر کو موخر رکھنا چاہئے تھا کیونکہ مکے میں حبشہ کے نصرانیوں کی آمد اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ بعثت کے قریبا" دسویں سال پیش آیا تھا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز کی جگہ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد و پیش آپ کے مظلوم اصحاب جناب' عمار' ابو فکیہہ' صفوان بن امیہ کا غلام یسار' صہیب اور ان ہی جیسے کچھ دوسرے مسلمان بیٹھے ہوئے تھے تو ادھر سے کچھ مشرکین قریش گزرے اور آپس میں بطور تضحیک کہنے لگے: "انہیں دیکھو! یہ (نعوذ باللہ) اس کے ساتھی ہیں اور یہ (تم نعوذ باللہ) اسے خدا کا نبی سمجھتے ہو اور اپنے آپ کو خدا کی رحمت کا حق دار سمجھتے ہیں حالانکہ اس کی رحمت کے حق دار تو ہم جیسے بڑے لوگ ہوتے ہیں کہ نہ ان جسے غریب و مسکین۔" یہ کہہ کر وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ چونکہ مسلمانوں کو قریش کی طرف سے ان کی اس تضحیک سے دکھ ہوا ہو گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اسی وقت مندرجہ ذیل آیہ شریفہ نازل فرمائی۔ **ولا تطرد الذین یدعون ربھم** ----- الخ۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا گزر ولید بن مغیرہ' امیہ بن خلف اور ابوجہل ابن ہشام کی طرف سے ہوتا تو وہ آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ظاہر ہے اس سے آپؐ کو صدمہ ہوتا ہو گا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ قرآنی آیت نازل فرمائی۔ **و لقد استھزءی برسل من قبل** ---- الخ

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذل دو آیات بھی نازل فرمائی ہیں۔

(۱) و لقد استھزءی برسل من قبلک فصبرو اعلی ما کذبوا ----- الخ

(۲) انا کفیناک المستہزئین

سفیان جعفر بن ایاس' سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ استہزا کرنے والے لوگ ولید بن مغیرہ' اسود بن عبد یغوث زہری اسود بن مطلب' ابو زمعہ' حارث بن عیطل اور عاص بن وائل سہمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں حضرت جبرئیلؑ سے شکایت کی تو انہوں نے ان میں اول الذکر کا گردن دبا کر قلع قمع کیا تو انہوں نے آپؐ سے دست کش ہونے کا اقرار کیا' اسود بن یغوث کا سر دبایا تو اس نے بھی یہی

اقرار کیا۔ اس کے سر میں مستقل زخم (قرح) بھی ہو گیا تھا۔ حارث بن عیطل کا پیٹ دبایا گیا تو اس نے بھی یہی اقرار کیا۔ عاص بن وائل اتنا متورم ہوا اور اس کے پھنسیاں پیدا ہو کر ان میں اتنی سوزش بڑھی کہ اسے بھی اپنی حرکت سے باز آنا پڑا۔ جبرئیلؑ نے ولید کی جبکہ وہ بنی خزاعہ کے کسی شخص کے ساتھ جا رہا تھا گردن پر وار کیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا تھا۔ جب ان لوگوں سے ان باتوں کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے اپنی سزاؤں کے اسباب سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا نہ وہ یہ بتا سکے کہ ان کا پیٹ یا سر کس نے دبایا تھا۔ حارث بن عیطل کے پیٹ میں پانی جمع ہو کر اسے مرض استسقاء ہو گیا جس سے وہ فوت ہو گیا اس کے پیٹ کا پانی مستقل طور پر اس کے منہ سے خارج ہوتا رہتا تھا۔ عاص بن وائل کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے سر میں شبرقہ داخل ہو گیا تھا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہیں یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کی زبانی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مذاق کرنے اور آپؐ پر طنز کرنے میں مذکورہ بالا پانچ اشخاص پیش پیش اور وہی سب سے زیادہ معزز اور شریف سمجھے جاتے تھے اور انہی کا یہ انجام ہوا اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ----- الخ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قریش میں ایسی پھوٹ پڑی کہ وہ ایک دوسرے کے قتل تک پر آمادہ ہو گئے بلکہ اس وجہ سے کچھ قتل بھی ہو گئے تھے جس سے انہیں ان کے بزرگوں نے جنگ بدر میں ان کے باہمی اتفاق و اتحاد کا حوالہ دے کر روکا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں کچھ اہل علم نے بتایا کہ جب خالد بن ولید اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ طائف گئے تھے تو انہوں نے اہل طائف سے دریافت کیا تھا کہ آیا ان کے والد ان سے سود لیا کرتے تھے؟ ابن اسحٰق اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ سود کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت تب ہی نازل ہوئی تھی۔

یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ و ذروا ما ابقی ----- الخ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب تک اسلام قبائل عرب میں پھیل کر مستحکم نہ ہو گیا انہیں ایک واقعہ کے سوا ابی ازیہر کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ قریش کے کچھ لوگ دوس گئے تھے اور دوس کی ایک عورت کے پاس جو دوس ہی کی کنیز اور ام غیلان کے نام سے مشہور تھی قیام کیا تھا۔ یہ عورت مشاطہ تھی اور دوس کی خواتین کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی۔ دوس نے چاہا کہ قریش کے ان لوگوں کو ابی ازیہر سمیت قتل کر دے تو ام غیلان ہی کچھ دوسری خواتین کے ساتھ مل کر ان اہل قریش کے آڑے آئی تھی اور دوس کو ان کے قتل سے باز رکھا تھا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ اس نے ابی ازیہر کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیا تھا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ام غیلان ان کے سامنے آئی تھی اور اس وقت وہ مسلمان ہو چکی تھی۔ اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ ضرار بن خطاب حضرت عمرؓ کے بھائی تھے جنہیں اس نے دوسرے قریش کے ساتھ دوس کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا تھا لیکن حضرت عمرؓ کو جب بات معلوم ہوئی تو انھوں نے ام غیلان کو کچھ تحائف دے کر اس سے کہا تھا: "میں تمہیں اسلام سے قبل جانتا تک بھی نہ تھا اور یہ تحائف تمہیں بنت سبیل کی حیثیت سے دے رہا ہوں۔"

ابن ہشام مزید بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ضرار بن خطاب نے ایک روز حضرت عمرؓ سے کہا تھا: "آپ جنگ احد کے روز کئی بار میری زد پر آئے تھے اور میں چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا لیکن میں نے اپنا بھائی ہونے کی وجہ سے آپ کو قتل نہیں کیا۔" اس کا جواب حضرت عمرؓ نے یہ دیا: "اگر تم اس روز میری زد پر آجاتے تو میں تمہیں قتل کئے بغیر کبھی نہ چھوڑتا۔"

بیہقی قبل از ہجرت کے دوسرے واقعات قلم بند کرنے کے بعد اس جگہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش کے مذکورہ بالا سات ممتاز افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور آپؐ کو طرح طرح سے ایذا رسانی میں حد کر دی تو مجبور ہو کر آپؐ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ سات اشخاص حضرت یوسف علیہ السلام کے سات بھائیوں کی طرح آپؐ کے قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں جو سزا دی اس کا حال اس سے پہلے کی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بیہقی نے یہ روایت اعمش کی طرح صحیحین میں مسلم بن صبیح، مسروق اور ابن مسعود کے حوالے سے اخذ کی ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بد دعا کا مذکورہ بالا اشخاص کے حق میں یہ واقعہ غزوہ بدر سے قبل جسے لزام کہا جاتا ہے بلکہ آپ کے معجزات متعلق زدم، دخان، بطشہ اور شق القمر سے بھی پہلے کا ہے جہاں تک آپؐ کے معجزہ دخان کا تعلق ہے اس کے بارے میں ابن مسعود کی روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین قریش کے حق میں مجبوراً" بد دعا کی تو مذکورہ بالا سات اشخاص کے علاوہ جن کے انجام کے بارے میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے عام کفار قریش بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گئے۔ معجزہ بطش کا مطلب عام قریش کا عذاب الٰہی کی گرفت میں آنا ہے۔ عذاب الٰہی کی یہ گرفت اتنی سخت تھی کہ کفار قریش بھوک کے مرض میں اس حد تک مبتلا ہوئے کہ مردہ جانور اور ان کی ہڈیاں تک کھانے لگے لیکن ان کی بھوک کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی قحط کا یہ عالم ہوا کہ درخت سوکھ گئے، گھاس کا کسی طرف نام و نشان نہ رہا، بارش ہونا قطعی طور پر بند ہو گیا اور جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا دوسری طرف کفار کی بھوک اتنی بڑھی کہ وہ مردہ جانور تک ہڑپ کرنے لگے لیکن پھر انہیں بھوک کی شکایت رہتی تھی۔ زمین پر آسمان سے ایک بوند تک نہیں ٹپکتی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ

دخان کا یہ اثر تھا کہ زمین و آسمان کے درمیان دھوئیں کی ایک دبیز چادر تنی رہتی تھی جس کے درمیان سے زمین پر ایسی تپش ہوتی تھی کہ کفار اس سے بھنے جاتے تھے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے متبعین پر اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ابر رحمت سایہ فگن رہتا تھا۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ اس عذاب الٰہی سے عاجز آ کر مشرکین قریش میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا۔ "آپؐ کے اپنے بقول آپؐ تو خدا کی طرف سے ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں پھر لوگوں پر آپ کی طرف سے ----- اس سخت عذاب کا کیا مطلب ہے جس کی وجہ سے ہم موت کے قریب جا پہنچے ہیں۔"

بیہقیؒ کہتے ہیں کہ بخاری نے یہ روایت عبدالرزاق کی زبانی معمر' ایوب' عکرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کی ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابو سفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ مذکورہ بالا عذاب اور بھوک سے قریش کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ خشک سالی کی وجہ سے اون تک کھانے پر مجبور ہو گئے تھے اور اس کا یہ بیان سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابر کرم جوش میں آیا اور آپؐ نے اپنے ان حد سے زیادہ ظالم دشمنوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تب کہیں جا کر ان پر سے یہ عذاب ختم ہوا۔ مشرکین قریش پر اس عذاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:

و لقد اخذ نا ھم بالعذاب فما استکانو الربھم و ما یتفرعون

حافظ بیہقیؒ بیان کرتے ہیں کہ ابو سفیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قبل ہجرت حاضری کی روایت کی کوئی مستند دلیل نہیں ملتی۔ تاہم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دوبارہ پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم۔

بیہقیؒ نے گزشتہ فصل میں مذکورہ واقعات کے بعد قصائص فارس و روم اور مندرجہ ذیل آیت قرآنی کا ذکر کیا ہے:۔

الم غلبت الروم فی او فی الارض -----

پھر بیہقیؒ نے سفیان ثوریؒ کے طریقے پر حبیب ابن ابی عمرو' سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی خواہش یہ تھی کہ اہل روم لڑائی میں اہل فارس پر غالب رہیں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے جبکہ مشرکین کی خواہش یہ تھی کہ اہل فارس اہل روم پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ بھی انہیں کی طرح مشرک تھے۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے اہل فارس پر رومیوں کے غالب آنے کی پیشنگوئی فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ سے مشرکین مکہ نے اس بات پر شرط باندھ رکھی تھی کہ اہل فارس رومیوں پر غالب رہیں گے۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ اور مشرکین کے مابین پانچ سال

کے لئے تھی۔ لیکن آپؐ نے اس مدت کو دس سال تک بڑھایا تھا۔ جب اہل روم کی اہل فارس پر فتح کی خبر عرب پہنچی تو وہ یوم بدر تھا یا یوم حدیبیہ تھا' واللہ اعلم۔

بیہقی ولید بن مسلم کی روایت اسید کلابی کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے علا بن زبیر کلابی کی زبانی اس کے باپ کی بیان کردہ یہ بات سنی تھی یعنی اس کے باپ نے انٰس سے کہا تھا کہ اس نے کبھی فارس کو روم پر غالب آتے اور کبھی روم کو فارس پر غالب آتے اور پھر مسلمانوں کو روم و فارس اور شام و عراق کی تسخیر سب کچھ پندرہ سال کے اندر اندر اپنے زمانے میں دیکھا تھا۔

رسولؐ اللہ اور بنی ہاشم کی محصوری شعب میں

جناب ابن سعد طبقات کبریٰ جلد ۱ ص ۲۷۷ سطر ۶ پر لکھتے ہیں :۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب قریش کو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ نجاشی کا اکرام و الطاف معلوم ہوا تو بہت گراں گزرا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر سخت غصہ ہوئے آپ کے قتل پر اتفاق کیا اور بنی ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ نہ تو ان سے شادی بیاہ' خرید و فروخت کریں گے' نہ میل جول رکھیں گے۔

جس نے یہ عہد نامہ لکھا وہ منصور بن عکرمتہ العبدری تھا۔ کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا انہوں نے اس عہد نامے کو کعبے کے بیچ میں لٹکا دیا۔

بعض اہل علم کی رائے میں وہ عہد نامہ ام الجلاس بنت مخزبتہ الحنظلیہ کے پاس رہا جو کہ ابو جہل کی خالہ تھی۔

محرم ۷ نبوی کی چاند رات کو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کا محاصرہ کر لیا گیا بنی عبدالمطلب بن عبد مناف بن شعب ابی طالب میں بھاگ آئے۔ ابو لہب نکل کر قریش سے جا ملا' اس نے بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے خلاف قریش کو قوت پہنچائی۔

قریش نے ان لوگوں کا غلہ اور ضروری اشیاء بند کر دیں ۔ (بنی ہاشم) موسم حج کے سوا نہ نکلتے تھے۔ ان پر سخت مصیبت آگئی شعب سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ بعض قریش تو اس سے خوش ہوتے تھے اور بعض کو ناگوار ہوتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ منصور بن عکرمہ (عہد نامہ نویس) پر جو مصیبت آئی ہے اسے دیکھو۔

تین سال تک یہ لوگ شعب میں مقیم رہے۔ اللہ نے ان کے عہد نامے کی حالت پر اپنے رسولؐ کو مطلع کیا کہ دیمک نے ظلم و جور والے مضمون کو کھا لیا' جو اللہ کا ذکر تھا وہ رہ گیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ قریش نے اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا تھا۔ اور اس پر تین مہریں لگائی تھیں اللہ عزوجل نے اس مضمون پر دیمک کو مسلط کر دیا جو سوائے اللہ عزوجل کے نام کے سب کھا گئی۔

محمد بن عکرمہ سے مروی ہے کہ سوائے **باسمک اللھم** کے عہد نامہ کی ہر چیز کھا گئی۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ عہد نامہ ان کے داد کے پاس تھا۔ ہر چیز جو عدم تعاون کے متعلق تھی کھا لی گئی سوائے **باسم اللھم** کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو طالب سے اس کا ذکر کیا' ابو طالب نے اپنے بھائیوں سے بیان کیا اور سب لوگ مسجد حرام کو گئے۔

ابو طالب نے کفار قریش سے کہا: "میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور انہوں نے ہرگز مجھ سے غلط نہیں کہا ہے کہ اللہ نے تمہارے عہد نامے پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے۔ جو مضمون ظلم و جور یا قطع رحم کا تھا۔ اس نے کھا لیا' وہی مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے' اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی برائی سے باز آ جاؤ اور اگر وہ غلط کہتے ہیں تو میں انہیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم انہیں قتل کرنا یا زندہ رکھنا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے ہم سے انصاف کیا۔ عہد نامہ منگا بھیجا۔ کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لوگ حیران ہو کر سرنگوں ہو گئے۔

ابو طالب نے کہا ہم لوگ کب تک مقید و محصور رہیں گے۔ حالانکہ معاملے کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ یہ کہا اور ہمراہیوں کے ساتھ کعبے کے اندر گئے وہاں ابو طالب نے کہا کہ اے اللہ ہماری مدد کر اس شخص سے جو ہم پر ظلم کرے ہم سے قطع رحم کرے اور ہماری جو چیز اس پر حرام ہے اسے حلال سمجھے۔ لوگ شعب کو واپس آ گئے۔

قریش نے جو برتاؤ بنی ہاشم کے ساتھ کیا تھا اس پر ان کے کچھ لوگ باہم ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' یہ مطعم بن عدی اور عدی بن قیس و زمعہ بن الاسود و ابو البختری بن ہاشم و زہیر بن ابی امیہ تھے۔ ان لوگوں نے ہتھیار پہنے بنی ہاشم و بنی المطلب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے اپنے مکانات کو روانہ ہو جائیں ان لوگوں نے یہی کیا۔

قریش نے یہ دیکھا تو حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہرگز ان لوگوں کو بے یار و مددگار نہ کر سکیں گے' شعب سے ان لوگوں کی روانگی ۱۰ نبوی میں ہوئی تھی۔

محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اعزہ شعب میں دو سال رہے۔ حکم نے کہا کم از کم تین سال رہے۔

وفات حضرت ابو طالب

دو ماہ کے بعد ابو طالبؑ بیمار ہوئے اور آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ چچا جان آپ نے بچپن میں میری تربیت فرمائی اور عالم یتیمی میں میری کفالت کی۔ میری جوانی میں مدد کی۔ خدا آپ کو میری جانب سے بہترین جزا دے۔ میں اس وقت آپ سے ایک آرزو رکھتا ہوں کہ اگر آپ قبول فرمالیں تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو اور آپ کی غرض یہ تھی کہ لوگ جان لیں کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور صرف آنحضرتؐ کی محبت میں مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ یہ سن کر جناب ابوطالبؑ نے کلمہ پڑھا اور اپنے اسلام کا اظہار فرمایا اور پیغمبروں کی امانتیں اور ابراہیمؑ کی وصیتیں ان کے سپرد کیں اور برحمت الٰہی واصل ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کے جنازے کے ساتھ روتے ہوئے ساتھ تھے۔ فرماتے تھے' اے چچا آپ نے صلہ رحم کیا خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات نبوت کے دسویں سال واقع ہوئی۔ آپ کی وفات کے ایک مہینہ پانچ روز یا تین روز بعد جناب خدیجہؑ نے عالم قدس کی جانب رحلت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے یہ سخت مصیبتیں تھیں اور آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا کیونکہ وہ دونوں ذوات مقدسہ اسلام کی اشاعت میں آپ کے وزیر' معین اور مددگار تھے اور شدتوں اور تکلیفوں میں حضرتؐ کے مونس و غمگسار تھے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۹۳ سطر ۱۲)

وفات حضرت ابو طالب

ہشام بن السائب الکلبی سے یا ان کے باپ سے حکایت کیا گیا ہے کہا ہے جبکہ ابو طالب کی وفات حاضر ہوئی ابو طالب نے اپنے پاس اعیان قریش کو جمع کیا اور ان کو وصیت کی اور ان سے خطاب کرکے کہا کہ اے گروہ قریش تم لوگ اللہ کی مخلوق سے اللہ کے برگزیدہ لوگ ہو اس قسم کی قریش کی اور تعریفوں کے بعد ان سے کہا کہ تم لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ خیر کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ محمد قریش میں امین ہیں اور عرب میں بڑے صادق ہیں اور جن باتوں کی میں تم کو وصیت کرتا ہوں ان کل باتوں کے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جامع ہیں (یعنی جتنے اعلی خصال تم لوگوں میں فرداً" فرداً" پائے جاتے ہیں کل آپ میں جمع ہیں) اور محمد صلعم ایسا امر لائے ہیں جس کو دل نے قبول کر لیا ہے اور زبان نے تم لوگوں کے بغض کی وجہ سے انکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے گویا کہ عرب کے فقیروں اور اہل بادیہ اور اطراف

کے رہنے والے اور ضعیف لوگ جو آدمیوں سے ہیں ان کی طرف میں دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے محمد صلعم کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور آپ کے کلمہ کی تصدیق کی ہے اور آپ کے امر کی تعظیم کی ہے۔ اور آپ نے ان لوگوں کو غمرات موت میں گھسا دیا ہے (وہ لوگ جنگ کرنے اور اعدا پر نصرت پانے کے بعد) قریش کے رئیس اور صنادید قریش ادنی درجہ کے ہو گئے ہیں اور قریش کے مکانات ویران ہو گئے ہیں اور ان لوگوں کے ضعیف اشخاص بادشاہ ہو گئے ہیں اور آج کے دن جو لوگ قریش کے آپ پر اعظم ہیں وہ اس وقت آپ کی طرف زیادہ حاجت مند ہو گئے ہیں اور جو لوگ آپ سے زیادہ دور تھے وہ آپ کے نزدیک قریش سے زیادہ نصیبہ والے ہو گئے ہیں اور عرب نے آپ کے واسطے اپنی دوستی کو خالص کر لیا ہے اور اپنے دلوں کو آپ کے اخلاص اور محبت میں زیادہ صفا کر لیا ہے اور اپنی لگامیں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں (یعنی آپ کے فرمانبردار ہو گئے ہیں) اے گروہ قریش تم آپ کے واسطے موالی اور ناصر ہو جاؤ اور آپ کے گروہ کے لئے حامی بن جاؤ واللہ کوئی شخص آپ کے راستہ پر نہ چلے گا مگر وہ رشد پائے گا اور کوئی شخص آپ کی سیرت نہ اختیار کرے گا مگر وہ سعادت پائے گا اگر میرے نفس کے واسطے کچھ مدت ہوتی اور میری اجل کے لئے تاخیر ہوتی تو میں ضرور آپ سے فتنوں کو باز رکھتا اور آپ سے آفتوں کو ضرور دفع کرتا یہ کہہ کر پھر ابو طالب نے انتقال کیا (ابو طالب کی ان پیشین گوئیوں سے ان کی فراست کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی شان کا انہوں نے ابتدا سے کس حد تک اندازہ کیا تھا اور جیسا ان کا خیال تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔) (مواہب لدنیہ جلد ا ص ۲۴۹ سطر ۱۰)

وفات خدیجہؓ

شیخ طبرسی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی اور تین روز بعد جناب خدیجہؓ نے وفات پائی۔ حضرتؐ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ یعنی غم و اندوہ کا سال۔ ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ جناب خدیجہؓ کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھ پر تمہارا یہ حال بہت تکلیف دہ ہے جب تم اپنے مکان بہشت میں پہنچنا تو وہاں کے لوگوں کو میرا سلام کہہ دینا۔ جناب خدیجہؓ نے پوچھا وہاں کون لوگ ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ مریم بنت عمران۔ جناب موسیٰؑ کی بہن کلثومؑ اور فرعون کی زوجہ آسیہؑ ہیں کہ یہ بہشت میں میری زوجہ ہوں گی جو تمہارے ساتھ رہیں گی۔ جناب خدیجہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔ اور مشہور ہے کہ وفات کے وقت جناب خدیجہ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ حضرتؐ نے ان کو حجوں میں دفن کیا۔ پہلے ان کی قبر میں خود لیٹے پھر ان کو دفن کیا۔

کلینی نے بسند حسن حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو طالبؑ کی وفات ہوئی جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اب مکہ سے ہجرت کیجئے کیونکہ اب مکہ میں آپؐ کا کوئی ناصر و مددگار نہیں رہا۔ قریش نے آنحضرتؐ پر یورش کی اور آپ ان سے علیحدہ ہو کر مکہ کی ایک پہاڑی پر چلے گئے جس کو حجوں کہتے ہیں۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۹۳ سطر آخر)

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

چونکہ اللہ حمزہؓ کو اپنی کرامت سے سرفراز کرنا چاہتا تھا یہ سنتے ہیں ان پر سخت جوش اور غضب طاری ہو گیا۔ وہ تیز قدم بڑھاتے ہوئے کسی کے لئے راہ میں نہ ٹھہرے، حسب عادت کعبہ کے طواف کے لئے آج اس ارادے سے چلے کہ ابوجہل کو دیکھتے ہی اس کی خبرلیں گے۔ چنانچہ مسجد میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ابوجہل کو قوم کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ یہ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سرہانے پہنچ کر اپنی کمان سے ایسی سخت ضرب لگائی کہ وہ لہولہان ہو گیا اور بری طرح زخمی ہو گیا۔ حمزہؓ نے کہا تو ان کو گالیاں دیتا ہے، تجھے معلوم نہیں کہ میں ان کا ہم مذہب ہوں ان کے عقائد کا قائل ہوں۔ اگر ہمت ہے تو اب میرے سامنے کہہ کیا کہتا ہے، اتنے میں بنی مخزوم کے کچھ آدمی ابوجہل کی حمایت میں حمزہؓ پر اٹھے مگر ابوجہل نے ان سے کہا کہ ابو عمارہ سے کوئی تعرض نہ کرو بے شک میں نے اس کے بھتیجے کو نہایت سخت گالیاں دی تھیں اس لئے ان کو جوش آگیا ہے۔ اسی واقعہ کے بعد حمزہ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے اسلام لے آنے سے قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ رسولؐ اللہ جیتے اور حمزہ ان کی حمایت و مدافعت کریں گے۔ اس لئے اب تو جو وہ رسولؐ اللہ کو دق کیا کرتے تھے اس سے دست بردار ہو گئے۔ (طبری جلد ا ص ۹۹ سطر ۱۱)

عبداللہ بن مسعودؓ کی علانیہ تلاوت قرآن

عروہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ نے مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن صحابہ جمع تھے انہوں نے کہا کہ اب تک قریش نے کلام اللہ کو بلند آواز سے نہیں سنا ہے کون ان کو سنائے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں سناتا ہوں اور صحابہ نے کہا ہم ڈرتے ہیں کہ تم کو ان کے ہاتھوں تکلیف پہنچے گی، ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا کنبہ خاندان ہو جو ان سے اس کی حفاظت کر سکے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا مجھے اس بات کی اجازت دو میری حفاظت اللہ کرے گا۔ دوسرے دن چاشت کے وقت عبداللہ بن مسعودؓ مقام میں آئے اس وقت قریش اپنے دیوان خانوں میں بیٹھے ہوئے

تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ مقام کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے بلند آواز میں پڑھا بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُراٰن خَلَقَ الاِنسَانَ عَلَّمَہُ البَیَان پھر اسی سورۃ کو تلاوت کرتے ہوئے وہ قریش کی بیٹھکوں کی طرف چلے قریش غور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ لونڈی بچہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ شاید محمدؐ پر جو وحی آئی ہے اسے پڑھ رہا ہے پھر وہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور ان کے منہ پر طمانچے مارنے لگے مگر یہ اسی طرح قرآن تلاوت کرتے رہے اور جہاں تک اللہ کو تلاوت مقصود تھی وہاں تک پڑھ کر اپنے دوستوں کے پاس واپس آ گئے۔ ان کے چہرے پر طمانچوں کے نشان موجود تھے۔ صحابہ نے کہا ہم کو اسی بات کا تمہارے لئے اندیشہ تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کبھی دشمنان خدا میری نظر میں اس قدر فرومایہ اور حقیر پہلے نہ تھے جتنے کہ اب ہیں۔ تم چاہو تو کل پھر میں ان کے سامنے قرآن پڑھوں۔ صحابہ نے کہا نہیں اتنا کافی ہے تم نے ان کو وہ سنا دیا ہے جسے وہ سننا ہی نہیں چاہتے۔
(طبری جلد ا ص ۹۹ سطر آخر)

کفار مکہ کا وفد اور نجاشی

جب مہاجرین حبشہ نجاشی کی سلطنت میں اطمینان و سکون سے بس گئے قریش نے ان مسلمانوں کے خلاف یہ سازش کی کہ انہوں نے عمرو بن العاص عبداللہ بن ابی ربیعہ بن المغیرۃ المخزومی کو نجاشی کے پاس بھیجا اور اس کے لئے اور اس کے امراء کے لئے بہت سے تحائف ان کے ساتھ بھیجے اور ان سے کہا کہ نجاشی سے درخواست کریں کہ جو مسلمان اس کے پاس اور اس کی سلطنت میں ہوں ان کو وہ ان کے حوالے کر دے۔ یہ دونوں اس کام کے لئے نجاشی کے پاس آئے اور اس سے اپنے آنے کی غرض بیان کی مگر ان کو اس میں قطعی کامیابی نہیں ہوئی اور وہ اپنا منہ لے کر واپس آ گئے۔

بنو ہاشم کے خلاف معاہدہ

عمرؓ بن الخطاب اسلام لے آئے۔ یہ ایک نہایت زبردست طاقتور اور جری آدمی تھے۔ ان سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب اسلام لا چکے تھے ان دونوں کے مسلمان ہو جانے سے اب صحابہ رسولؐ نے اپنے میں زیادہ قوت محسوس کی اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا نجاشی نے بھی اپنے یہاں کے پناہ گزینوں کی حفاظت و حمایت کی‘ اس سے قریش بہت طیش میں آئے انہوں نے آپس میں مشاورت کرکے یہ عہد کیا اور اس کے لئے باقاعدہ عہد نامہ لکھا کہ ان میں سے اب آئندہ کوئی بنی ہاشم اور بنی المطلب سے نہ مناکحت کرے اور نہ تجارت

کرے، اس کے لئے انہوں نے ایک باضابطہ تحریری معاہدہ لکھا اور اس کی بجا آوری کے لئے سب نے سخت عہد و پیان کئے اور اس کی شرائط کی پابندی کو اپنے اوپر زیادہ شدت سے لازم کرنے کے لئے اس معاہدہ کو کعبہ کے وسط میں لٹکا دیا۔ (طبری جلد ا ص ۱۰ سطر آخر)"

شعب ابی طالب

قریش کے اس بندوبست پر بنوہاشم اور بنو المطلب ابو طالب کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی گھاٹی میں جا رہے بنی ہاشم میں سے ابو لہب عبدالعزی بن المطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالب کے مقابلے میں ان کی امداد کی۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے یہاں تک کہ ان کو زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی کوئی چیز ان کو پہنچتی نہ تھی البتہ قریش میں سے کوئی ان پر ترس کھا کر کوئی چیز بھیجنا چاہتا تو خفیہ طور پر پہنچاتا۔ اسی اثناء میں ایک دن ابو جہل کی حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے مڈبھیڑ ہو گئی، اس کے ہمراہ ایک غلام تھا جس پر گیہوں بار تھا یہ اسے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ بن خولد کے پاس جو رسولؐ اللہ کے ساتھ ابو طالب کی گھاٹی میں تھیں لے جا رہا تھا۔ ابو جہل نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم بنی ہاشم کے لئے کھانا لے جا رہے ہو، بخدا تم اسے لے کر یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے ورنہ میں تمام مکہ میں تم کو رسوا کر دوں گا۔ اتنے میں ابو البختری بن ہشام بن الحارث بن اسد آ گیا۔ اس نے کہا کیا ہے ابوجہل نے کہا یہ دیکھو یہ بنی ہاشم کے لئے خوراک لے جا رہا ہے۔ ابو البختری کہنے لگا یہ تو اپنی پھوپھی کے لئے جو محمدؐ کے ساتھ ہے یہ خوراک لے کر جا رہا ہے اور اس نے آدمی بھیج کر اس سے منگوائی ہے تم کیوں روکتے ہو جانے دو۔ مگر ابو جہل نے نہ مانا، اس پر ان میں سخت کلامی ہوئی۔ ابو البختری نے اونٹ کا ڈاہنا اٹھایا اور اس سے ابوجہل کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہو لہان اور بے دم ہو گیا۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب کہیں پاس ہی تھے اور یہ تماشہ دیکھ رہے تھے قریش اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلعم اور ان کے صحابہ کو ہو۔ اور ان کو خوش ہونے کا موقع ملے۔

اس زمانے میں رسول اللہ صلعم دن رات اپنی قوم کو علانیہ اور خفیہ طور پر دعوت دیتے رہے آپؐ پر متواتر وحی نازل ہوتی رہی جس میں آپ کو امر اور نہی کی جاتی تھی، آپؐ کے دشمنوں کے لئے وعید آتی تھی اور آپؐ کی نبوت کے ثبوت میں مخالفین کے لئے دلائل و براہین نازل ہوتے تھے۔

کفار مکہ کی حضرت محمدؐ کو پیشکش

ایک مرتبہ آپؐ کی قوم کے اشراف جمع ہوئے اور انہوں نے آپ سے کہا ہم تم کو اس قدر مال دیتے ہیں

جس سے تمام مکہ میں دولت مند ترین شخص ہو جاؤ گے اور جس عورت سے چاہو تمہاری شادی کر دی جائے اور مکہ کی ریاست تمہارے حوالے کر دی جائے مگر اس شرط پر کہ تم ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔ اگر تم اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو ہم تمہارے سامنے ایسی صورت میں پیش کرتے ہیں جس میں ہمارا تمہارا دونوں کا نفع ہے' آپؐ نے پوچھا وہ کیا انہوں نے کہا' ایک سال تم ہمارے دیوتاؤں لات اور عزیٰ کی پرستش کرو اور ایک سال ہم تمہارے خدا کی پرستش کریں' رسول اللہ نے فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوں پھر جواب دوں گا۔ اس موقع پر لوح محفوظ سے یہ پوری سورۃ نازل ہوئی۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ** اللہ کے قول **بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ** تک نازل فرمائی۔

سعید بن مینا ابو البختری کا مولی بیان کرتا ہے کہ ولید بن المغیرہ' عاص بن وائل' اسود بن المطلب اور امیہ بن خلف رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہارے معبود کی پرستش کرتے ہیں اور تم ہمارے معبودوں کی پرستش کرو اور ہم تم کو ہر بات میں اپنے ساتھ شریک کر لیتے ہیں اب اگر جو بات تم کہتے ہو وہ مفید ثابت ہوئی تو تمہارے شرکت کی وجہ سے ہم اس سے مستفید ہوں گے اور اگر وہ مسلک جس پر ہم ہیں تمہاری تعلیم سے بہتر ثابت ہوا تو ہماری شرکت کی وجہ سے تم اس سے مستفید ہو گے۔ اس موقع پر اللہ عزوجل نے یہ سورۃ **قل یا ایھا الکافرون** نازل فرمائی۔

اصلاح قوم کی خواہش

رسول اللہ صلعم کی بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ کسی طرح اپنی قوم کی اصلاح کریں اور کوئی ایسی صورت ہو جس سے ان میں خوشگوار تعلقات ہو جائیں' اس سلسلہ میں محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ ان کی قوم نے ان سے اعتراض کیا ہے اور صرف اس حکم کی وجہ سے جو اللہ نے آپ کو دیا تھا آپ کی قوم آپؐ سے علیحدہ ہو گئی ہے آپؐ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم نازل فرماتا جس سے آپ کے اور ان کے تعلقات پھر قائم ہو جاتے آپؐ اپنی قوم سے محبت اور ان کی فلاح کے خیال سے یہ چاہتے تھے کہ ان کے معاملے میں آپؐ نے جو شدت برتی ہے اس میں نرمی کر دیں۔ یہ خیال آپ کے دل میں آیا اور آپؐ نے اس کی آرزو اور تمنا کی اللہ عزوجل نے یہ سورۃ نازل فرمائی **وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى** جب آپؐ اللہ کے قول

افرأیتم اللات و العزی و مناۃ الثالثۃ الاخری پر آئے شیطان نے آپ کی اس خواہش کی وجہ سے جو آپ چاہتے تھے کہ اپنی قوم کو خوش کریں' آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تلک غرانیق العلی و ان شفاعتھن ترتضی یہ الفاظ سن کر قریش بہت خوش ہوئے کہ محمدؐ نے تعریفی الفاظ میں ہمارے معبودوں کا ذکر کیا ہے انہوں نے خوشی میں نعرہ لگایا' مسلمان تو اپنے نبی پر ایمان کامل ہی رکھتے تھے کہ جو کچھ آپؐ ہمارے رب کیطرف کہتے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ اور وہ آپؐ کو خطا و ہم اور لغزش سے معصوم سمجھتے تھے' جب اس سورۃ میں سجدہ کا مقام آیا اور سورۃ ختم ہوئی رسول اللہ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمانوں نے اپنی نبی کی اتباع حکم اور وحی کی تصدیق میں آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا اور چونکہ مشرکن نے رسولؐ اللہ کی زبان سے اپنے معبودوں کی تعریف سنی تھی اس لئے مشرکین قریش اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس طرح ساری مسجد میں جس قدر مومن یا کافر تھے سب سجد میں گر پڑے۔ البتہ ولید بن المغیرۃ چونکہ نہایت بوڑھا تھا وہ سجدے میں نہ تو جا سکا مگر اس نے مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھا کر ان پر سر رکھ دیا اور اس طرح اس نے بھی سجدہ کر لیا۔ (طبری جلد ۱ ص ۱۰۲ سطر ۱۴) ہمارے نزدیک رسول اکرم بتوں کی تعریف نہیں کر سکتے لہٰذا ہم اس جملے کی تردید کرتے ہیں ۔

مہاجرین حبشہ کی مراجعت

اس کے بعد تمام لوگ مسجد سے چلے گئے' قریش بھی بڑے خوش وہاں سے گئے اور ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ محمدؐ نے ہمارے معبودوں کا بڑے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور اپنے قرآن میں یہ بات کہی ہے کہ "یہ دراز گردن مورتیں ہیں ان کی شفاعت مقبول ہو گی" اس سجدے کی خبر ان مسلمانوں کو بھی ہوئی جو حبشہ میں ہجرت کرکے جا رہے تھے اور ان سے بھی یہ کہا گیا کہ قریش اسلام لے آئے ہیں اس خبر کو سن کر ان میں سے بعض وطن آنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ وہیں رہ گئے۔
حضرت جبرئیلؑ رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور کہا آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ نے وہ الفاظ بطور وحی لوگوں کے سامنے پڑھے جو میں اللہ کی طرف سے آپؐ کے پاس نہیں لایا تھا اور آپؐ نے وہ کہہ دیا جو آپؐ سے نہیں کہا گیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلعم بہت سخت رنجیدہ اور ملول ہوئے اور آپؐ کو اللہ کا بڑا خوف ہوا کہ کیا ہو گا؟ مگر اللہ تعالےٰ چونکہ آپ پر نہایت مہربان تھا اس نے آپؐ کی تسلی و تشفی کے لئے وحی کے ذریعہ آپؐ کو بتایا کہ آپ سے پہلے بھی جس نبی یا رسولؐ نے خود کوئی خواہش کی ہمیشہ شیطان اس میں اسی طرح شریک ہوا ہے جس طرح کہ آپؐ کے ساتھ معاملہ گزرا کہ اس نے اپنی بات آپؐ کی زبان سے کہلا دی مگر اللہ نے ہمیشہ شیطان کی بات کو منسوخ کر کے اپنی بات جمائی ہے۔ چونکہ تم بھی دوسرے انبیاء کی طرح ہو اس لئے اس کی فکر مت کرو۔ پھر اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کیں:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کسی رسول یا نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ جب اس نے خود کوئی آرزو کی شیطان اس میں شریک ہو گیا، مگر شیطان کی القا کردہ بات کو مٹا دیتا ہے اور پھر اپنی ہدایت کو مضبوط کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور بڑا دور اندیش ہے۔

بتوں کے خلاف آیت کا نزول

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خوف کو دفع کیا اور ان کو اطمینان دیا اور جو بات شیطان نے آپؐ کی زبان سے مشرکین کے معبودوں کے ذکر و تعریف میں کہلا دی کہ وہ دراز قامت سارسین اور ان کی شفاعت مقبول ہو گی محو کر کے لات و عزیٰ کا ذکر کر کے اپنی یہ آیات نازل فرمائیں **الکم الذکر و لہ الانثی تلک اذا قسمۃ ضیزی ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤ کم** اپنے قول **لمن یشاء و یرضی** تک۔ ضیزی کے معنی خسارے کے ہیں آخری آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اب چونکہ تمہارے معبودوں کی سفارش اللہ کے یہاں کام دے سکتی ہے اسی طرح جب اللہ نے اس بات کو منسوخ کر دیا جو شیطان نے آپؐ کی زبان سے کہلا دی تھی اور قریش کو اس کی خبر ہوئی وہ کہنے لگے کہ اللہ کے یہاں ہمارے معبودوں کی جس منزلت کا محمدؐ نے پہلے ذکر کیا تھا اس پر وہ اب نادم ہوا ہے اور اسی لئے اسے بدل کر اب اس نے کچھ اور کہا ہے۔

مہاجرین حبشہ کی مکہ میں آمد

یہ دو جملے تھے جن کو شیطان نے آپؐ کی زبان سے ادا کر دیا تھا۔ یہ ہر مشرک کی زبان پر تھے۔ مگر ان کے منسوخ ہونے کے بعد مسلمانوں اور پیروان رسولؐ پر اب تک جو سختیاں اور مظالم وہ کرتے آئے تھے ان میں کفار نے اور شدت کر دی۔ اس اثناء میں مسلمان مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ جن کو مشرکین کے رسولؐ اللہ کے ہمراہ سجدہ کرنے کی وجہ سے اہل مکہ کے اسلام لے آنے کی خبر ملی تھی مکہ آئے مگر مکہ کے قریب پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ کے اسلام لے آنے کی خبر غلط تھی اس لئے کوئی بھی علانیہ طور پر مکہ میں داخل نہیں ہوا البتہ کسی کی پناہ لے کر یا خفیہ طور پر وہ مکہ میں آ گئے۔ اب جو لوگ مکہ میں آئے اور مدینہ کی ہجرت تک یہاں مقیم رہے اور پھر رسولؐ اللہ کے ساتھ واقعہ بدر میں شریک ہوئے ان میں بنی عبد شمس، بن عبد مناف بن قصی کے خاندان میں سے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ تھے۔ ان کے

ساتھ ان کی بیوی رقیہ تھیں اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ عبد شمس تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل تھیں' ان کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے جن میں ۳۳ مرد تھے۔ (طبری جلد ا ص ۱۰۴ سطر ۱۳)

فسخ معاہدہ کی کوشش

اس کے کچھ عرصے کے بعد قریش کے چند اشخاص اس معاہدہ کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ترک تعلقات کے متعلق آپس میں طے کیا تھا کھڑے ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ ہشام بن عمرو بن الحارث العامری نے جو عامر بن لوی کے خاندان سے تھا اور نضلہ بن ہاشم بن عبدمناف کا اخیانی بھائی تھا' قابل قدر خدمات انجام دیں اور سعی کی یہ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے جو عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا' کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا زہیر تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ تم مزے سے کھاؤ پہنو نکاح کرو اور تمہارے ننھیالی رشتہ داروں کی یہ گت ہو کہ ان سے کوئی شخص نہ تجارت کر سکتا ہے اور نہ مناکحت۔ میں بہ قسم کہتا ہوں کہ اگر ابو الحکم بن ہشام کے ننھیالی رشتہ دار ہوتے اور تم اس کو ان کے متعلق اس قسم کے سلوک کی دعوت دیتے جیسا کہ اس نے تم سے عہد لے لیا تو وہ خود اپنوں کے متعلق تمہاری بات ہرگز نہ مانتا۔ زہیر نے مگر ہشام یہ بتاؤ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں' اگر کوئی اور میرے ساتھ ہوتا تو البتہ میں اس معاہدے کے فسخ کے لئے کھڑا ہو جاتا اور اسے فسخ کرا کے چھوڑتا۔ ہشام نے کہا دوسرا آدمی ہے' زہیر نے پوچھا کون؟ اس نے کہا میں۔ زہیر نے کہا تیسرا آدمی میرے لئے بہم پہنچاؤ۔ ہشام مطعم بن عدی بن نوفل بن عبدمناف کے پاس گیا اور اس سے کہا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ بنی عبدمناف کے دو خاندان ہلاک ہو جائیں اور تم تماشہ دیکھتے رہو اور اس بات میں قریش کے ہمنوا بھی بنے رہو۔ بخدا اگر تم نے ان کو اس کا موقع بھی دے دیا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں۔ مطعم نے کہا مگر میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں۔ ہشام نے کہا میں نے دوسرا بہم پہنچا لیا ہے اس نے پوچھا کون؟ ہشام نے کہ وہ بھی ہے۔ اس نے پوچھا کون؟ ہشام نے کہا زہیر بن ابی امیہ۔ مطعم نے کہا چوتھا بہم پہنچاؤ۔ ہشام ابو البختری کے پاس گیا اور وہی گفتگو اس سے بھی کی جو مطعم سے کی تھی۔ اس نے کہا کیا کوئی اور بھی اس کام میں ہماری اعانت کرے گا۔ ہشام نے کہا ہاں۔ اس نے کہا وہ کون؟ ہشام نے کہا زہیر بن ابی امیہ' مطعم بن عدی اور خود میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ابو البختری نے کہا پانچواں تلاش کرو ہشام زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کے پاس گیا اور اس سے بھی اس نے وہی گفتگو کی جو وہ دوسروں سے کر چکا تھا اور کہا کہ وہ تمہارے عزیز قریب ہیں ان کی حمایت تم پر حق ہے۔ زمعہ نے کہا جس کام کے لئے تم مجھ سے کہہ رہے ہو کیا کوئی اور بھی ہے جو اس میں ہمارے اعانت کرے گا۔ ہشام نے کہا ہاں اور اس

نے اپنے سب شرکاء کے نام لئے۔

تنسیخ معاہدہ

اتنے آدمیوں کی شرکت کے بعد ان سب نے اس سے خطم الحجون پر جو مکہ اعلیٰ میں واقع ہے جمع ہو کر مشورہ کرنے کا وعدہ کیا اور یہاں یہ سب جمع ہوئے اور یہ طے کیا کہ اب اس معاہدہ کو فسخ کرنے کی عملی کارروائی کی جائے۔ زہیر نے کہا میں تم سب سے پہلے اس معاملہ میں اقدام کرتا ہوں اور اس کے متعلق قریش سے گفتگو کرتا ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو جب قریش اپنی مجلسوں میں آ بیٹھے' زہیر بن امیہ ایک حلہ زیب تن کئے کعبہ میں آیا پہلے اس نے سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا پھر وہ لوگوں کے پاس گیا اور اس نے کہا اے اہل مکہ کیا یہ مناسب ہے کہ ہم تو مزے سے کھائیں شراب پئیں اور پہنیں اور بنی ہاشم یوں تباہ ہوں کہ ان سے لین دین کی اجازت نہیں۔ میں اس وقت تک اب نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اس ظالمانہ اور تعلقات کے قطع کر دینے والے معاہدہ کو چاک نہ کیا جائے گا ابو جہل نے جو مسجد کی ایک سمت میں موجود تھا اسی وقت کہا تو جھوٹ بولتا ہے' بخدا یہ خاک نہیں کیا جائے گا۔ زمعہ بن الاسود نے کہا بخدا تو نہایت ہی کاذب ہے جب یہ تحریر لکھی گئی تھی ہم نے اسی وقت اس کو پسند نہیں کیا تھا۔ ابو البختری نے کہا بے شک زمعہ ٹھیک کہتا ہے۔ اس میں جو شرائط درج ہیں ہم اس کو پسند نہیں کرتے اور نہ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مطعم بن عدی نے کہا آپ دونوں سچے ہیں۔ آپ کے خلاف جو کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ہمارا معاہدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اس کی بجا آوری سے بری الذمہ ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی یہ ہی کہا۔ اس پر ابو جہل کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا پہلے سے کسی اور جگہ تصفیہ کرکے یہ لوگ آئے ہیں ایک دم یہ بات نہیں اٹھائی جا سکتی تھی۔ ابو طالب بھی مسجد کی ایک سمت میں بیٹھے تھے۔ مطعم بن عدی بڑھا کہ اس معاہدہ کو لے کر چاک کر دے مگر پاس جا کر دیکھا کہ دیمک نے اسے کھا لیا ہے صرف اس میں سے تحریر کی ابتدا **اللھم بِاسمک** باقی ہے۔ قریش جب کوئی تحریر لکھتے تو ہمیشہ اس جملہ سے ابتدا کرتے تھے۔ منصور بن عکرمہ بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے یہ معاہدہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

کچھ مسلمان مہاجر حبشہ سے مکہ چلے آئے اور بقیہ وہیں رہے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے عمرو بن امیہ الضمری کو ان کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا اس نے ان کو دو جہازوں میں سوار کرا دیا۔ عمرو ان کو رسولؐ اللہ کے پاس لائے آپ اس وقت صلح حدیبیہ کے بعد خیبر میں تشریف رکھتے تھے یہ اب آنے والے سولہ تھے۔ (طبری جلد ا ص ۱۰۶ سطر ۱۵)

حضرت محمدؐ کو اذائیں

رسولؐ اللہ قریش کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے اب ان کو برابر علانیہ اور خفیہ طور پر اللہ کی طرف بلاتے تھے اور جو جو تکالیف قریش آپ کو پہنچاتے آپؐ کی تکذیب کرتے اور مذاق اڑاتے آپؐ ان سب کو برداشت کرتے اور صبر کرتے۔ ان کے بے ہودگی یہاں تک بڑھی تھی کہ بعضوں نے بکری کی اوجھڑی آپؐ پر نماز کی حالت میں ڈال دی اور کبھی آپؐ کی ہانڈی میں جو آپؐ کے لئے چڑھائی گئی لا ڈالی۔ نماز کی حالت میں اس سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلعم نے ایک بڑا پتھر کھڑا کرایا تھا۔

جب آپؐ کے گھر میں آپؐ پر پتھر پھینکے جاتے تو آپؐ اس پتھر کو ایک لکڑی کا سہارا لے کر باہر آتے اور فرماتے بنی عبد مناف یہ کیا طریقہ عمل ہے جو تم اپنوں کے ساتھ کرتے ہو اور پھر آپؐ اس پتھر کو راستے میں ڈال دیتے۔ (طبری جلد ا ص ۱۰۷ سطر ۱۱)

عام الحزن

ابو طالب اور خدیجہؓ آپ کی ہجرت سے تین سال پہلے ایک ہی سال میں انتقال کر گئے ان کے فوت ہو جانے سے آپ کے مصائب میں بہت اضافہ ہوگیا۔ کیونکہ ابو طالب کے انتقال کے بعد اب قریش آپؐ کو وہ ایذا دینے لگے جو ان کی زندگی میں وہ نہیں دے سکتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی نے آپؐ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ اسی حالت میں آپؐ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ آپؐ کی کوئی صاجزادی مٹی دھلانے کھڑی ہوئیں وہ سر دھلاتی جاتی تھیں اور رو رہی تھیں آپؐ ان کو تسلی دیتے تھے اور فرماتے تھے بیٹا مت رو اللہ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا۔

رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ابو طالب زندہ رہے قریش نے کوئی بات میرے ساتھ ناگوار خاطر نہیں کی۔ (طبری جلد ا ص ۱۰۷ سطر آخر)

طائف کا سفر

ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ طائف گئے تاکہ بنی ثقیف سے مدد لیں اور وہ آپ کو آپؐ کی قوم والوں سے بچائیں۔ اس غرض کے لئے آپ تنہا ہی تشریف لے گئے تھے طائف پہنچ کر آپ بنی ثقیف کے چند

آدمیوں سے ملنے گئے جو اس وقت ثقیف کے سادات اور اشراف تھے۔ یہ تینوں بھائی تھے' عبد یالیل بن عمرو بن عمیر' مسعود بن عمرو بن عمیر اور حبیب بن عمرو بن عمیر اور ان کے ہاں قریش کے بنی جمح کی ایک عورت تھی' آپؐ ان کے پاس جا کر بیٹھے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور آنے کی غرض بیان کی کہ تم اسلام کے لئے میری مدد کرو اور میری قوم کے مقابلہ پر جو میرے مخالف ہیں میرا ساتھ دو۔ ان میں سے ایک نے جو غلاف کعبہ بٹ رہا تھا کہا کیا آپؐ کو اللہ نے نبی مرسل کیا ہے؟ دوسرے نے کہ تمہارے سوا کوئی اور اللہ کو رسالت کے لئے نہیں ملا۔ تیرے نے کہا میں تم سے ایک بات بات بھی نہیں کرتا کیونکہ اگر واقعی جیسا کہ تم کہتے ہو رسول ہو تو تمہاری بات کی تردید کرنے میں نہایت درجہ خطرہ ہے اور اگر تم اپنے دعوی میں جھوٹے اور اللہ پر افترا کرتے ہو تو تم اس قابل نہیں کہ میں تم سے کلام کروں۔ رسول اللہ صلعم ان کے پاس سے اٹھ آئے اور آپ ثقیف کی طرف مایوس ہو گئے' چلتے ہوئے آپ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے میری بات نہیں مانی اگر کم از کم میرے یہاں آنے کو ظاہر نہ کرنا۔ آپؐ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ اس کا چرچا آپؐ کی قوم تک پہنچے اور وہ آپؐ کی اس ناکامی پر بغلیں بجائیں۔ اور طعنہ دیں۔ مگر ان بھائیوں نے اسے بھی نہ مانا بلکہ اپنے یہاں کے الفاظ و ارازل اور غلاموں کو آپ پر اکسایا۔ انہوں نے آپؐ کو گالیاں دیں اور آوازے لگائے' یہاں تک کہ ایک جماعت آپؐ پر چڑھ آئی اور اس نے آپؐ کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے احاطہ میں چھپنے پر مجبور کر دیا' وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ اب ثقیف کے وہ سفہا جو آپؐ کے تعاقب میں آئے تھے آپؐ کا پیچھا چھوڑ کر پلٹ گئے۔ آپؐ انگور کے ایک منڈوے کی طرف چلے اور اس کے سایہ میں بیٹھ گئے' وہ دونوں بھائی آپ کو دیکھ رہے تھے اور سفہائے ثقیف نے جو بد تمیزیاں آپ کے ساتھ کیں اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بنی جمح کی اس عورت سے بھی جو وہاں بیاہ گئی تھی آپ کی ملاقات ہوئی اور آپؐ نے اس سے کہا دیکھو تمہارے سسرال والوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔

حضرت محمدؐ کی دعا

جب آپ کو ذرا اطمینان ہوا آپ نے دعا کی۔ "خداوندا میں اپنی کمزوری اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی مجبوری کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا رب ہے تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے' کسی اجنبی کے جو مجھ پر ظلم کرے یا تو نے میرے معاملہ کو کسی دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو ان مصائب میں پروا نہیں کرتا تیری حمایت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے اس نور کا واسطہ دے کر جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو گئی ہیں اور جس پر دنیا و آخرت میں کامیابی کا مدار

ہے اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غصہ اور غضب مجھ پر نازل ہو۔ بے شک تجھے جب تک تو چاہے عتاب کرنے کا حق ہے اور ہر قسم کی طاقت اور قوت صرف تجھے حاصل ہے۔ (طبری جلد ا ص۱۷۸ سطر۳)

عداس نصرانی غلام

جب ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیعبہ نے آپؐ کو اس مجبوری کی حالت میں دیکھا ان کے جذبات ہمدردی اور رحم حرکت میں آئے' انہوں نے اپنے ایک نصرانی غلام عداس کو بلایا اور اس سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ لے کر اس طباق میں اسے رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اسے کھالے۔ عداس حکم کی بجا آوری میں انگور لے کر رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور اس نے ان کو آپؐ کے سامنے رکھ دیا۔ رسول اللہ نے طباق میں ہاتھ ڈالتے وقت بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھانے لگے۔ عداس نے آپؐ کے چہرہ کو دیکھا اور کہا بخدا اس جملہ کو اس شہر کے باشندے نہیں بولتے۔ رسولؐ اللہ نے اس سے پوچھا عداس تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ اس نے کہ میں نصرانی ہوں اور نینوا کا باشند ہوں' آپ نے فرمایا: اچھا تم اس نیک شخص یونس بن متی کے ہم وطن ہو۔ اس نے کہا آپؐ کیا جانیں کہ یونس بن متی کون تھا؟ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی اور نبی تھے' میں بھی نبی ہوں' یہ سن کر وہ جھکا اور اس نے آپؐ کے فرق مبارک اور ہاتھ پاؤں کو چوما۔ دونوں بھائیوں میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو تمہارے غلام نے اس شخص کو تمہارے لئے بگاڑ دیا۔ جب عداس پلٹ کر ان کے پاس آیا' انہوں نے اس سے کہا عداس یہ تمہاری کیا حرکت تھی کہ تم اس شخص کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چومنے لگے۔ اس نے کہا اے میرے آقا اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی اور نہیں ہے۔ اس نے ایسی بات بتائی ہے جو صرف نبی جانتا اور بتا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا عداس مبادا وہ تم کو اور تمہارے دین سے منحرف کر دے تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ (طبری جلد ا ص۱۰۹ سطر۵)

جنوں کا قبول اسلام

آپ ثقیف کی طرف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ آنے لگے۔ نخلہ آکر آپ نصف شب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند جن' جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے آپؐ کے پاس سے گزرے' یہ یمن کے مقام نصیبین کے سات نفر جن تھے یہ ٹھہر کر آپ کی تلاوت سنتے رہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ جن جواب ایمان لا کر آپؐ کی نبوت اور تعلیم کے قائل ہو چکے تھے اپنی قوم کے پاس آئے اور انہوں نے ان برائیوں

سے روکنا اور ان کے نتائج سے ڈرانا شروع کیا۔ انہیں کے قصہ کو اللہ تعالٰی نے اپنے کلام پاک میں اس طرح رسول اللہ سے بیان فرمایا ہے و اذ صرفنا الیک نفر من الجن یستمعون القرآن اپنے قول و مجر کم من عذاب الیم تک اور دوسری جگہ فرمایا: اقل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن اس سورہ جن میں ان کے آخر قصہ تک ان جنوں کے نام جنہوں نے قرآن سنا یہ ہیں۔ حس' مس' شاصر' ناصر' اینا' الارو' انین اور احقم۔

اس کے بعد آپ مکہ آ گئے' یہاں آ کر دیکھا کہ سوائے ان چند کمزور اور بے وقعت اشخاص کے جو آپ پر ایمان لے آئے تمام قوم بیش از بیش آپؐ کی مخالفت اور دشمنی پر آمادہ ہے۔

حضرت محمدؐ کی مکہ کو مراجعت

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب طائف سے آپ مکہ آنے لگے تو مکہ کے ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی آپؐ نے اس سے کہا کیا تم میرا پیام جہاں میں بھیجوں پہنچا دو گے' اس نے کہا بہتر ہے آپ نے فرمایا تم اخنس بن شریک کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ محمد تم سے کہتے ہیں کہ تم مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دو تاکہ میں اللہ کا پیام تم کو سناؤں اس شخص نے اخنس سے آ کر آپ کا پیام کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں چونکہ عرب کا حلیف ہوں اس لئے ان کی مخالفت میں کسی کو اپنے پاس نہیں بلا سکتا۔ اس شخص نے نبی صلعم سے آ کر اس کا قول بیان کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم پھر جا سکتے ہو' اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم سہیل بن عمرو کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم سے محمد کہتے ہیں کیا تم ان کو اپنے پاس بلا سکتے ہو تاکہ وہ اللہ کا پیام تم کو سنائیں۔ اس شخص نے سہیل سے آ کر آپؐ کا پیام کہا۔ سہیل نے کہا بنی عامر بن لوی بن کعب کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ اس شخص نے نبی صلعم سے آ کر اس کا قول بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا پھر تم جا سکتے۔ اس نے کہا اچھا۔ آپ نے فرمایا مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ محمد تم سے کہتے ہیں کیا تم پناہ دے سکتے ہو تاکہ وہ اپنے رب کے احکام اور پیام تم کو سنائیں۔ مطعم نے کہا ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں وہ مکہ میں آ جائیں۔ اس شخص نے رسول اللہ سے جا کر اس کی اطلاع کی۔ دوسرے دن صبح کو مطعم بن عدی اور اس کے بیٹے اور بھتیجوں نے اسلحہ لگائے اور مسجد میں آئے۔ ابوجہل نے اسے دیکھ کر پوچھا پیرو ہو یا پناہ دینے والے۔ اس نے کہا میں نے پناہ دی ہے۔ ابوجہل نے کہا اچھا جسے تم نے پناہ دی ہے اسے ہم نے پناہ دی۔ اب رسولؐ اللہ مکہ آ گئے اور مقیم ہو گئے۔ ایک دن آپؐ مسجد میں تشریف لائے۔ مشرک کعبہ کے پاس جمع تھے۔ ابوجہل نے آپؐ کو دیکھ کر کہا اے بنی عبد مناف یہ تمہارے نبی ہیں۔ اس پر عتبہ بن ربیعہ نے کہا مگر اس بات سے کیونکر انکار کیا جائے کہ ہم میں

سے کوئی نبی یا بادشاہ ہو۔ نبی صلعم کو اس قول کی اطلاع دی گئی یا خود ہی آپؐ نے سن پایا۔ آپؐ قریش کے پاس آئے اور کہا' اے عتبہ بن ربیعہ یہ بات تم نے اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں نہیں کی بلکہ غرور قومی میں کہی ہے اور اے ابوجہل بن ہشام کچھ بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا تو ہنسے گا کم اور روئے گا بہت اور اے قریش بہت جلد مجبورا" بادل نخواستہ تم اس دعوت میں شرکت کرو گے جس سے تم اب انکار کرتے ہو۔ (طبری جلد ا ص ۱۱۰ سطر ۷)

قبائل عرب کو دعوت اسلام

ایام حج میں رسول اللہ قبائل عرب کے پاس جاتے ان کو اللہ کی دعوت دیتے اور کہتے کہ میں نبی مرسل ہوں تم میری تصدیق کرو' اور مدد کرو اور پھر تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ نے مجھے کیوں مبعوث فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں عبیداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے ربیعہ بن عباد کو اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ ربیعہ نے کہا میں نوجوان تھا اپنے باپ کے ہمراہ منی میں موجود تھا۔ رسول اللہ صلعم قبائل عرب کی فرود گاہوں میں آ کر کھڑے ہوتے اور کہتے اے بنی فلاں میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف آیا ہوں' تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم صرف اللہ کی پرستش کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو' اس کے علاوہ جن دیوتاؤں کی تم پرستش کرتے ہو ان سے بالکل قطع تعلق کر لو۔ مجھ پر ایمان لاؤ' میری تصدیق کرو' میری حمایت کرو پھر میں اللہ کے اس پیام کو جو اس نے مجھے دے کے مبعوث کیا ہے تم کو بتاؤں گا۔ آپؐ کے پیچھے ایک اور شخص خوش رو زلفوں والا تھا جس نے عدنی حلہ پہن رکھا تھا۔ جب رسولؐ اللہ اپنی تقریر اور دعوت ختم کرتے تو فورا یہ شخص آپؐ کی مخالفت میں کہتا۔ اے بنی فلاں یہ شخص تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم لات اور عزی کو چھوڑ دو اور بنی مالک بن اقیش سے جو تمہارے حلیف ہیں قطع تعلق کر کے اس کی دعوت کو جو سراسر بدعت اور ضلالت ہے قبول کرو۔ تم ہرگز اس کی بات نہ مانو اور نہ اسے سنو۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس شخص کے ساتھ ساتھ اس کی تردید کرتا پھر رہا ہے۔ انہوں نے کہا یہ اسی کا چچا عبدالعزی ابولہب بن عبدالمطلب ہے۔ (طبری جلد ا ص ۱۱۱ سطر ۴)

بنو کندہ کو دعوت اسلام

زہری سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ کندہ کے پاس انکی قیام گاہوں میں گئے اس وقت ان کا سردار ملیح بھی ان میں تھا آپ نے اسے اللہ عزوجل کی طرف بلایا اور خود کو ان پر پیش کیا مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی

بنو خزرج کی دعوت اسلام

جب اللہ عزوجل نے ارادہ کر ہی لیا کہ وہ اپنے دین کو غالب کرے اپنے نبیؐ کو معزز بنائے اور جو وعدہ اس نے رسولؐ اللہ سے کیا اسے ایفا کر دے تو اب اس حج کا موقع آیا جس میں رسولؐ اللہ کی ملاقات انصار سے ہوئی۔ اس سال بھی حسب دستور آپ قبائل عرب سے ملے اور اپنے کو ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ اسی حالت میں عقبہ کے قریب خزرج کی ایک جماعت سے جس کے ساتھ اللہ کو بھلائی مقصود تھی آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم خزرج کی ایک جماعت ہیں۔ رسول اللہ نے پوچھا کیا تم یہودیوں کے موالی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں ۔ آپ نے فرمایا ذرا بیٹھتے نہیں کہ تم سے کچھ باتیں کروں۔ انہوں نے بہتر ہے۔ ہم بیٹھے جاتے ہیں چنانچہ وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو اللہ کی دعوت دی۔ اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا۔

بنو خزرج کا قبول اسلام

اللہ نے ان کو پہلے ہی سے اسلام کے لئے اس طرح آمادہ کر رکھا تھا کہ یہودی جو ان کے علاقوں میں آباد تھے چونکہ وہ اہل کتاب اور عالم تھے اور یہ لوگ مشرک بت پرست تھے اور یہودیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا جب کبھی ان میں کوئی تنازع ہوتا تو یہودی ان سے کہتے ٹھہر جاؤ بہت جلد ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اس کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہے ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہارا اس طرح قلع قمع کریں گے جس طرح عاد اور ارم ملیا میٹ ہوئے۔ اس لئے جب رسول اللہ صلعم نے ان سے باتیں کیں اور ان کو اللہ کی دعوت دی ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا جانتے ہو بخدا ضرور یہ ہی وہ نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے سے یہودی تم کو ڈراتے تھے۔ اب یہ نہ ہو کہ وہ تم سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کی تصدیق کریں اور اسلام لے آئیں۔ اس خیال سے انہوں نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ ہم نے اپنی قوم کو چھوڑا اور واقعہ یہ ہے کہ باہمی عداوت و رقابت کی وجہ سے ہم میں کوئی قومیت ہی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ آپؐ کی وجہ سے پھر ان کی بات بنا دے، ہم ان کے پاس جاتے ہیں ان کو آپؐ کی دعوت پہنچاتے ہیں اور یہ دین جو ہم نے قبول کر لیا ہے پیش کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے ان سب کو اس بات پر متحد کر دیا تو آپؐ سے زیادہ ہماری نظر میں پھر کوئی اور معزز نہ ہو گا۔

بنو خزرج کے مسلمانوں کے اسمائے گرامی

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ ایمان لا کر آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرکے اپنے اپنے وطن چلے گئے‘ یہ قبیلہ خزرج کے چھ شخص تھے ان میں اس قبیلہ کے خاندان بنی النجار میں تھے یہ ہی تیم اللہ ہیں۔ بنی مالک بن النجار بن ثعلبہ بن عمرو و الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی اولاد میں سے اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار تھا۔ یہی ابو امامہ ہے۔ اور عوف بن الحارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار تھا اور یہ ہی ابن عفراء ہے۔ اور بنی زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن الجشم بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر میں سے رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق تھا۔ اور بنی سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساروتہ بن تزید بن جشم بن الخزرج بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر اور پھر بنی سواد میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ تھا اور بنی حرام بن کعب بن سلمہ میں سے عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام تھا۔ اور بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے جابر بن عبداللہ بن رباب بن النعمان بن سنان بن عبید تھا۔ (طبری جلد ا ص ۱۲ سطر ا)

حضور اکرمؐ کا طائف جانا

عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعثت کے بعد تین سال تک مکہ میں کفار قریش سے پوشیدہ رہے اور ان کے ساتھ سوائے امیر المومنینؑ اور خدیجہؓ کے کوئی نہ تھا یہاں تک کہ خدا نے ان کو حکم دیا کہ اپنے دین کو ظاہر کریں اور مشرکین کی پروا نہ کریں۔ اس وقت آنحضرتؐ قبائل عرب پر ظاہر ہو کر ان سے مدد کے طالب ہوئے۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ تم جھوٹے ہو‘ ہمارے پاس سے چلے جاؤ اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ پر قریش کی سختیاں زیادہ ہونے لگیں تو آپ طائف کی طرف چلے گئے تاکہ ان کو دین حق کی دعوت دیں۔ وہاں قبیلہ ثقیف کے تین رئیسوں سے ملاقات ہوئی جو ایک دوسرے کے بھائی تھے یعنی عبد یالیل‘ حبیب اور مسعود بن عمرو۔ حضرتؐ نے ان کو اسلام کی دعوی دی اور اپنی قوم کی ایذا رسانیوں کی ان سے شکایت کی اور مدد کی خواہش کی۔ ان لوگوں نے سختی سے جواب دیا اور اپنی قوم کو آنحضرتؐ کی اذیت پر ابھارا اور وہ بدبخت آپ کے راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت جس طرف جاتے وہ آپؐ پر پتھر پھینکتے یہاں تک کہ آپؐ کے پائے اقدس زخمی ہو گئے اور خون جاری ہو گیا۔ آخر ایک باغ میں ایک درخت کے نیچے آپ نے پناہ لی۔ وہاں آپ نے عتبہ اور شیبہ کو دیکھا۔ ان کی عداوت سے چونکہ واقف تھے لہٰذا ان کو دیکھ کر رنجیدہ

ہوئے۔ ان کا ایک غلام عداس اہل نینوا میں سے تھا۔ ان دونوں نے اس کو ایک طبق میں انگور دے کر حضرتؐ کے پاس بھیجا۔ عداس حضرتؐ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو۔ عداس نے کہا شہر نینوا کا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کے نیک بندے یونس بن متی کے شہر کے ہو، پھر حضرت یونسؑ کا قصہ اس سے بیان کیا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت کسی کو دعوت اسلام دینے میں حقیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ شریف، وضیع بندہ اور آزاد ہر ایک کو تبلیغ رسالت میں یکساں قرار دیتے تھے چونکہ عداس عالم تھا اور سابقہ کتابیں پڑھے ہوئے تھا، حضرت کے علم و کمال اور نیک خصلتوں سے آگاہ ہوا تو ایمان لایا اور حضرت کے خون آلود پائے اقدس پر گر پڑا حضرتؐ کے قدموں کو چومتا اور آنکھیں ملتا تھا۔ پھر ان ملعونوں کے پاس واپس آیا تو وہ بولے کہ کس لئے محمد کو تو نے سجدہ کیا حالانکہ ہم تیرے آقا ہیں مگر تو نے ہم کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا ان کی عظمت و جلالت سے میں واقف ہوا۔ مجھ کو ان کی معرفت حاصل ہو گئی اپنے دل کو ان کی محبت سے لبریز پایا۔ وہ دونوں ہنسے اور بولے اس کے فریب میں مت آنا کیونکہ وہ جادوگر ہے۔ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ طائف میں پہنچے دیکھا کہ وہ دونوں ملعون کرسی پر بیٹھے ہیں حضرتؐ کو دیکھ کر بولے وہ آ رہے ہیں اب ہمارے سامنے کھڑے رہیں گے۔ لیکن جب حضرتؐ نزدیک پہنچے ان کی کرسی تعظیم کے لئے جھکی اور وہ دونوں گر پڑے تو بولے کہ تمہارا جادو اہل مکہ پر نہ چلا تو اب طائف میں آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ زید بن حارثہ کے ساتھ نبوت کے دسویں سال ماہ شوال کے آخر میں طائف گئے۔ دس روز یا پچاس روز وہاں قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے واپس مکہ کی جانب چلے تو راستہ میں انگور کے ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور مناجات کی **اللھم ان اشکو الیک ضعف قوتی و قلہ حیلتی و ھو انی علی انلس انت ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلنی الی بعید یجتہمنی او الی عد و ملائکتہ امری ان لم یکن علی غضب فلا ابا لی و لکن عافیتک ھی او سع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات و صلح علیہ امر الدنیا و الاخرۃ ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبیٰ حتی ترضیٰ و لا حول و لا قوۃ الا بک** یہ دعا سختیوں کے دور کرنے میں مجرب ہے۔ جب آنحضرتؐ نخلہ میں پہنچے خداوند عالم نے جنوں کا ایک گروہ حضرت کے پاس بھیجا تو ایمان لایا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے جب حضرتؐ طائف سے واپس ہوئے تو عمرہ کے لئے احرام باندھا اور چاہا کہ مکہ میں داخل ہوں قریش میں سے ایک شخص کو جو حضرت پر پوشیدہ ایمان لایا تھا آپؐ نے اخنس بن شریک کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تمہاری امان میں مکہ آ کر عمرہ کا طواف اور سعی کرنا چاہتے ہیں اور خود زید کے ساتھ غار حرا میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب اس کے پاس یہ پیغام پہنچا اس نے کہا کہ میں قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا خلیفہ ہوں مجھے خوف ہے کہ وہ میری امان قبول نہ کریں

گے۔ اور یہ میرے لئے ننگ و عار کا سبب ہو گا۔ پھر حضرت نے سہیل بن عمر کے پاس بھیجا اور اس سے امان طلب کی اس نے بھی منظور نہیں کیا۔ پھر مطعم بن عدی کے پاس بھیجا۔ مطعم نے کہلایا کہ میں نے آپؐ کو امان دی۔ مکہ میں آیئے اور جو کام چاہے کیجئے۔ اور اپنے لڑکوں اور دامادوں اور بھائی طعیمہ کو مقرر کیا کہ اپنے اسلحے جسم پر آراستہ کرو اور لوگوں سے کہو کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو امان دی ہے کعبہ کے گرد گھومتے رہو اور ان کی حفاظت کرو تاکہ طواف اور سعی کریں۔ وہ لوگ دس اشخاص تھے جب آنحضرت مکہ میں داخل ہوئے ابو جہل ملعون نے کہ اے گروہ قریش اس وقت محمدؐ تنہا آئے ہیں ان کے حامی و مددگار مر گئے اب جو چاہو ان کے ساتھ کرو۔ طعیمہ نے اس کی یہ گفتگو سنی تو کہا خاموش میرے بھائی نے امان دی ہے۔ یہ سن کر ابو جہل ملعون مطعم کے پاس آیا کہا کیا محمدؐ کے دین میں تم بھی داخل ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ مگر میں نے ان کو امان دی ہے۔ جب حضرتؐ طواف اور سعی سے فارغ ہوئے مطعم کے پاس آئے اور فرمایا اے ابو وہب تم نے مجھ کو امان دی اور مجھ پر احسان کیا اب میں تمہاری امان سے باہر ہوتا ہوں۔ اس نے کہا کیوں میری امان میں نہیں رہتے کہ قریش آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا میں کسی مشرک کی امان میں ایک روز سے زیادہ نہیں رہنا چاہتا۔ یہ سن کر مطعم نے ندا کی کہ محمدؐ میری امان سے باہر ہو گئے ہیں۔ حضرتؐ ہر موسم میں قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے' اور ان کے گھروں میں جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی سال عائشہ اور سودہ ربیعہ کی بیٹی کو آنحضرتؐ اپنے عقد میں لائے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۹۴ سطر ۱)

طائف کا سفر

طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۷۹ سطر ۶ پر ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر وغیرہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب و خدیجہؓ بنت خویلد کی وفات ہو گئی اور ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک مہینہ پانچ دل کا فصل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دو مصیبتیں جمع ہو گئیں۔

آپ گھر ہی میں رہنے لگے اور باہر نکلنا کم کر دیا قریش کو وہ کامیابی حاصل ہو گئی جو اب تک حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ انہیں توقع تھی۔

ابو لہب کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ جہاں چاہتے ہیں جایئے جو کام آپ ابو طالب کے زندگی میں کرتے تھے کیجئے لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں کسی کی آپ تک رسائی نہ ہو گی۔

ابن الغیطلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا تھا۔ ابولہب اس کے پاس آیا اور اسے برا بھلا کہا تو وہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اے گروہ قریش ابو عتبہ (ابو لہب) بے دین ہو گیا۔

قریش آ گئے اور ابو لہب کے پاس کھڑے ہو گئے۔ ابو لہب نے کہا میں نے دین عبدالمطلب کو ترک نہیں کیا مگر میں ظلم سے اپنے بھتیجے کی حفاظت کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لئے چلے جائیں۔ قریش نے کہا: تم نے اچھا کیا۔ خوب کیا اور صلہ رحم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز اسی حالت پر رہے آپ جاتے تھے آتے تھے قریش میں سے کوئی شخص آپ کی روک ٹوک نہیں کرتا تھا یہ لوگ ابولہب سے ڈر گئے تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابو طالب کی وفات ہو گئی تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دست درازی شروع کر دی وہ آپ پر جری وگستاخ ہو گئے آپ طائف چلے گئے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے۔

یہ روانگی شوال کے کچھ دن باقی تھے کہ ۱۰ نبوی میں ہوئی۔

محمد بن عمر نے ایک دوسری سند میں سے بیان کیا ہے کہ آپ دس دن تک طائف میں رہے اشراف میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ نہ جاتے اور گفتگو نہ کرتے مگر ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ انہیں اپنے نوجوانوں پر (قبول دعوت کا) اندیشہ ہوا تو کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہمارے شہر سے چلے جایئے اور وہاں رہیۓ جہاں آپ کی دعوت قبول کر لی گئی ہو۔

احمقوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا۔ وہ آپ کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا۔ زید بن حارثہ آنحضرتؐ کو بچا کر اپنے اوپر روکتے تھے مگر بے سود ان کی سر میں بھی متعدد زخم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس ہوئے۔ آپ رنجیدہ تھے کہ نہ تو کسی مرد نے آپ کی دعوت قبول نہ اور نہ کسی عورت نے۔ جب آپ مقام نخلہ میں اترے تو رات کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے جنوں کا ایک گروہ آپ کی طرف پھیر دیا گیا جن میں سات شخص اہل نصیبین میں سے تھے۔ انہوں نے آپ کی قرات سنی آپ سورہ جن پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ **و اذ صرفنا الیک نضرا من الجن یستمعون القران** اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا تھا جو قرآن سنتے تھے چنانچہ یہ وہی لوگ تھے نخلہ میں آپ کی طرف پھیر دیئے گئے تھے۔ آپ نے نخلہ میں چند روز قیام کیا۔ زید بن حارثہ نے عرض کیا کہ آپ کیونکر قریش میں جایئے گا۔ انہوں نے تو آپ کو نکال دیا ہے۔

فرمایا اے زید۔ تم جو کچھ دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو کشائش اور راہ بنانے والا ہے۔ بے شک اللہ اپنے دین

کا مددگار ہے اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے۔
آپ حرا تک پہنچے۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص سے مطعم بن عدی کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمہارے پڑوس میں داخل ہو سکتا ہوں؟ انہوں نے کہاجی ہاں۔ فوراً اپنے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ ہتیار پہن کر بیت اللہ کی دیواروں کے پاس رہو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم داخل ہوئے' آپ کے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے یہاں تک کہ آپ مسجد حرام میں پہنچ گئے۔
مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور ندا دی کہ اے گروہ قریش میں نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو پناہ دی ہے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص ان پر حملہ نہ کرے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجر اسود تک گئے اسے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے مکان واپس آئے۔ مطعم بن عدی اور ان کے لڑکے آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔

طائف سے واپسی اور اشاعت اسلام

سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۳۸۵ سطر ۲ پر ہے۔

طائف سے واپسی

واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طائف والوں کے پاس سے لوٹ آئے اور انہیں اپنی تصدیق اور اپنی مدد کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ آپ حرا کی جانب چلے اور الاخنس بن شریق کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو پناہ میں لے تو اس نے کہا: میں ایک حلیف کی حیثیت رکھتا ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیا کرتا۔ آپ نے سہیل بن عمرو کے پاس کہلا بھیجا اس نے کہا: بنی عامر بنی کعب کے مقابلے میں کبھی پناہ نہیں دیا کرتے۔ آپ نے مطعم بن عدی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے آپ کا پیام قبول کیا۔ پھر مطعم اور اس کے گھر والوں نے ہتھیار لگائے اور نکل کر مسجد میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بھی کہلا بھیجا کہ آپ بھی مسجد میں آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ اس کے پاس نماز فرمائی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔
حسان بن ثابت اسی واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

اشعار حسانؓ بن ثابت

حسان بن ثابت نے ہشام بن عمرو کی بھی تعریف اسی نوشتہ معاہدے کے توڑنے کی وجہ سے کی ہے۔

هل يو فين بنو امية ذمته عقدا كما او فى جوار هشلم

کیا بنی امیہ (اپنی) ذمہ داری اور معاہدہ پورا کریں گے جس طرح ہشام کے پڑوسیوں نے (اپنی ذمہ داری) پوری کی۔

من معشر لا يخذرون بجارهم للحارث بن حبيب ابن سحلم

وہ حارث بن حبیب بن سحام کے خاندان سے ہے' جو اپنے پناہ گزین سے بے وفائی نہیں کرتے۔

و اذا بنوا احسل اجار وا اذمته او فو او اد و اجار هم بسلام

اور جب بنی حسل کسی کو پناہ دیتے اور ذمہ لیتے ہیں جو پورا کرتے ہیں اور اپنے پناہ گزین کو صحیح سلامت حوالے کرتے ہیں۔

طفیل دوسی کا واقعہ

ابن اسحٰق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ اپنی قوم کی حالت دیکھ کر انہیں نصیحت فرمایا کرتے تھے اور جس آفت میں وہ مبتلا تھے' اس سے نجات کی جانب بلاتے۔ قریش کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ جب اللہ تعالٰی نے آپ کو ان سے محفوظ کر دیا تو لوگوں کو اور عرب کا جو شخص بھی ان کے پاس آتا' اسے آپؐ سے ڈراتے تھے۔ طفیل بن عمرو الدوسی بیان کرتے ہیں وہ مکہ میں ایسے وقت آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ ان کی جانب قریش کے بہت سے لوگ گئے اور طفیل بلند پایہ لوگوں میں سے تھے۔ شاعر اور عقلمند تھے۔ قریش کے ان لوگوں نے ان سے کہا: اے طفیل! تم ہماری بستیوں میں آئے تو ہو لیکن دیکھو! اس شخص نے جو ہمیں میں سے ہے ہمیں سخت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ اس کی بات جادو کی سی ہوتی ہے۔ بیٹے کو باپ سے' بھائی کو بھائی سے' شوہر کو بیوی سے جدا کر دیتا ہے۔ ہمارے دل میں تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے اس فتنے کا خوف ہے جو ہم میں داخل ہو چکا ہے' اس لئے نہ تو تم اس شخص سے بات کر اور نہ اس کی کوئی بات سنو۔ طفیل نے کہا: وہ لوگ میرے ساتھ یہاں تک لگے رہے کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا: اس شخص کی نہ کوئی بات سنوں گا اور نہ اس سے بات کروں گا۔ جب سویرے میں مسجد کی طرف گیا' تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ مبادا اس کی باتوں میں سے کوئی بات میرے کان تک پہنچ جائے۔ اگرچہ اس کے سننے کا ارادہ بھی نہ کروں۔

قرآن مجید کی تاثیر

سویرے میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبتہ اللہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہی جا کھڑا ہوا اور اللہ نے آپ کی کوئی نہ کوئی بات سنا دینے کے سوا اور کچھ نہ چاہا۔ میں نے اچھا کلام سنا اور دل میں کہا: میری ماں مجھ پر روئے! واللہ! میں عقل مند ہوں اور شاعر ہوں۔ اچھا' برا مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر کونسی چیز اس سے روکتی ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اسے سنوں؟ جو بات وہ پیش کرتا ہے' اگر اچھی ہو تو قبول کروں اور بری ہو تو اسے چھوڑ دوں۔ پھر میں کچھ دیر ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانے کو واپس تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب آپ دولت خانے کے اندر تشریف لے گئے' تو میں بھی اندر چلا گیا اور کہا: اے محمدؐ! آپ کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے اور وہ (سب) باتیں بیان کیں جو انہوں نے کہی تھیں۔ واللہ! وہ آپ کے معاملے سے اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات نہ سنوں۔ مگر اللہ نے تو اس کے سوا کوئی بات نہ چاہی کہ آپ کی بات مجھے سنائے۔ میں نے سنی اور اچھی بات سنی۔ پس آپ اپنے اصول مجھے بتایئے۔

طفیل کا قبول اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو واللہ اس سے بہتر بات میں نے کبھی نہیں سنی اور نہ ایسے معتدل اصول سنے' کہا: پس میں نے اسلام اختیار کر لیا۔ سچی بات کی گواہی دی اور کہا: اس اللہ کے نبی! میں ایسا شخص ہوں کہ میرے قوم میں لوگ میری بات مانتے ہیں۔ اب میں ان کی جانب لوٹ کر جانے والا ہوں اور انہیں اسلام کی جانب دعوت دوں گا۔ پس اللہ سے دعا کیجئے وہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے جو اس دعوت میں میری مددگار ہو۔ فرمایا: **اللھم اجعل لہ آیتہ** یا اللہ اس کے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔

خدا کی طرف سے نشانی

پھر میں اپنی قوم کی طرف چلا۔ یہاں تک کہ جب میں ان دو پہاڑوں کے درمیانی راستے میں تھا جہاں سے

مجھے بستی نظر آتی تھی تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چراغ کی سی روشنی پیدا ہو گئی۔ میں نے کہا یا اللہ! میرے چہرے کے سوا کسی دوسری چیز میں اسے ظاہر فرما' میں ڈرتا ہوں' وہ خیال کرنے لگیں گے کہ ان کا دین چھوڑنے کے سبب مجھ میں بطور سزا کے یہ بات پیدا ہوئی ہے۔ پھر تو اس روشنی نے اپنی جگہ بدل دی اور میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہو گئی۔ کہا: پھر تو تمام بستی والے وہ نور میرے کوڑے میں قندیل کی طرح لٹکا ہوا دیکھنے لگے اور میں پہاڑوں کے درمیانی راستے سے ان کی جانب اتر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچا اور وہیں صبح ہوئی۔

باپ اور بیوی کا اسلام

جب میں اترا تو میرا باپ میرے پاس آیا اور بڑا بوڑھا تھا۔ میں نے اس سے کہا: بابا جان مجھ سے دور رہئے کیونکہ میں آپ کا نہیں اور آپ میرے نہیں' اس نے کہا: بیٹے یہ کیوں؟ میں نے کہا: میں نے تو اسلام اختیار کر لیا ہے اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا: بیٹا! پھر جو تمہارا دین' وہی میرا دین' میں نے کہا: اچھا تو جایئے اور غسل کیجئے۔ اور اپنے کپڑے پاک کر لیجئے۔ پھر تشریف لایئے کہ آپ کو وہ بات سکھاؤں جو میں نے معلوم کی ہے۔ وہ چلے گئے۔ غسل کیا اور کپڑے پاک کر لئے پھر آئے تو میں نے ان کے آگے اسلام پیش کیا' انہوں نے اسے قبول کر لیا۔

پھر میری بیوی آئی تو میں نے کہا: مجھ سے دور رہ' کیونکہ میں تیرا نہیں' اور تو میری نہیں۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیوں؟ میں نے کہا۔ میرے اور تیرے درمیان اسلام نے رکاوٹ ڈال دی ہے اور میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اختیار کی ہے' اس نے کہا: پھر تو جو تمہارا دین' وہی میرا دین۔ میں نے کہا: تو (مقام) حنی ذی الشری کو جا اور اس (کے پانی) سے نہا دھو (اور) پاک صاف ہو جا۔

ابن ہشام نے کہا: بعض حمی ذی الشری کہتے ہیں۔ حمی کے معنی رمنا یا محفوظ زمین کے ہیں ذوالشریٰ قبیلہ دوس کے ایک بت کا نام تھا اور یہ محفوظ زمین ان کے سسرال کی تھی۔ اس زمین میں ان کا ایک چشمہ بھی تھا۔ اس میں کچھ اتھلا پانی تھا' جو پہاڑ سے آتا تھا۔ بیوی نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ذی الشریٰ میں بچوں کے لئے تو کچھ خوف نہیں؟ میں نے کہا: نہیں کوئی خوف نہیں۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں پھر وہ چلی گئی اور نہا دھو کر آئی تو میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ پس اس نے اسلام اختیار کر لیا۔

بنی دوس کو دعوت

پھر میں نے تمام بنی دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام اختیار کرنے میں دیر کی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ آیا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی قبیلہ دوس کی فحش پسندی میرے تبلیغی کام پر غالب آ گئی' آپ ان کے لئے بد دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا:

اللھم اھد دوسا اے اللہ! دوس کو سیدھی راہ پر لگا۔

ساتھ ہی مجھے فرمایا:

ارجع الی قومک فادعھم و ارفق بھم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

خیبر اور مدینہ منورہ

پھر تو میں بنی دوس کی سرزمین ہی میں انہیں دعوت اسلام دیتا رہاں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور بدر' احد اور خندق کے غزوات بھی گزر گئے۔ اس کے بعد اپنی قوم میں کے ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جنہوں نے اسلام اختیار کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقام خیبر میں پہنچا۔ پھر ہم مدینہ میں واپس ہوئے تو قبیلہ دوس کے ستریا اسی گھرانے وہیں بس گئے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیبر میں ملے تو آپ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہمیں مال خیبر میں سے حصہ عنایت فرمایا۔

بت کا جلایا جانا

اس کے بعد میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح مکہ عطا فرمائی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے عمرو بن حممہ کے ذوا لکفین نامی بت کی جانب جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے تاکہ اسے جلا ڈالوں۔

یا ذا الکفین لست من عبادکا　　میلادنا اقدم من میلادکا

انی حشوت النار فی فوادکا

اے ذوا لکفین! میں تیری پوجا کرنے والوں میں سے نہیں۔ ہماری پیدائش تیری پیدائش سے بہت پہلے ہے۔ میں نے تیرے کلیجے میں آگ بھر دی ہے۔

طفیلؓ اور فتنہ ارتداد

پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس لوٹ آئے اور آپ کے ساتھ مدینہ ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالی نے اپنے پاس بلا لیا۔ پھر جب عرب مرتد ہوگئے تو مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی بغرض جہاد نکلے یہاں تک کہ مقام طلیحہ اور ساری سرزمین نجد سے فراغت حاصل کرلی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ یمامہ گئے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ جس وقت یمامہ کی جانب جا رہے تھے تو ایک خواب دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر مجھے بتاؤ۔

خواب اور شہادت

میں نے دیکھاکہ میرا سر مونڈا گیا ہے۔ میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا اور ایک عورت ملی۔ جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا مجھے بڑی تیزی سے تلاش کر رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ مجھ تک آنے سے روک دیا گیا۔ لوگوں نے کہا: خواب تو اچھا ہی ہے۔ انہوں نے کہا: واللہ میں نے تو اس کی ایک تعبیر کی ہے۔ لوگوں نے کہا: وہ کیا؟ کہا: سر کا مونڈا جانا تو اس کا کٹنا ہے۔ جو پرندہ میرے سر سے نکلا وہ میری روح ہے اور عورت جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا' زمین ہے' جو میرے لئے کھودی جائے گی اور میں اس میں غائب ہو جاؤں گا' میرے بیٹے کا مجھے تلاش کرنا اور مجھ تک آنے سے روک دیا جانا' میں سمجھتا ہوں کہ وہ کچھ آفتوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ لیکن جو آفت مجھ پر آئے گی وہ اس سے بچ جائے گا۔

اللہ ان پر رحمت کرے وہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کا بیٹا سخت زخمی ہوا لیکن وہ زخموں سے صحت یاب ہو گیا۔ پھر یرموک کے سال عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شہید ہوا۔

اعشیٰ بن قیس کے اشعار

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے خلاد بن قرۃ (بن خالد الدوسی) وغیرہ نے بنی بکر بن وائل کے بوڑھے اہل علم سے سن کر بیان کیا کہ وہ بنی قیس بن ثعلبہ (بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل) کا اعشیٰ اسلام

اختیار کرنے کے ارادے سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب چلا تو آپ کی مدح میں کہا:

الم تغتمض عيناک ليلته ارمدا　　　　و بت كما بات السليم مسهدا

آشوب زدہ آنکھ کے رات میں بند نہ ہونے کی مانند کیا تیری آنکھ بھی نہیں لگی۔ اور تو نے بھی رات اسی طرح گزاری جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا آدمی گزارتا ہے یعنی سو نہیں سکتا۔

و ما ذاک من عشق النساء و انما　　　　تنا سيت قبل اليوم خلته مهد دا

اور یہ حالت کچھ عورتوں کے عشق کے باعث نہیں ہوئی۔ مہدد کی محبت آج سے بہت پہلے بھول چکا ہوں (مہدد عورت کا نام)

و لكن اری الدهر الذی هو خائن　　　　اذا صلحت كفای عاد فالسدا

لیکن بے ایمان زمانے کی حالت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جب میرا ہاتھ کسی چیز کو درست کرتا ہے تو وہ دوبارہ اسے بگاڑ دیتا ہے۔

کهو لا و شبانا فقدت و ثروة　　　　فلله هذا الدهر كيف تردد ا

بہت سے ادھیڑوں، بہت سے جوانوں اور دولت و ثروت کو میں نے کھو دیا۔ خدا اس زمانے سے سمجھے، اس کا آنا جانا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

و ما زلت ابغی المال مذ انا يا فع　　　　وليدا او کهلا حسين شبت و امردا

جوان ہونے سے پیشتر میں جب بچہ اور بے داڑھی مونچ کا تھا، نیز جب ادھیڑ ہوا اور بوڑھا ہو گیا۔ ہمیشہ مال ہی کی جستجو میں رہا۔

و ابتذل العيس المراقيل تغتلی　　　　مسافته مابين الخبير نصر خدا

اور اب سفید سرخی مائل اونٹوں کو ایسی تیزی چال کے ساتھ، جس میں وہ ایک دوسرے سے بڑھتے چلے جاتے ہیں، پامال کر رہا ہوں۔

الا اهذا السائلی ايمن يممت　　　　فلن لها فی اهل يثرب موعدا

اے مجھ سے اس بات کے پوچھنے والو! کہ آخر ان اونٹوں نے کہاں کا قصد کیا ہے؟ سن لو کہ ان کی وعدہ گاہ یثرب والے لوگوں میں پہنچنا ہے۔

فلن تسالی عنی فما رب سائل　　　　حفی عن الاعشیٰ به حيث اصعدا

اگر تم میرے متعلق پوچھتے ہو (تو یہ کوئی عجیب بات نہیں) کیونکہ اعشیٰ کے باب میں سوال کرنے والے اور اس کے کرم فرما بہت ہیں، وہ جہاں جاتا ہے اس کی نسبت پوچھتے رہتے ہیں۔

اجدت برجليها لنجاء و راجعت　　　　يد اها خنا فا لينا غير احردا

اونٹنی نے اپنی تیز رفتاری میں پوری کوشش کی۔ حتیٰ کہ اس کے اگلے پاؤں مڑ مڑ کر پڑنے لگے اور نرم ہو گئے۔ لیکن وہ لنگڑاتی نہیں۔

و لیھا اذ اما ھجرت عجر لیہ　　　　اذا خلت حر باء الظھیرہ اصیدا

دوپہر کے سفر کے درمیان اس اونٹنی کی رفتار میں ایک بے نیازانہ انداز ہوتا ہے جب تو دھوپ میں بیٹھے ہوئے گرگٹ کو گردن اکڑائے ہوئے دیکھے۔

و الیت لیھا اری لیھا من کلالتہ　　　　و لا من حفی حتی تلاقی محمداً

اور میں نے قسم کھالی ہے کہ کسی تھکن یا کھر کے گھس جانے کے سبب سے میں اس پر رحم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تک پہنچ جائے۔

متی ما تناخی عند باب ابن ہاشم　　　　ترا حی و تلقی من فوا ضلتہ ندی

جب تو ابن ہاشم کے دروازے کے پاس بٹھائی جائے گی تو راحت پائی گے۔ اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا فیض حاصل کرے گی۔

نبی یری ما ترون و ذکرہ　　　　اغار لعمری فی البلاد و انجدا

وہ ایسے نبیؑ ہیں جو ایسی چیزیں ملاحظہ فرماتے ہیں جنہیں تم لوگ نہیں دیکھتے اور آپ کی شہرت پست و بلند شہروں میں پھیل گئی ہے۔

لہ صدقات ما تغب و نائل　　　　و لیس عطاء الیوم ما نعہ غدا

آپ کی خیرات و عطا لگاتار اور بے وقفہ ہے' آج کا دینا پھر کل دینے کے مانع نہیں ہوتا۔

اجدک لم تسمع و صاۃ محمدً　　　　نبی الا لہ حیث او صی و اشھدا

کیا تیری دوڑ دھوپ نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی نصیحتوں کو نہیں سنا۔ جن کی ہر نصیحت اور ہر گواہی اللہ کی اطلاع پر مبنی ہوتی ہے۔

اذا انت لم ترحل بزاد من التقی　　　　و لا قیت بعد الموت من قد تزودا

جب تو زاد تقویٰ لے کر سفر نہ کرے' اور موت کے بعد ان لوگوں سے ملے' جو اپنے ساتھ توشہ لے گئے ہیں۔

ندمت علی ان لا تکون کمثلہ　　　　لترصد للموت الذی کان او صدا

تو تو پچھتائے گا کہ تو ان کا سا نہ ہو گا۔ اور موت کا منتظر رہے گا۔ جو کبھی تیرے انتظار میں لگی ہوئی تھی۔

فایاک و المیتات لا تقربنھا　　　　و لا تاخذ اسھما حد ید التفصدا

پس مردار چیزوں سے خود کو بچا' ان کے قریب نہ جا اور خون بہانے کے لئے تیز تیر نہ لے (بتوں کے لئے قربانیاں نہ کر)

ولا النصب المنصوب لا تنسکنہ　　ولا تعبد الاوثان و اللہ فاعبدا

اور ان بتوں کے پاس قربانیاں نہ کر' مورتوں کی پوجا چھوڑ دے اور اللہ کی پرستش کر۔

و لا تقربن حرۃ کان سرھا　　علیک حراما فانکحن او تابدا

کسی شریف عورت کے قریب نہ جا۔ جس کی شرم گاہ تجھ پر حرام ہے پس شرعی شرطوں سے نکاح کر یا عورتوں سے دور رہ۔

و ذا الرحم القربی فلا تقطعنہ　　لعاقبتہ و الا سیرا المقیدا

اور قریبی رشتہ داروں سے بطور سزا کے تعلقات نہ توڑ' اور نہ قیدیوں سے بد سلوکی کر۔

و سبح علی حین العشیات و الضحی　　ولا تحمد الشیطان فاحمدا

اور رات دن تسبیح میں مصروف رہے' شیطان کی مدح سرائی نہ کر' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر۔

ولا تسخرا من بائس ذی ضرارۃ　　و لا تحسبن المال للمرء مخلدا

حاجتمندوں اور معذوروں کی ہنسی نہ اڑا۔ مال کے متعلق یہ خیال نہ کر کہ وہ آدمی کو ہمیشگی عطا کرے گا۔

اعشٰی کی کم نصیبی

جب وہ مکہ پہنچا یا اس کے قریب آیا تو قریش کے مشرکوں میں سے ایک شخص اسے راستے میں ملا۔ اس نے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہے۔ تاکہ اسلام اختیار کرے۔ اس شخص نے کہا: اے ابو بصیر! اس نے (رسول اللہ صلعم نے) تو زنا کو حرام ٹھہرایا ہے' اعشٰی نے کہا: واللہ یہ ایسی چیز ہے کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ اس شخص نے کہا: اے ابو بصیر: اس نے تو شراب کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اعشٰی نے کہا: ہاں اس کے متعلق نفس کی کچھ خواہشیں ہیں۔ لیکن اب تو میں لوٹ جاتا ہوں اور اس سال اس کے متعلق سوچ بچار کر لیتا ہوں۔ پھر آؤں گا اور اسلام اختیار کروں گا چنانچہ وہ لوٹ گیا اور اسی سال مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس نہ آیا۔

ابوجہل کی بد معاملگی

ابن اسحٰق نے کہا: اللہ کا دشمن ابوجہل بن ہشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شدید عداوت اور سخت مخالفت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے سامنے ذلیل کر دیتا تھا۔

مجھ سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان الثقفی نے (اور وہ خوب یاد رکھنے والے تھے) بیان کیا کہ

اراش میں سے ایک شخص آیا۔

ابن ہشام نے کہا: (بعض نے اراشہ کہا ہے) اور وہ مکہ میں چند اونٹ لایا تو ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لئے' لیکن ان کی قیمت ادا کرنے کی مدت بڑھاتا رہا۔ وہ اراشی قریش کی مجلس میں آ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی مسجد کی ایک طرف تشریف فرما تھے۔ اراشی نے کہا: اے گروہ قریش ابو الحکم بن ہشام کے خلاف کوئی شخص میری مدد اور داد رسی کرنے والا ہے؟ میں تو ایک مسافر راہ رو ہوں۔ اور اس نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ راوی نے کہا: اس مجلس والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب اشارہ کرکے کہا: کیا تجھے وہ شخص نظر آ رہا ہے؟ اس کے پاس جا' وہ تیری داد رسی اور مدد کرے گا (ان لوگوں کی غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہنسی اڑانا تھی کیونکہ آپ میں اور ابوجہل میں جو عداوت تھی اسے سب جانتے تھے۔)

رسول اللہ صلعم کی طرف سے امداد

اراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا: اے بندۂ خدا! ابو الحکم بن ہشام نے میرا ایک حق دبا رکھا ہے اور میں ایک مسافر راہ گیر ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے کسی ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا' جو اس کے مقابل میری داد رسی اور مدد کرے اور میرا حق اس سے دلائے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے اس سے میرا حق دلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: **انطلق الیہ** چل۔ اس کے پاس چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کھڑے ہوئے اور ساتھ ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک شخص سے انہوں نے کہا: پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ وہ کیا کرتا ہے؟

ابوجہل پر دہشت

راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ آپ نے فرمایا: **محمد فاخرج الی** میں محمد ہوں باہر آ۔ وہ نکل آیا اور حالت اس کی یہ تھی' چہرے میں خون کا ایک قطرہ تک نہ تھا' رنگ سیاہ ہو گا تھا' آپ نے فرمایا: **اعط ھذا الرجل حقہ** اس شخص کا حق اسے دے دے۔ اس نے کہا: بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جایئے' یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دے دوں۔

غرض ابوجہل گھر میں گیا' اس کا جو کچھ حق تھا' وہ لے کر باہر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹ آئے اور اس اراشی سے فرمایا: الحق بشانک جا اپنا کام کر۔ پھر وہ اراشی اسی مجلس والوں کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا: اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے۔ واللہ اس نے میرا حق دلا دیا۔

ناظر کا بیان

راوی نے کہا: وہ شخص بھی آیا جسے انہوں نے آپ کے ساتھ بھجوایا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا: افسوس! تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے تو ایک عجیب چیز دیکھی۔ محمد (صلعم) نے کچھ نہ کیا' بس اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور وہ اس کی جانب نکلا' تو یہ حالت تھی کہ جان اس میں نہ تھی جب اس سے کہا گیا کہ اس کا حق دے دے تو اس نے کہا: بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جایئے' یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دے دوں۔ چنانچہ وہ اندر گیا۔ اراشی کا حق لے کر باہر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔

راوی نے کہا: پھر تھوڑی دیر میں ابوجہل آیا۔ لوگوں نے کہا: اے کمبخت! تجھے کیا ہو گیا؟ واللہ! ہم نے تو کبھی ایسا نہیں دیکھا' جیسا تو نے کیا۔

ابوجہل کا بیان

اس نے کہا: کمبختو! واللہ! وہاں کا واقعہ تو یہ تھا کہ اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب سے میری حالت ایک پتلے کی (سی) ہو گئی میں اس کی جانب چلا۔ تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہے۔ میں نے ایسا سر' ایسے کندھے اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ واللہ ! اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

معراج نبویؐ

ابن سعد طبقات کبریٰ جلد اص ۲۸۱ سطر ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کو جنت و دوزخ دکھائے ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل جب ۱۷ رمضان یوم شنبہ کی شب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان میں تنہا سو رہے تھے تو جبرئیلؑ و

میکائیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ وہاں چلئے جس کی آپ نے اللہ سے درخواست کی تھی۔
دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے۔
پھر معراج (سیڑھی) لائی گئی۔ وہ دیکھنے میں بہت خوبصورت تھی۔ دونوں آپ کو ایک ایک کر کے تمام آسمانوں پر چڑھا لے گئے۔ (ان آسمانوں) میں آپ انبیاء سے ملے اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ آپ کو جنت و دوزخ دکھائی گئی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ساتویں آسمان تک پہنچا تو سوائے قلموں کی آوازوں کے اور کچھ نہ سنتا تھا۔ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نمازیں ان کے اوقات میں پڑھائیں۔

شب معراج

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول کی شب کو شعب سے بیت المقدس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایک چوپایہ پر سوار کیا گیا۔ جو قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ اس کے دونوں رانوں پر پر تھے جن سے وہ اپنے دونوں پروں کو ٹھیلتا تھا۔
جب میں ان کے نزدیک گیا کہ سوار ہوں تو وہ بھڑکنے لگا۔ جبرئیلؑ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا اے براق تجھے شرم نہیں آتی واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے اللہ کا کوئی بندہ تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ بزرگ ہو۔
وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور رک گیا کہ میں اس پر سوار ہوں۔ پھر اس نے اپنے کان ہلائے اور زمین سمیٹ دی گئی۔ یہاں تک کہ اس کا کنارہ براق کے قدم پڑنے کی آخری جگہ تھی۔ اس کی پشت اور کان دراز تھے۔
جبریل میرے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ نہ وہ مجھے چھوڑتے تھے اور نہ میں انہیں چھوڑتا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے بیت المقدس پہنچا دیا۔ براق اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں وہ کھڑا ہوتا تھا۔ جبریلؑ نے اسے باندھا۔ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کی سواری باندھی جاتی تھی۔
آپ نے فرمایا: میں نے تمام انبیاء کو دیکھا جو میرے گرد جمع کر دیئے گئے تھے۔ میں نے ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیکھا۔ خیال ہوا ضرور ان کا کوئی امام بھی ہو گا۔ جبریلؑ نے مجھے آگے کر دیا میں نے سب کے آگے نماز پڑھی، دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم سب توحید کے ساتھ بھیجے گئے۔

بعض اہل علم نے کہا: اس شب کو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گم ہو گئے۔ عبدالمطلب کے لڑکے آپ کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر نکلے، عباس ابن عبدالمطلب بھی نکلے، ذوطویٰ تک پہنچے تو پکارنے لگے یا محمدؐ یا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا: لبیک (میں حاضر ہوں) انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے رات سے قوم کو پریشانی میں ڈال دیا ہے کہاں تھے؟ فرمایا میں بیت المقدس سے آیا ہوں پوچھا اسی شب میں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا آپ کو سوائے خیر کے کوئی اور بات تو پیش نہیں آئی۔ فرمایا مجھے خیر کے سوا اور کوئی بات پیش نہیں آئی۔

ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا: آپ ہمارے ہی گھر سے شب کو لے جائے گئے۔ اس شب کو آپ نے عشا کی نماز پڑھی اور سو گئے۔ جب فجر ہونے لگی تو ہم نے صبح (کی نماز) کے لئے آپ کو بیدار کر دیا، آپ اٹھے، نماز پڑھ لی تو فرمایا اے ام ہانی جیسا کہ تم نے دیکھا میں نے اسی وادی میں تم لوگوں کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی، صبح کی نماز میں نے تم لوگوں کے ساتھ پڑھی۔

آپ اٹھے کہ باہر جائیں میں نے کہا یہ بات لوگوں سے نہ بیان کیجئے گا۔ وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور ایذادیں گے۔ فرمایا کہ میں ضرور ضرور ان سے بیان کروں گا۔ آپ نے لوگوں کو خبر دی وہ متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے اس طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔

بہت سے آدمی جو نماز پڑھتے تھے اور اسلام لائے تھے فتنے میں پڑ گئے۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، بیت المقدس کو میرے خیال میں ڈال دیا گیا۔ میں لوگوں کو اس کی نشانیوں کی خبر دینے لگا اور میں اسے دیکھتا جاتا تھا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں، میں نے اس کے دروازے شمار نہ کئے تھے۔ مگر میں ان کی طرف دیکھتا تھا۔ اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا تھا۔ اس طرح لوگوں کو بتا دیتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کے قافلوں کو جو راستے میں تھے اور ان کی علامات کو بھی بتا دیا۔ اس کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح پایا جس طرح میں نے انہیں دیا تھا۔

اللہ عزوجل نے آپ پر یہ آیت نازل کی۔ **و ما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس** اور ہم نے جو سیر آپ کو دکھائی وہ محض لوگوں کی آزمائش کے لئے تھی۔ یہ دریائے عین تھا جس کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں اس حالت میں دیکھا کہ قریش مجھ سے رات کے چلنے کے راستے کو دریافت کرتے تھے انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند اشیاء دریافت کیں جن کو میں نے اچھی طرح یاد نہیں رکھا۔ مجھے ایسی سخت بے چینی

ہوئی کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا بے چین نہیں ہوا تھا۔ اللہ نے بیت المقدس کو میری طرف بلند کر دیا کہ میں اسے دیکھ لوں۔ وہ مجھ سے جو کچھ دریافت کرتے تھے اس کی خبر دیتا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔ موسیٰؑ نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ مستقل مزاج یا نڈر اور سخت اور بے مروت آدمی تھے غصہ ور لوگوں میں سے معلوم ہوتے تھے۔ عیسیٰ بن مریمؑ نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروۃ بن مسعود الثقفی ہیں۔ ابراہیمؑ نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جن کے سب سے زیادہ مشاہ تمہارے ساتھی یعنی خود (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں پھر نماز کا وقت آگیا تو میں نے ان سب کی امامت کی جب نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ مالک ہیں جو دوزخ کے منتظم ہیں۔ آپ انہیں سلام کیجئے میں ان کی طرف مڑا تو پہلے انہوں نے سلام کیا۔ (طبقاب ابن سعد جلد ا ص۲۸۱ سطر آخر)

کفار کی مخالفت اور اسلام کی اشاعت

رکانہ سے کشتی

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے ابو اسحٰق بن یسار نے کہا: رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف قریش میں سے قوی ترین شخص تھا۔ وہ ایک روز مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنہا ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا:
یا رکانتہ! الا تتقی اللہ و تقبل ما دعوک الیہ
اے رکانہ! کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور جس طرف میں تجھے بلاتا ہوں اسے قبول نہیں کرتا؟
اس نے کہا اگر میں جان لیتا کہ جو بات تم کہتے ہو، سچی ہے تو ضرور تمہاری پیروی کرتا۔ راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
افر ایت ان صرعتک اتعلم ان ما اقول حق
اچھا! یہ تو بتا کہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تجھے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سچ ہے؟
اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا:
فقم حتی اصارعک تو اٹھ میں تجھ سے کشتی لڑوں۔
راوی نے کہا: رکانہ اٹھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ سے کشتی لڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اسے پکڑا تو زمین پر اس طرح لٹا دیا کہ وہ بالکل بے بس تھا۔ اس نے کہا: اے محمدؐ دوبارہ کشتی لڑو۔ آپ نے اس سے دوبارہ کشتی کی اور پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا: اے محمدؐ یہ تو عجیب بات ہے کہ تم مجھے پچھاڑتے ہو۔

عجیب تر واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فا عجیب من ذالک ان شئت ان اریکہ ان اتقیت اللہ و اتبعت امری

اس سے بھی زیادہ عجیب بات اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں' اس شرط سے کہ تو اللہ سے ڈرے اور میرا حکم مانے۔

اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

ادعو لک هذا الشجرة التی تر لتا تهنی تری خاطر میں اس درخت کو جسے تو دیکھ رہا ہے بلاؤ تو وہ آ جائے گا۔

اس نے کہا: اچھا بلائیے' آپ نے اسے بلایا تو وہ آیا اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ راوی نے کہا: پھر آپ نے درخت سے فرمایا:

ارجعی الی مکانک اپنی جگہ لوٹ جا (تو وہ درخت اپنی جگہ لوٹ گیا)

راوی نے کہا: پھر رکانہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: اے بنی عبد مناف! روئے زمین کے لوگوں کا اپنے دوست سے جادو میں مقابلہ کراؤ' واللہ میں نے تو اس سے زیادہ جادوگر کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر اس نے انہیں وہ واقعات سنائے جو اس نے دیکھے تھے اور جو کچھ اسے پیش آیا تھا۔

حبشہ کے نصرانی

ابن اسحٰق نے کہا: اس کے بعد حبشہ کے نصرانیوں میں سے' جنہیں آپ کی خبر معلوم ہوئی' تقریباً" بیس آدمی آپ کے پاس اس وقت آئے جب آپ مکہ ہی میں تھے۔ اور آپ کو مسجد ہی میں پایا۔ وہ آپ کے پاس ہی آکر بیٹھے اور گفتگو کی۔ جب قریش کے لوگ کعبتہ اللہ کے اطراف میں اپنی اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ نصرانی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جو سوالات کرنا چاہتے تھے۔ کر چکے تو آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ جب قرآن کی تلاوت سنی تو ان کی آنکھوں

سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے دعوت قبول کی اور اللہ پر ایمان لائے۔ ان کی تصدیق کی اور ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق جو اوصاف درج تھے انہوں نے اسے جان لیا۔ پھر جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو ابوجہل بن ہشام قریش کے چند لوگوں کے ساتھ ان سے راہ میں آ ملا۔ اوران سے کہا: اللہ تمہارے اس قافلے کو محروم رکھے۔ جسے تمہارے دین کے ان لوگوں نے بھیجا ہے جو تم سے پیچھے رہ گئے ہیں کہ تم ان کے لئے راہ کا نشیب و فراز دیکھو اور اس شخص کے حالات ان تک پہنچاؤ۔ تم اس شخص کے پاس اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں۔ کہ اپنا دین چھوڑ دیا اور اس نے جو کچھ کہا اس پر تم نے **امنا و صدقنا** کہہ دیا تمہارا سا احمق قافلہ تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا (یا اسی طرح کی باتیں کیں) انہوں نے کہا: تمہیں ہمارا سلام ہے۔ ہم تم سے جہالت میں مقابلہ کرنا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے طریقے پر قائم رہیں' تم اپنے طریقے پر قائم رہو' ہم نے اپنے لئے بھلائی کی طلب میں کوتاہی نہیں کی۔ بعض کہتے ہیں یہ جو قافلہ آیا تھا نجران کے نصرانیوں کا تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کونسی بات ٹھیک ہے۔

آیات قرآن مجید

کہا جاتا ہے کہ یہ آیتیں انہیں کے متعلق اتریں واللہ اعلم

الذین اتینا هم الکتاب من قبله هم به یومنون و اذا یتلی علیهم قالوا امنا به انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین ----- الی قوله ----- لنا اعمالنا و لکم اعما لکم سلام علیکم لا نبتغی الجاهلین

اس سے پہلے ہم نے جن لوگوں کو کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم نے اسے مان لیا۔ بے شبہ وہ حق ہے' ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے' ہم تو اس سے پہلے ہی مطیع ہو گئے تھے ----- اللہ کے اس قول تک ----- ہمیں ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال' ہمارا تمہیں سلام' ہم بے سمجھ لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہئے۔

زہری کی روایت

ابن اسحٰق نے کہا: میں نے ابن شہاب الزہری سے ان آیتوں کے متعلق پوچھا کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں اپنے علماء سے یہی سنتا رہا ہوں کہ یہ نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اتری ہیں اور سورۂ مائدہ کی یہ آیتیں بھی۔

ذالک بان منهم قسیسین و رهبانا و انهم لا یستکبرون ----- الی قوله ----- فاکتبنا مع الشهدین

(۵ : ۸۲ تا ۸۳)

ان کی یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ ان میں کے بعض افراد علماء اور مشائخ ہیں اور بڑائی نہیں چاہتے ----- اللہ اس قول تک ----- پس (صداقت اسلام پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمیں بھی لکھ لیجئے۔

مساکین اسلام کا استہزاء

ابن اسحٰق نے کہا : جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم میں اپنے نادار اصحاب خباب' عمار' ابو فکیہہ' یسار (جو صفوان بن امیہ بن محرث کے غلام تھے) صہیب اور انہیں کے سے لوگوں کے ساتھ تشریف رکھتے تو قریش ان کی ہنسی اڑاتے اور ان میں کا ہر ایک دوسرے سے کہتا : یہ لوگ اس شخص کے ساتھی ہیں۔ یہ جیسے کچھ ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو۔ کیا اللہ نے ہم سب میں سے انہیں لوگوں کو ہدایت و حق کی نعمت دے دی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو چیز لایا ہے وہ اگر نیکی ہوتی تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے آگے نہ بڑھتے اور ہمیں چھوڑ کر اللہ انہیں اس نعمت سے مخصوص نہ کرتا۔ اللہ تعالٰی نے انہیں کے متعلق (یہ آیتیں) نازل فرمائیں۔

ولا تطر د الذین ید عون ربھم بالغداۃ و العشی یریدون و جھہ ما علیک من حسابھم من شی و ما من حسابک علیھم من شئی فتطر د ھم فتکون من الظلمین☆ و کذالک فتنا بعضھم ببعض لیقولو ا اھئو لاء من اللہ علیھم من بیننا الیس اللہ با علم بالشا کرین☆ و اذا جاء ک الذین یو منون بایاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمتہ انہ من عملی منکم سوء بجھالتہ ثم تاب من بعدہ و اصلح فانہ غفور رحیم
(٦ـ ۵۲ تا ۵۴)

جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی توجہ طلب کرتے ہیں' انہیں تو اپنے پاس سے دور نہ کر' ان کے حساب میں سے تجھ پر (یعنی تیرے ذمہ) کچھ نہیں اور نہ تیرے حساب میں ان پر (ذمے) کچھ ہے۔ تو انہیں (اپنے پاس سے) دور کردے گا' تو (تیرا شمار) ظالموں میں ہو گا۔ اور ہم اسی طرح لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے آزماتے ہیں تاکہ وہ (یہ) کہیں کہ کیا اللہ نے ہم میں سے انہیں لوگوں پر احسان فرمایا ہے؟ کیا شکر گزاروں سے اللہ خوب واقف نہیں؟ اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں' جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہہ کہ تم پر سلام ہو۔ تمہارے پروردگار نے رحم کرنا خود پر لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جس شخص نے نادانی سے کوئی برا کام کیا۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور درست طریقہ اختیار کر لیا تو بے شبہ وہ بہت ڈھانک لینے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

کفار قریش کا افتراء

اس بات کا بھی مجھے علم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر کوہ مروہ کے پاس ایک نصرانی لڑکے کی دکان کے قریب تشریف فرما ہوا کرتے تھے' جس کا نام جبر تھا اور وہ ابن الحضرمی کا غلام تھا۔ اس لئے لوگ کہا کرتے تھے کہ بہت سی باتیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیش کرتا ہے وہ صرف ابن الحضرمی کے چھوکرے' جبر نصرانی کی سکھائی ہوئی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے متعلق نازل فرمایا:

انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحد ون الیہ اعجمی و ھذا لسان عربی مبین

(وہ کہتے ہیں) اسے تو ایک آدمی تعلیم دیا کرتا ہے جس کی جانب ناحق ان کا میلان ہے وہ تو ایک عجمی شخص ہے اور یہ قرآن تو عربی واضح زبان ہے۔

ابن ہشام نے کہا: **یلحدون الیہ** کے معنی **یمیلون الیہ** کے ہیں۔ یعنی اس کی جانب میلان رکھتے اور الحاد کے معنی **میل عن الحق** کے حق ہیں۔ یعنی حق سے پھیرنا۔

روبہ بن الحجاج نے کہا:

اذا تبع الضحاک کل ملحد جب ناحق کی جانب ہر میلان رکھنے والا ضحاک کا پیرو بن گیا۔

یہاں ضحاک سے مراد ضحاک خارجی ہے اور یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

نزول سورۂ کوثر

ابن اسحٰق نے کہا: مجھے یہ بھی خبر ملی ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا تو عاص بن وائل السہمی کہا کرتا تھا' اجی! اس کا ذکر چھوڑو' بھئی وہ تو ایک بے اولادا ہے۔ اس کے بعد رہنے والا کوئی نہیں۔ یہ جب مرجائے گا تو اس کی کوئی نسل نہ رہے گی۔ اور تمہیں اس سے آرام مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا:

انا اعطیناک الکوثر بے شبہ ہم نے تجھے خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔

جو تیرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ الکوثر کے معنی العظیم کے ہیں۔

تشریح کوثر

ابن اسحٰق نے کہا: لبید بن ربعہ الکلابی نے کہا ہے:

و صاحب ملحوب فجعنا بیومہ　　　و عند الرداع بیت اخر کوثر

ملحوب والے شخص (کی موت) کے روز تو ہمیں بڑی تکلیف ہوئی اور مقام رداع کے پاس بھی ایک دوسرا گھر ہے جو بڑی عظمت والے کا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ وہ بڑا اور عظمت والا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

ابن ہشام نے کہا: ملحوب والے سے مراد عوف بن الاحوص (بن جعفر بن کلاب) ہے جو مقام ملحوب میں مرا ہے اور عند الرداع بیت اخر کوثر سے مراد شریح الاحوص (بن جعفر بن کلاب) ہے جو مقام رداع میں مرا۔ کوثر سے مراد کثیر ہے اور یہ لفظ کثیر ہی سے نکلا ہے۔

ابن ہشام نے کہا ہے: کمیت بن زید نے ہشام بن عبدالملک بن مروان کی تعریف میں کہا ہے:

و انت کثیر یاابن مروان طیب　　　و کان ابوک ابن العقائل کوثرا

اے مروان کے بیٹے! تو تو اچھا اور عظمت والا ہے ہی۔ لیکن تیرا باپ تو شریف عورتوں کی اولاد اور بہت بڑی غفلت والا ہے۔

اور یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

ابن ہشام نے کہا: امیہ بن عائذ الہذلی نے ایک گورخر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

و یحمی الحقیق اذا ما احتدم من　　　حمم فی کوثرا کالجلال

قابل نگرانی کاموں کی وہ نگرانی کرتا ہے اور جب گورخر مادائیں تیزی سے بہت دوڑنے لگتی ہیں تو کثرت غبار کی جھول میں وہ ہنہنانے لگتا ہے۔

شاعر نے کوثر سے کثرت غبار مراد لی ہے اور اس کی کثرت کے سبب سے اسے جھول سے تشبیہ دی ہے اور یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

کوثر کے اوصاف و خصائص

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے جعفر بن عمرو نے (ابن ہشام کے بیان کے مطابق یہ جعفر بن عمرو بن جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری ہے) محمد بن شہاب الزہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم سے اور انہوں نے انس بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت سنا جب آپ

سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کوثر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا۔
نهر كما بين صنعا الى ايلته انيته كعدد نجوم السماء ترده طير لها اعناق كا عناق الابل
وہ ایک نہر ہے۔ جس کا عرض مقام صنعاء سے ایلہ تک سمجھنا چاہیے۔ ان کے (پانی پینے کے) برتن آسمان کے تاروں کے شمار میں ہوں گے اس میں ایسے پرند پانی پینے کو آئیں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گی۔

راوی نے کہا: عمر بن الخطاب نے عرض کیا کہ رسولؐ اللہ! وہ تو ضرور نرم و نازل ہوں گے فرمایا:
اكلها انعم منها ان کا کھانے والا ان سے زیادہ نازک ہو گا۔
ابن اسحٰق نے کہا ہم نے اسی حدیث میں یا اس کے سوا کسی دوسری حدیث میں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔
من شرب منه لا يظما ابدا جس شخص نے اس میں سے پانی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

کفار کا لغو مطالبہ

ابن اسحٰق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ ان سے گفتگو کی۔ اور انہیں پیام بھی پہنچا دیا۔ تو زمعہ بن الاصود' النضر بن الحارث' الاسود بن عبد یغوث' ابی بن خلف اور العاص بن وائل نے کہا: اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کاش! تمہارے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا تمہاری جانب سے لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا اور تمہارے ساتھ ساتھ نظر آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا۔

و قالوا لو لا انزل عليه ملك و لا انزلنا ملكا لقضى الامر ثم لا ينظر ون و لو جعلناه ملكا لجعلنا رجلا و للبسنا عليهم ما يلبسون (۶: ۸ تا ۹)

انہوں نے کہا: اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل فرماتے' تو بس معاملے کا فیصلہ ہی ہو جاتا (فرشتے کو دیکھنے کا تحمل ہی نہ کر سکتے اور ہیبت سے دم نکل جاتا) پھر انہیں مہلت بھی نہ دی جاتی اور اگر ہم (ان کے دیکھ سکنے کے قابل کوئی فرشتہ بناتے تو اسے (رسول ہی کا سا) کوئی مرد بناتے اور (اس صورت میں) انہیں وہی شبے لاحق ہو جاتے جن میں وہ اب بھی پڑے ہوئے ہیں۔

بیعت عقبہ

مدینہ واپس آکر انہوں نے اپنی قوم سے رسولؐ اللہ کا ذکر کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی جو ان میں بہت مقبول ہوئی۔ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ رہا' جہاں رسولؐ اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ دوسرے سال حج میں انصار کے بارہ آدمی مکہ آئے اور انہوں نے عقبہ میں رسولؐ اللہ سے ملاقات کی۔ یہ پہلا عقبہ ہے اور رسول اللہ کے ہاتھ پر التوا جنگ کی شرط پر بیعت کی۔ یہ اس وجہ سے کہ اب تک مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ یہ بارہ اشخاص تھے۔ (طبری جلد ا ص ۱۱۳ سطر ۹)

مسلم انصار کے اسمائے گرامی

بنی النجار سے اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار اور یہ وہی ابو امامہ ہے۔ عوف اور معاذیہ دونوں حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار کے بیٹے' جو عفراء کے بیٹے بھی مشہور ہیں۔ بنی زریق بن عامر میں سے رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔ ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق۔ بنی عوف بن الخزرج اور پھر ان کے خاندان بنی غنم میں سے انہیں کو قوافل کہتے ہیں۔ عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف بن الخزرج۔ ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف بن الخزرج۔ ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف بن الخزرج۔ ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ۔ یہ بلی کے خاندان بنی غصینہ سے تھا جو خزرج کے حلیف تھے۔ سالم بن عوف بن الخزرج میں سے عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف۔ بنی سلمہ کے خاندان بنی حرام میں سے عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ بنی سواد میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ ان کے علاوہ اس بیعت کے موقع پر اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کے خاندان عبد الاشہل سے ابو الہیثم بن تیہان جس کا نام مالک ہے۔ موجود تھا۔ یہ خزرج کا حلیف تھا اور بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ بن صلعجہ ان کا حلیف موجود تھا۔

بیعت کی شرائط

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ میں عقبہ اولیٰ میں موجود تھا ہم بارہ آدمی تھے ہم نے رسول اللہ کی بیعت کی یہ اس لئے کہ اب تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ بیعت اس اقرار پر کی گئی کہ ہم اللہ کے سوا کسی

کو بھی ذرا سا شریک نہ کریں گے' چوری نہ کریں گے' زنا نہ کریں گے' اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور اپنے دل سے گھڑ کر کوئی بہتان اور غلط بات کسی کے لئے نہیں کہیں گے اور کسی نیک بات میں رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو جنت ملے گی اور اگر اس میں سے کسی بات کی خلاف ورزی کرو گے اور اس کی پاداش میں دنیا ہی میں تم سے مواخذہ ہو گیا تو وہ سزا تمہارے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی اور اگر قیامت تک اس خطا پر پردہ پوشی کی گئی۔ تو پھر تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ چاہے معاف کر دے گا۔ یہ روایت انہی راوی سے اور دوسرے سلسلہ رواۃ سے بھی مروی ہوئی ہے۔

مصعب بن عمیر

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ جب انصار کی یہ جماعت آپؐ سے رخصت ہوئی آپ نے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی کو ان کے ہمراہ کر دیا اور ہدایت کی کہ وہ ان کو قرآن پڑھ کر سنایا کریں۔ اسلام کی دعوت دیں اور اس کے مسائل سمجھائیں۔ اسی وجہ سے مدینہ میں مصعب عقری کے لقب سے مشہور تھے اور یہ ابو امامہ اسد بن زرارہ بن عدس کے پاس فروکش ہوئے تھے۔

اسید بن حضیر

اس سلسلہ میں مروی ہے کہ اسد بن زرارہ ایک مرتبہ مصعب بن عمیر کو بنی عبدالاشہل اور بنی ظرف کے گھروں کو لے گیا۔ سعد بن معاذ بن النعمان بن امری القیس اسعد بن زرارہ کی خالہ کا بیٹا تھا۔ اسد' میصعہ کو لے کر بنی ظفر کے ایک احاطہ میں جو ان کے کنویں (بر عرق) پر بنا ہوا تھا لے کر آیا۔ وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے جو لوگ اسلام لے آئے تھے وہ ان کے پاس آ بیٹھے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اس وقت اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے سردار تھے۔ اور اپنے ہم قوموں کی طرح مشرک تھے جب ان کو مصعب کے آنے کی اطلاع ہوئی سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا یہاں کیا کر رہے ہو یہ دو شخص آئے ہیں تاکہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنائیں ان کے پاس جاؤ اور ان کو منع کر دو کہ وہ ہماری بستی میں نہ آئیں تم کو معلوم ہے کہ اسعد بن زرارہ میرا عزیز قریب ہے اگر اس کا بیچ نہ ہوتا تو مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ میں خود ہی اس کا انتظام کر دیتا۔ مگر میں مجبور ہوں۔ وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے اس لئے میں خود اس کے خلاف قدم نہیں بڑھا سکتا۔۔ (طبری جلد ا ص ۱۶ سطر ۱۶)

اسید بن حضیر کا قبول اسلام

اسید بن حضیر نے اپنا بھالا لیا اور وہ ان دونوں کے پاس آیا اور اسے آتا دیکھ کر اسعد بن زرارہ نے مصعب سے کہا دیکھو یہ اپنی قوم کا سردار ہے تمہارے پاس آ رہا ہے اس کے مسلمان بنانے کی پوری کوشش کرنا۔ مصعب نے کہا یہ بیٹھے تو میں اس سے کلام کروں۔ وہ ان کو کھڑا ہوا گالیاں دیتا رہا اور اس نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو' تم ہمارے کمزور لوگوں کو احمق بنانا چاہتے ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ ہاں اگر تم کو خود اپنے متعلق کوئی ضرورت لائی ہے تو بیان کرو۔ مصعب نے کہا آپ ذرا بیٹھ جائیں تو کہوں اگر آپ کو میری بات بھلی معلوم ہو تو قبول کیجئے گا' پسند نہ آئے نہ مانیئے گا۔ اسید نے کہا یہ بات معقول ہے اس نے اپنا بھالا زمین میں گاڑ دیا اور ان دونوں کے قریب آ بیٹھا۔ مصعب نے اسے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان دونوں سے مروی ہے کہ اب بخدا ہم نے قبل اس کے کہ وہ کچھ کہے اس کے چہرے کی چمک اور طبیعت کی نرمی سے اسلام کے آثار نمایاں دیکھے۔ پھر اس نے کہا یہ تو نہایت ہی عمدہ بات ہے' اچھا آپ یہ بتایئے کہ جب کوئی اس دین میں داخل ہونا چاہئے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہ تم غسل کرو' اپنے کپڑے پاک کرو اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھو اور پھر دو رکعت نماز۔ اسید اٹھا' نہایا کپڑے پاک کئے' کلمہ شہادت پڑھا اور پھر بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی' فارغ ہو کر اس نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ یہاں ایک اور شخص ہے اگر وہ اس دین میں تمہارے ساتھ ہو جائے تو پھر اس کی قوم والوں میں سے کوئی اس سے بچھڑ نہیں سکتا اور میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں۔

سعد بن معاذ اور مصعب بن عمیر

یہ کہہ کر اس نے اپنا بھالا سنبھالا اور سعد اور اس کی قوم کے پاس جو اپنی چوپال میں بیٹھے ہوئے تھے آیا۔ جب سعد بن معاذ نے اسے آتے ہوئے دیکھا اپنی قوم سے کہا بخدا اسید کے چہرے کی اب وہ کیفیت ہی نہیں ہے جو یہاں سے جاتے ہوئے اس کی تھی' وہ بالکل بدلا ہوا نظر آ رہا ہے' چنانچہ جب وہ چوپال کے نزدیک آ کر کھڑا ہوا سعد نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے ان دونوں سے باتیں کیں مجھے تو وہ قابل اندیشہ نظر نہیں آتے۔ میں نے ان کو ممانعت کی انہوں نے اقرار کیا کہ ہم تمہارے کہنے کے مطابق ہی عمل پیرا ہوں گے مگر مجھ سے کہا گیا ہے کہ بنی حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے چل نکلے ہیں۔ اور چونکہ اسعد تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اسے قتل کر کے وہ تمہاری رسوائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور تحقیر

مقصود ہے۔

یہ سنتے ہی سعد آگ بگولا ہو کر تیزی سے اس پریشان کن اطلاع کی وجہ سے ان کی طرف لپکا اس نے اسید کے ہاتھ سے بھالا چھین لیا اور کہا خدا کی قسم ہے تم تکتے ہو تم کچھ نہیں کر سکے' وہ ان دونوں کی طرف چلا اور جب اس نے ان دونوں کو اطمینان سے بیٹھا ہوا پایا تو وہ تاڑ گیا کہ اسید نے اس حیلہ سے ان کے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ یہ ان کے باتیں سنے۔ سعد کھڑا ہوا ان کو گالیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے اسعد بن زرارہ سے کہا اے ابو امامہ اگر تم میرے عزیز قریب نہ ہوتے تو تم کو کبھی اس بات کی جرات نہ ہوتی کہ ایسی بات ہماری بستی میں پیش کرتے جو ہم ناپسند کرتے ہیں۔

سعد بن معاذ کا قبول اسلام

اسے آتا دیکھ کر اسعد نے مصعب سے کہا تھا کہ دیکھو یہ تمام لوگوں کا جو یہاں جمع ہیں سردار ہے اگر اس نے تمہاری اقتدا کی تو پھر کوئی بھی تمہاری مخالفت نہ کرے گا مصعب نے سعد بن معاذ سے کہا ذرا تشریف رکھئے اور سنئے اگر گوارا ہو بات کیجئے اور اگر ناگوار ہو تو ہم کوئی بات آئندہ ایسی نہ کریں گے۔ جو آپ کو ناپسند ہو۔ سعد نے کہا یہ معقول بات ہے اس نے اپنا بھالا گاڑا اور پاس بیٹھ گیا۔ مصعب نے اسلام کو پیش کیا اور قرآن سنایا اور یہ دونوں کہتے ہیں کہ بخدا قبل اس کے کہ وہ خود اس کے متعلق کچھ کہے ہم نے اس کے چہرے کی چمک اور تواضع سے اسلام کے آثار ہویدا دیکھے۔ پھر خود اس نے کہا کہ جب کوئی اس دین میں داخل ہوتا ہے تو وہ کیا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ انہوں نے کہا غسل کرو اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو' کلمہ شہادت زبان سے کہو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ سعد' اٹھا نہایا' اس نے اپنے دونوں کپڑے پاک کئے' کلمہ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا بھالا لیا اور اپنی قوم کی بیٹھک کی طرف پلٹا۔ اس کے ساتھ اسید بن حضیر بھی تھا۔ اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر اس کی قوم والوں نے کہا ہم خدا کی قسم کھا سکتے ہیں کہ سعید کا اب وہ بشرہ نہیں ہے جو وہ یہاں سے لے کر گیا تھا اس کی صورت ہی پہلی سی نہیں رہی ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔ سعد نے پاس آکر ان سے کہا اے بنی عبدالاشہل میری بات تمہارے نزدیک کیسی ہے۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں' اپنی رائے میں ہم سب سے افضل ہیں اور ہم سب میں مسعود و مبارک ہیں۔ سعد نے کہا جب تم مجھے ایسا سمجھتے ہو تو اب تاوقتیکہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ گے میں تمہارے کسی مرد یا عورت سے کلام نہیں کروں گا۔ (طبری جلد ا ص ۱۱۱۸ سطر ۴)

بنی عبدالاشہل کا قبول اسلام

اس کی بات کا یہ اثر تھا کہ شام نہ ہونے پائی اور تمام بنی عبدالاشہل زن و مرد اسلام لے آئے۔ اسعد اور مصعب وہاں سے پلٹ کر اسعد کے گھر آ گئے۔ مصعب برابر اس کے یہاں مقیم رہ کر اشاعت اسلام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں مرد و عورت مسلمان ہو گئے ہوں۔ البتہ بنی امیہ بن زید' خطمہ' وائل اور واقف کے گھر اس سے مستثنیٰ تھے یہ ہی گھرانے اوس اللہ اوس بن حارثہ ہیں۔ ان کے اسلام نہ لانے کا سبب یہ تھا کہ ابو قیس بن الاسلمت صیفی ان کا مشہور شاعر اور قائد تھا۔ یہ اس کی ہر بات مانتے اور تسلیم کرتے تھے اس نے ان سب کو اسلام سے روک دیا۔ رسول اللہ صلعم کے ہجرت کر کے مدینہ آنے اور بدر' احد اور خندق کی لڑائیوں تک ان کی یہ ہی حالت رہی۔

پھر جب مصعب بن عمیر مکہ چلے آئے اور انصاری مسلمان اپنے دوسرے مشرک ہم قوموں کے ساتھ حج کرنے مکہ آئے اور جب اللہ نے ان کی عزت افزائی' اپنے نبی کی نصرت اور اسلام اور مسلمانوں کا اعزاز اور شرک اور مشرکین تذلیل کرنا چاہی تو ان لوگوں نے وسط ایام تشریق میں عقبہ میں آپ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

قبلہ کے بارے میں ارشاد نبوی

ایک مکہ والے سے ملاقات ہوئی ہم نے اس سے رسولؐ اللہ کو دریافت کیا اس نے پوچھا تم دونوں ان کو پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا عباس کو پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں' اور ہم عباس کو اس لئے پہچانتے تھے کہ وہ ہمیشہ تجارت کے لئے ہمارے یہاں آیا کرتے تھے۔ اس نے کہا جب تم مسجد میں داخل ہو گے تو جو شخص عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا ہوا ہے وہ رسولؐ ہیں۔ ہم مسجد میں آئے عباس اور ان کے پاس رسول اللہ صلعم بیٹھے تھے۔ ہم سلام کرکے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلعم نے عباس سے پوچھا' ابو الفضل آپ ان کو جانتے ہیں' انہوں نے کہا ہاں یہ براء بن معرور اپنی قوم کا سردار ہے اور یہ دوسرا کعب بن مالک ہے میں رسولؐ اللہ کے اس قول کو نہیں بھولوں گا کہ آپ نے فرمایا شاعر! عباس نے کہا جی ہاں وہی' اب براء نے عرض کیا اے نبی اللہ اسی سفر میں اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت اور یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ میں اس عمارت کی طرف اپنی پشت نہ کروں اس لئے میں نے اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔ میرے دوستوں اور رفیقوں نے اس بات میں میری مخالفت کی۔ اس وجہ سے اس کے متعلق میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ اب آپؐ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر قائم تھے تم کو اسی پر صبر کرنا چاہئے تھا۔ آپؐ کے ارشاد سے براء پھر رسولؐ اللہ کے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے لگے اور انہوں نے ہمارے ہمراہ شام کی طرف نماز پڑھی۔ اگرچہ ان کے گھر والے اس بات کے مدعی ہیں کہ براء نے مرتے دم تک کعبہ کی طرف ہو کر نماز پڑھی۔ مگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہے ہم اس بات کو ان سے زیادہ جانتے ہیں اب ہم حج کے لئے چلے اور وسط ایام تشریق میں ہم نے عقبہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔

عبداللہ بن عمرو ابو جابر

حج سے فارغ ہو کر جب وہ رات آگئی جس میں ہم نے آپؐ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا چونکہ ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن حرام ابو جابر بھی تھا۔ ہم نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا' اب تک ہم اپنی اس بات کو اپنے ساتھی ہم قوم مشرکین سے چھپاتے تھے۔ ہم نے اس سے گفتگو کی اور کہا ابو جابر تم ہمارے سرداروں میں ہو۔ اور ہمارے اشراف ہو اور اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ تم کو شرک کی ضلالت سے بچائیں۔ جس میں تم مبتلا ہو تاکہ کل قیامت میں دوزخ کے کندے نہ بنو۔ پھر ہم نے اسے اسلام کی دعوت دی اور بتایا کہ آج عقبہ میں ہمارا رسولؐ اللہ سے ملنے کا وعدہ ہے۔ ابو جابر اسلام لے آئے اور ہمارے

ساتھ عقبہ گئے۔ یہ نقیب تھے' وہ رات ہم نے اپنی قوم کے ساتھ اپنی قیام گاہ میں بسر کی۔ جب ایک ثلث رات گزر گئی ہم حسب قرار داد رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اپنی فرود گاہوں سے خفیہ طور پر دبے قدم نہایت خاموشی کے ساتھ ایک ایک کرکے نکلے اور گھاٹی کے پاس والے درے میں جمع ہوئے۔ ہم ستر آدمی تھے۔ ان میں دو عورتیں انہیں کی بیویاں تھیں ایک نسیبہ بنت کعبؓ ام عمارہ یہ بنی مازن بن النجار کی بیویوں میں تھی۔ دوسری اسماء بنت عمرو بن عدی بنی سلمہ کی بیویوں میں سے تھی۔ یہ ہی ام منیع ہے۔ ہم سب درے میں جمع ہو کر رسولؐ اللہ کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے۔ اگرچہ یہ اب تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے کام میں مصروف ہوں اور ان کے لئے پوری طرح اطمینان و اعتماد حاصل کرلیں۔

عباس بن عبدالمطلب کا خزرج سے خطاب

سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی اور کہا اے گروہ خزرج عرب انصار کے اس قبیلے کو چاہے خزرج ہوں یا اوس ایک ہی نام خزرج سے موسوم کرتے تھے۔ محمدؐ ہمارے ہیں تم بھی واقف ہو۔ ہم نے ان کو اپنے ان قوم والوں سے جو میرے مسلک پر ہیں بچایا ہے' اپنی قوم کی وجہ سے ان کی خاص عزت و وقعت ہے وہ اپنے وطن میں امن و حفاظت کے ساتھ ہیں مگر اب وہ اس بات پر بالکل تل گئے ہیں کہ تمہارے یہاں جا رہیں اور وہیں سکونت اختیار کرلیں اگر تم سمجھتے ہو کہ جس غرض سے تم نے ان کو دعوت دی ہے اسے پورا کرو گے اور ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کرو گے تو بے شک تم اس بار کو اٹھا لو ورنہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے یہاں چلے جانے کے بعد تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے اور ان کی حمایت سے دست کش ہو جاؤ گے تو بہتر یہ ہے کہ اسی وقت ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ یہاں بھی اپنی قوم کی وجہ سے وہ معزز ہیں اور اپنے وطن میں بحفاظت و اطمینان رہ رہے ہیں۔

بنو خزرج کی یقین دہانی

ہم نے جو کچھ تم نے کہا ہم نے اسے سنا اب آپ رسولؐ اللہ صلعم فرمائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں بخدا آپ جو چاہیں اپنے لئے عہد و پیمان لے سکتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے گفتگو شروع کی پھر قرآن پڑھ کر سنایا اللہ کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی پھر فرمایا میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس پر براء نے آپ کا ہاتھ

پکڑا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو بجا طور پر نبی مبعوث فرمایا ہے ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی ازاروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس شرط پر ہم نے رسول اللہ صلعم کی بیعت کی۔ بخدا ہم اہل حرب اور اہل جماعت ہیں اور یہ فخر ہم کو ورا ثتاً" اپنے بزرگوں سے ملتا رہا ہے۔
(طبری جلد ا ص ۱۲۱ سطر ۱۰)

بارہ نقیب

براء ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کی بات کاٹ کر ابو الہیثم بن تیہان بنی عبدالاشہل کے حلیف نے کہا اے رسولؐ اللہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے ہم اسے قطع کر دینے کے لئے آمادہ ہیں اگر ہم نے ایسا کر دیا اور اللہ نے آپؐ کو غلبہ عطا فرمایا تو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر پھر اپنی قوم کے پاس چلے آئیں گے۔ رسول اللہ نے تبسم فرمایا پھر کہا خون' خون۔ بربادی بربادی۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا' جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ نقیب مجھے دو کہ میں ان کو ان کی قوم کی نگرانی اور سیاست کے لئے مقرر کروں چنانچہ انہوں نے بارہ نقیب جس میں نو خزرج اور تین اوس کے تھے انتخاب کر دیئے۔
رسول اللہ صلعم نے ان نقیبوں سے فرمایا تم اپنی قوم کے وعدوں کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حواری عیسیٰ کے کفیل تھے اور اپنی قوم کا میں کفیل ہوں۔ انہوں نے کہا اچھی بات ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں۔
(طبری جلد ا ص ۱۲۱ سطر ۱۸)

بیعت عقبہ ثانی

عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ سب جماعت رسولؐ اللہ کی بیعت کے لئے آمادہ ہوئی عباس بن عبادہ بن نضلۃ الانصاری نے جو بنی سالم بن عوف کا رشتہ دار تھا سب کو مخاطب کر کے کہا تم ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے تم پر عائد ہوں گی' انہوں نے کہا ہاں سمجھ گئے' اس نے کہا اس بیعت کے یہ معنی ہیں کہ تم کو تمام دنیا سے لڑنا پڑے گا۔ سب تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ تو اگر ان کی حمایت میں کسی مصیبت کی وجہ سے تمہاری تمام دولت برباد ہو جائے اور تمہارے تمام اشراف مارے جائیں اور پھر تم ان کا ساتھ چھوڑ دو تو اس وقت ایسا کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اب ہی انکار کر دو کیونکہ اقرار کے بعد عدم ایفا کی صورت میں دین و دنیا کی رسوائی ہے اور اگر تم ان تمام

مصائب کے پیش آنے کے بعد بھی ایفائے عہد کے لئے آمادہ ہو تو بے شک ان کو اپنے ساتھ لو' اس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ اس پر سب حاضرین نے کہا ہم مال و جان کی مصیبت کو برداشت کرکے آپؐ کو لیتے ہیں۔ رسول اللہ آپ فرمائیں اگر ہم آپؐ کے ساتھ وفا کی ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت۔ سب نے ہاتھ پھیلائے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے آپؐ کی بیعت کی۔

راوی کا خیال ہے کہ عباس نے یہ تقریر صرف اس لئے کی تھی کہ رسولؐ اللہ کی حمایت اور مدافعت کا عہد زیادہ پختگی سے ان کے ذمے عائد ہو' مگر عبداللہ بن ابی بکر کا خیال ہے کہ عباس نے یہ تقریر اس لئے کی تھی کہ اس رات کو وہ لوگ آپ کی بیعت نہ کریں وہ چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول بھی اس عہد میں شریک ہو تو اس جماعت کی بات زیادہ قوی ہو جائے گی مگر اللہ ہی اس کی نیت سے زیادہ واقف ہے کہ کیا تھی۔ بنی النجار مدعی ہیں کہ سب سے پہلے ابو امامہ اسعد بن زرارہ نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے ہاتھ رکھا اور بنی عبدالاشہل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو الہیثم بن تیہان نے بیعت کی۔

کعب بن مالک کی روایت

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اس موقع پر براء بن معرور نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھا اور بیعت کی' اس کے بعد تمام جماعت نے متواتر بیعت کی' جب ہم بیعت کر چکے تو میں نے اسی بلند اور صاف آواز میں جو میں نے کبھی نہ سنی تھی گھاٹی کی چوٹی پر سے شیطان کو یہ کہتے سنا اے اہل جبل تم کو اس شخص کے ساتھ معاہدہ کرنے اور تبدیل مذہب سے کیا فائدہ ہو گا ہوشیار ہو جاؤ' قریش نے تم سے لڑنے کے لئے تصفیہ کر لیا ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ دشمن خدا کیا بک رہا ہے' یہ اس گھاٹی کا بھوت ہے' یہ شیطان ہے' اے خدا کے دشمن سن لے میں بہت جلد اس کام سے فارغ ہو کر تیری خبر لیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے انصار سے کہا اب تم اپنی قیام گاہوں کو جاؤ' اس موقع پر عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے آپؐ کو واقعی نبی مبعوث فرمایا ہے حکم ہو تو ہم کل صبح ان لوگوں پر جو منٰی میں ہیں تلواروں سے حملہ کئے دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہمیں اس کا ابھی حکم نہیں دیا گیا ہے اس وقت تو تم اپنی قیام گاہوں کو چلے جاؤ۔

حارث بن مغرہ اور ابو جابر

ہم اپنی خواب گاہوں کو واپس آکر سو گئے صبح کو قریش کے بیشتر اصحاب ہمارے پاس آئے اور انہوں نے کہا

اے گروہ خزرج ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اس شخص کے پاس گئے تھے اور تم اسے ہمارے خلاف مرضی یہاں سے لے جانا چاہتے ہو اور تم نے ہم سے لڑنے کے لئے اس کی بیعت کی ہے حالانکہ بخدا تمام قبائل عرب میں اس بات کے لئے کہ وہ ہم میں اور ان میں جنگ کرا دے تم سے زیادہ کوئی ہمارے نزدیک مبغوض نہیں' اس پر ہماری قوم کے جو مشرک ہمارے ساتھ آئے تھے چونک پڑے اور انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے اور ہم اس سے بالکل بے خبر ہیں اور ان کی بات بالکل ٹھیک بھی تھی کیونکہ واقعی ان کو کچھ معلوم نہ تھا۔ خود ہم میں سے ایک نے دوسرے کو دیکھنا شروع کیا' اتنے میں قریش اٹھ کھڑے ہوئے' ان میں حارث بن ہشام' بن المغیرۃ المخزومی بھی تھا وہ نئے جوتے پہنے تھا میں نے اپنی قوم کی کہی ہوئی بات میں شرکت کے لئے یہ بات کہی کہ اے ابو جابر تم بھی ہمارے سردار ہو کیا تم اس قریشی کے ایسے جوتے نہیں خرید سکتے۔ حارث نے یہ بات سن پائی اس نے وہ جوتے پاؤں سے نکال کر میری طرف پھینکے اور کہا کہ بخدا اب تم کو یہ پہننا پڑیں گے۔ ابو جابر نے مجھ سے کہا ذرا خاموش رہو تم نے اسے ناراض کر دیا۔ اس کے جوتے واپس دے دو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں یہ تو تمہارے لئے اچھی فال ہے اگر یہ پوری ہوئی تو دیکھنا کہ قتل کے بعد اس کے لباس اور اسلحہ کو اتار دوں گا۔

عقبہ کے متعلق یہ مذکورہ بالا بیان بن مالک کا ہے۔ ابو جعفر کہتے ہیں اور ابن اسحاق کے علاوہ دوسروں نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ انصاری ذی الحجہ میں بیعت کے لئے رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے ان کے جانے کے بعد اس سال کے ذی الحجہ کا بقیہ زمانہ محرم اور صفر رسولؐ اللہ مکہ میں رہے۔ ربیع الاول میں آپؐ ہجرت کر کے مدینہ روانہ ہوئے اور دو شنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول کو آپؐ مدینہ پہنچے۔ (طبری جلد ا ص ۱۲۳ سطر ۵)

انصار اور عقبیٰ اولےٰ

انصار میں اسلام کی ابتدا

ابن اسحٰق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جب اپنے دین کو غالب کرنا' نبی کو معزز بنانا اور آپ سے جو وعدے کئے تھے' انہیں پورا کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانہ حج میں نکلے' جس میں آپ نے انصار کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور عرب کے قبیلوں کے پاس پہنچے۔ جس طرح حج کے ہر زمانے میں پہنچا کرتے تھے۔ آپ عقبہ کے پاس تھے' بنی خزرج کی ایک جماعت سے آپ نے ملاقات کی' جس کی بھلائی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی۔ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے (بڑے) بوڑھوں سے روایت کی جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان لوگوں سے ملے تو فرمایا:

من انتم (تم کون ہو؟) انہوں نے کہا: بنی خزرج کے لوگ ہیں' فرمایا **امن موالی یھود** (کیا یہودیوں کے دوست؟) انہوں نے کہا: ہاں! فرمایا: **افلا تجلسون اکلمکم** (کیا تم بیٹھو گے نہیں کہ میں تم سے کچھ گفتگو کروں؟) انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم ضرور بیٹھ کر آپ سے گفتگو کریں گے۔)

دعوت اسلام

پھر وہ بیٹھ گئے تو آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی' ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ راوی نے کہا' اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کے لئے یوں تیار کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ یہودی رہتے تھے وہ اہل کتاب اور علم والے تھے اور یہ مشرک و بت پرست تھے اور اپنی بستیوں میں انہیں غلبہ حاصل تھا۔ جب ان میں کوئی لڑائی جھگڑا ہوتا' تو یہودی ان سے کہتے: ابھی چند روز میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا زمانہ بہت قریب آ چکا ہے ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ رہ کر تمہیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان لوگوں سے گفتگو فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہیں مدعو کیا تو ان میں سے بعض نے کہا: لوگو سمجھ لو' واللہ ضرور یہ نبی وہی ہے جس کا ذکر تم سے یہودی کیا کرتے تھے' دیکھو کہیں وہ اس کی جانب تم پر سبقت نہ لے جائیں۔

غرض جس چیز کی دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی' انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ آپ کی تصدیق کی اور اسلام اختیار کرتے ہوئے آپ سے عرض کی: ہم نے اپنی قوم کو ایسی حالت میں چھوڑا ہے کہ عداوت و فتنہ جس قدر ان میں ہے' کسی اور قوم میں نہیں' شاید آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان میں اتحاد پیدا کر دے گا۔ ہم ان کے پاس جائیں گے اور آپ کے معاملہ (نبوت) کی جانب انہیں بھی مدعو کریں گے' انہیں بھی آپ کے اس دین کی طرف دعوت دیں گے' جو ہم نے قبول کر لیا ہے' اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے متعلق متفق کر دیا تو کوئی آپ سے زیادہ عزیز نہ ہو گا۔

پہلے خوش نصیب

ابن اسحٰق نے کہا: میری اطلاع کے مطابق وہ بنی خزرج کے چھ آدمیوں کی جماعت تھی' ان میں بعض بنی النجار میں کے تھے' جو تیم اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ پھر بنی النجار کی بھی ایک شاخ بنی النجار بن ثعلبہ (بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر) میں سے تھے (اور وہ دو آدمی تھے) اسعد بن زرارہ (بن

عدس بن عبید بن ثعلبہ ابن غنم بن مالک بن النجار) جوابو امامہ کے نام سے مشہور تھے اور عوف ابن الحارث (بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن النجار) جو ابن عفراء کہلاتے تھے۔

(ابن ہشام نے کہا: عفراء' عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار کی بیٹی تھی۔)

ابن اسحٰق نے کہا: بعض بنی زریق کے تھے اور بنی زریق میں سے بھی شاخ عامر بن زریق (بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج کے۔) ابن ہشام نے کہا: بعض لوگ عامر بن ارزق کہتے ہیں۔

اسی شاخ کے رافع بن مالک (بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق) تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا: بنی سلمہ بن سعد (بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن الخزرج) کی شاخ بنی سواد بن غنم (بن کعب بن سلمہ) کے قطبہ بن عامر (ابن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد) تھے۔ (ابن ہشام نے کہا کہ عمرو سواد کا بیٹا تھا اور سواد کے غنم نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔)

ابن اسحٰق نے کہا: بنی حرام بن کعب (غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے عقبہ بن عامر (بن نابی بن زید بن حرام) تھے۔

بنی عبید بن عدی (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے جابر بن عبداللہ (بن راب بن النعمان بن سنان بن عبید) تھے۔ جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی' یہاں تک کہ ان میں بھی اسلام پھیل گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو۔

عقبہ اولیٰ

جب آئندہ سال آیا تو زمانہ حج میں انصار کے بارہ آدمی پہنچے اور مقام عقبہ میں رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی۔ اسی کا نام عقبتہ الاولیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عورتوں کی بیعت کے طریقے پر بیعت کی' یہ واقعہ ان لوگوں پر جنگ فرض ہونے سے پہلے کا تھا۔ ان میں بنی النجار کی شاخ بنی مالک بن النجار کے اسعد بن زرارہ (بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم ابن مالک بن النجار) بھی تھے جو ابو امامہ کے نام سے مشہور تھے' عوف و معاذ' جو حارث بن رفاعہ (بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار) کے بیٹے تھے اور جن کی ماں کا نام عفراء تھا' بنی عامر بن زریق میں سے رافع بن مالک (بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق) بھی تھے اور ذکوان بن قیس (بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق) بھی۔ (ابن ہشام نے کہا: ذکوان مہاجر بھی ہیں انصاری بھی۔)

بنی عوف بن الخزرج کی شاخ بنی غنم بن عوف بن الخزرج میں سے جو قواقل کے نام سے مشہور تھے' عبادہ

بن الصامت (ابن قیس ابن احرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم) اور ابو عبدالرحمٰن جن کا یزید بن ثعلبہ (بن خزمہ بن احرم بن عمرو بن عمارہ) تھا اور بنی غصینہ کی شاخ بلی کے جو ان کے (بنی غنم کے) حلیف تھے۔
ابن ہشام نے کہا: انھیں قوقل اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب ان کی پناہ میں کوئی شخص آتا' تو اسے ایک تیر دیتے اور کہتے: قوقل به یثرب حیث شئت (یہ تیر لے کر یثرب میں جہاں چاہے جا) نیز قوقلہ ایک قسم کی رفتار کو کہتے ہیں ----- ابن اسحاق نے کہا: بنی سالم بن عوف (بن عمرو بن عوف بن الخزرج) کی شاخ بنی العجلان بن زید (بن غنم بن سالم) میں سے عباس بن عبادہ (بن فضلہ بن مالک بن العجلان) تھے اور بنی سلمہ بن سعد (بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن الخزرج) کی شاخ بنی حرام بن کعب (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے عقبہ بن عامر (بن نابی بن زید بن حرام) تھے۔ بنی سواد بن غنم (بن کعب بن سلمہ) میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد۔
اس بیعت میں قبیلہ اوس بن حارثہ (بن ثعلبہ) بن عمرو بن عامر کی شاخ عبدالاشہل بن جشم (بن الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس) میں سے ابو الہیثم بن التیہان موجود تھے جن کا نام مالک تھا' (ابن ہشام نے کہا کہ تیہان بتخفیف و تشدید (یا) دونوں طرح کہا جاتا ہے جس طرح میت و میت دونوں کہتے ہیں۔)
بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس میں سے عویم بن ساعدہ تھے۔

پہلی بیعت

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے ابو مرثد بن عبداللہ الیزنی سے' انہوں نے عبدالرحمٰن بن عسیلہ الصنابحی سے' انہوں نے عبادہ بن الصامت سے روایت کی' انہوں نے کہا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو (بیعت) عقبہ اولیٰ میں حاضر تھے' ہم بارہ آدمی تھے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عورتوں کی سی بیعت کی۔ یہ واقعہ جنگ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے۔ نہ چوری کریں گے نہ زنا کے مرتکب ہوں گے نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے' نہ جان بوجھ کر اپنے سامنے کسی پر جھوٹا الزام لگائیں گے۔ اور نہ کسی اچھی بات میں آپ کے حکم کے خلاف جائیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اگر تم نے اس کی پوری تعمیل کی تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے سزا دے اور چاہے بخش دے۔

ابن اسحٰق نے کہا: ابن شہاب زہری نے ابو ادریس عایذ اللہ بن عبداللہ الخولانی سے سن کر ذکر کیا کہ عبداللہ بن الصامت نے ان سے بیان کیا' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقبۃ الاولیٰ کی رات میں بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے' نہ چوری کریں گے' نہ زنا کے مرتکب ہوں گے' نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے۔ نہ جان بوجھ کر اپنے سامنے کسی پر جھوٹا الزام لگائیں گے اور نہ کسی اچھی بات میں آپ کے حکم کے خلاف جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اگر تم نے اس کی پوری تعمیل کی تو تمہارے لئے جنت ہے۔ اگر ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور دنیا ہی میں مبتلائے سزا ہو گئے تو وہ سزا اس کے لئے کفارہ ہو گی اور اگر قیامت کے دن تک وہ ارتکاب گناہ پوشیدہ رکھ دیا گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو سزا دے' چاہے تو بخش دے۔

مصعبؓ بن عمیر

ابن اسحٰق نے کہا: جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر (بن ہشام بن عبد مناف' ابن عبدالدار قصی) کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان لوگوں کو قرآن پڑھائیں' اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اسی لئے مصعب کا نام مقری المدینہ پڑ گیا تھا اور ان کی قیام گاہ ابو امامہ اسعد بن زارہ بن عدس کے پاس تھی۔ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ مصعب انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے' کیونکہ اوس و خزرج ایک دوسرے کا امام بننے کو نا پسند کرتے تھے۔

مدینہ میں پہلی نماز جمعہ

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے محمد بن ابی امامہ (بن سہل بن حنیف) نے اپنے والد ابو امامہ سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت کی' انہوں نے کہا: جب ابو کعب بن مالک کی بینائی جاتی رہی تو میں ان کی رہنمائی کیا کرتا تھا۔ اور جب انہیں جمعہ کی نماز کے لئے لے کر نکلتا اور وہ جمعہ کی اذان سنتے تو ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے لئے دعا کرتے۔ یہی حالت کئی دن تک رہی' جب وہ اذن سنتے' ان کے لئے دعا اور استغفار کرتے۔ میں نے دل میں کہا: یہ تو میری کمزوری ہے کہ میں ان سے دریافت نہ کروں۔ جب جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو کیوں ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ایک جمعہ کو انہیں لے کر اسی طرح نکلا' جس طرح انہیں لے جایا کرتا تھا۔ جب انہوں نے جمعہ کی اذان سنی تو اسعد کے لئے دعا اور

استغفار کی۔ میں نے کہا: باوا جان! یہ کیا بات ہے کہ جب آپ جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو ابو امامہ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اے میرے پیارے بیٹے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینہ میں بنی بیضاء کے پتھریلے مقام کی نشیبی زمین میں، جس کا نام "نقیع الخصمات" تھا ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔ کہا، میں نے پوچھا۔ اس روز آپ کتنے آدمی تھے؟ کہا چالیس۔

اسید بن حضیر

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عبیداللہ بن المغیرہ بن معیقب اور عبداللہ بن ابی بکر (بن محمد بن عمرو بن حزم) نے بیان کیا کہ اسعد بن زرارہ، مصعب بن عمیر کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلے کو جانے کے لئے نکلے اور سعد بن معاذ (بن النعمان بن امرا القیس بن زید بن عبدالاشہل) کو لے کر، جو اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ بنی ظفر کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے۔
ابن ہشام نے کہا: ظفر کا نام کعب بن الحارث (بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس) تھا دونوں راویوں نے کہا: اس باولی کے پاس جس کا نام بر مرق تھا۔ وہ دونوں اس باغ میں بیٹھ گئے اور ان کے پاس چند وہ لوگ بھی جمع ہو گئے، جنہوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان دنوں اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے سردار تھے۔ اور دونوں اپنی قوم کے دین پر تھے، جب انہوں نے یہ خبر سنی تو سعید بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا۔ ارے تیرا باپ مرجائے۔ یہ دونوں شخص جو ہمارے محلے میں اس لئے آئے ہیں کہ ہم میں سے کمزوروں کو بیوقوف بنائیں۔ ذرا ان کے پاس چل، انہیں ڈانٹ اور ہمارے محلے میں آنے سے منع کر، کیونکہ اسعد بن زرارہ سے میرے جیسے تعلقات ہیں، تو بھی جانتا ہے اگر ایسے نہ ہوتے تو تجھ سے کہنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی، وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے، مجھے اس کے سامنے کچھ کہنے کی جرات نہیں ہوئی۔ آخر اسعد بن حضیر نے اپنا چھوٹا برچھا لیا اور ان دونوں کی طرف چلا۔ جب اسے اسعد بن زرارہ نے دیکھا تو مصعب بن عمیر سے کہا: یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آ رہا ہے۔ لہٰذا اللہ کے حقوق کا سختی سے لحاظ رکھنا۔ یعنی سچ کہنے میں لحاظ اور مروت کام میں نہ لانا۔ مصعب نے کہا: اگر وہ بیٹھے گا تو میں اس سے بات کروں گا۔ راوی نے کہا: وہ آکر گالیاں دیتے کھڑے ہو گئے اور کہا: تم ہمارے پاس کمزوروں کو بیوقوف بنانے کے لئے کیوں آئے ہو؟ اگر تم دونوں کو جان پیاری ہے تو ہم سے الگ رہا کرو۔ مصعب نے ان سے کہا: اچھا تشریف تو رکھیئے اور کچھ بات بھی تو سنئے اگر کوئی بات آپ کی مرض کے مطابق ہو تو قبول کیجئے اور اگر ناپسند ہو تو اس سے اپنے آپ کو بچایئے، انہوں نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی۔

قبول اسلام

راوی نے کہا: اس کے بعد انہوں نے اپنی چھوٹی برچھی زمین میں گاڑ دی اور ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ مصعب نے ان سے اسلام کے متعلق گفتگو کی۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان دونوں کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے کہا: واللہ ان کے اظہار اسلام سے پہلے ان کے چہرے کی چمک سے آثار اسلام کی شناخت کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: یہ چیز تو بہت ہی خوب اور بہترین ہے۔ جب تم اس دین میں کسی کو داخل کرنا چاہتے تو کیا کرتے ہو؟ دونوں نے ان سے کہا: غسل کر لیجئے' پاک صاف ہو جایئے' کپڑے بھی پاک صاف کر لیجئے' اس کے بعد حق کی گواہی دیجئے اور نماز ادا کیجئے۔ اسید کھڑے ہو گئے' غسل کیا' دونوں کپڑے پاک صاف کر لئے' حق کی گواہی دی (کلمہ پڑھا) اور کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھ لی۔ پھر ان دونوں سے کہا: میرے پیچھے ایک شخص ہے۔ اگر اس نے بھی تم دونوں کی پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی باہر نہ رہے گا۔ میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں وہ سعد بن معاذ ہے' پھر اپنی چھوٹی برچھی لی اور سعد اور ان کی قوم کی جانب واپس گئے۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

سعدؓ بن معاذ

جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں' کہ اسید جس حالت میں گیا تھا' اس سے بالکل جدا حالت میں آ رہا ہے' جب وہ آ کر' مجلس میں کھڑے ہو گئے تو سعدؓ نے کہا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی۔ واللہ مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے دونوں نے اقرار کیا' جیسا چاہو' ہم ویسا ہی کریں گے' مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ' اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے نکلے ہیں' کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا ہے' وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اسے قتل کر کے تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں' راوی نے کہا: سعد غصے میں بھرے ہوئے تیزی سے اٹھے کہ کہیں بنی حارثہ کی جانب سے ویسا ہی سلوک نہ ہو' جیسا کہ بتایا گیا ہے' پھر ان کے ہاتھ سے چھوٹی برچھی لے لی اور کہا: واللہ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم نے کچھ کام کی بات نہیں کی۔ پھر وہ نکل کر ان دونوں کے پاس گئے۔ اور جب انہیں سعدؓ نے مطمئن دیکھا تو سمجھ لیا کہ اسید نے ان دونوں کی باتیں صرف سنوانی ہیں' وہاں انہیں گالیاں دیتے کھڑے ہو گئے اور اسعد بن زرارہ سے کہا: اے ابو امامہ! سنو! اگر تم میں مجھ سے قرابت نہ ہوتی تو تم میرے ساتھ اس قسم کا ارادہ نہ کرتے' کیا تم ہمارے احاطوں میں ہم پر ایسی باتوں سے ظلم ڈھاتے ہو'

جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں؟ اسعد بن زرارہ نے (سعد کے یہاں پہنچنے سے پہلے) مصعب بن عمیر سے کہہ دیا تھا: کہ مصعب! واللہ تمہارے پاس ایسا سردار آ رہا ہے جس کے پیچھے اس کی قوم کے اسے لوگ ہیں کہ اگر وہ تمہاری پیروی کر لے تو ان کے دو شخص بھی باہر نہ جا سکیں گے' راوی نے کہا: مصعب نے ان سے کہا: کیا آپ تشریف رکھ کر کچھ بات بھی سنیں گے؟ اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور اس کی جانب آپ کی رغبت ہو تو اسے قبول کر لیجئے اور اگر ناپسند کریں تو آپ کے پاس سے ناپسندیدہ شے کو دور کر دیں گے۔ سعدؓ نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی' اس کے بعد انہوں نے اپنی چھوٹی برچھی زمین میں گاڑ دی۔ پھر مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پڑھ کر سنایا۔

قبول اسلام

ان دونوں نے کہا: واللہ ! ہم نے سعدؓ کے اظہار اسلام سے پہلے ان کے چہرے کی چمک سے آثار اسلام کی شناخت کر لی تھی' سعدؓ نے ان دونوں سے کہا: جب تم اسلام قبول کرتے اور اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کس طرح عمل کرتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: غسل کر لو' پاک صاف ہو جاؤ' کپڑے بھی پاک صاف کر لو' سچی بات کی گواہی دو اور دو رکعت نماز پڑھ لو۔ راوی نے کہا۔ پھر تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کیا' کپڑے پاک صاف کر لئے' سچی بات کی گواہی دی۔ (کلمہ توحید پڑھا) اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنی چھوٹی برچھی لی اور قوم کی مجلس کی جانب جانے کے ارادے سے چل نکلے۔ اسید بن حضیر بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

بنی عبدالاشہل کا اسلام

راوی نے کہا: جب قوم نے انہیں آتے دیکھا تو کہا: ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ سعد تمہارے پاس سے جس انداز پر گیا تھا' اس سے بالکل مختلف انداز پر وہ تمہاری جانب لوٹ رہا ہے۔
جب وہ آ کر کھڑے ہو گئے تو کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم اپنے درمیان مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے سردار' ہم سب میں زیادہ خویش پرور' سب میں بہترین رائے رکھتے ہیں اور بڑی عقل والے ہیں' انہوں نے کہا تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے' جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ' راوی نے کہا: اللہ کی قسم پھر تو بنی عبدالاشہل کے احاطے میں شام تک نہ کوئی غیر مسلم باقی رہا' نہ غیر مسلمہ' اسعد و مصعب' اسعد بن زرارہ کے مکان پر واپس گئے اور وہاں لوگوں

کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا' جس میں مسلم مرد اور عورتیں نہ ہوں' بجز بنی امیہ بن زید' خطمہ' وائل اور واقف کے گھروں کے جو اوس اللہ کہلاتے اور اوس بن حارثہ کی اولاد میں تھے۔ وہ اس لئے اسلام سے رکے رہے کہ ان میں ایک شخص ابو قیس بن الاسلت کی باتیں سنتے اور اس کی اطاعت کرتے تھے' اس کا نام صیفی تھا' وہ ان کا شاعر بھی تھا اور قائد بھی۔ اس نے انہیں اسلام سے روکا اور خود بھی رکا رہا' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب کی ہجرت فرمائی اور جنگ بدر' احد اور خندق کا زمانہ بھی گزر گیا۔

اشعار صیفی

جب وہ اسلام کو سمجھا تو اس کے متعلق اور لوگوں کے اس میں اختلاف کرنے کے باب میں کہا:

ارب الناس اشياء المت　　　　یلف الصعب منها بالذلول

اے پروردگار! چند چیزیں گڈمڈ ہو گئی ہیں' جن میں دشواریاں آسانیوں کے ساتھ خلط ملط کر دی جاتی ہیں۔

ارب الناس - اما ان ضللنا　　　　فیسرنا لمعروف السبیل

اے پرودگار عالم! اگر ہم گمراہ ہوں تو تو ہمیں نیکی کے راستے کی توفیق عطا فرما۔

فلو لا ربنا کنا یهودا　　　　و ما دین الیهود بذی شکول

اگر ہماری پرداخت کرنے والا کوئی نہ ہوتا تو ہم یہودی ہو جاتے اور یہودیوں کا دین بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے حقائق سے کوئی مشابہت ہو۔

و لو لا ربنا کنا نصاری　　　　مع الرهبان فی جبل الجلیل

اور اگر ہماری پرداخت کرنے والا نہ ہوا تو ہم نصرانی ہو جاتے' اور راہبوں کے ساتھ کوہ جلیل میں رہنے لگتے۔

و لکنا خلقنا اذ خلقنا　　　　حنیفا دیننا عن کل جیل

لیکن جب ہمیں پیدا کیا گیا تو ایسے دین والا بنا کر پیدا کیا گیا کہ تمام اقسام کے لوگوں سے ہمارا دین توحید الگ تھلگ ہے۔

نسوق الهدی ترسف مذعنات　　　　مشکفته المناکب فی الجلول

ہم قربانی کے جانور لے جاتے ہیں تو وہ جھولوں میں کھلے بازوں اس طرح فرمانبردای سے چلتے ہیں گویا مقید ہیں۔

ابن ہشام نے کہا: اس کے اشعار جن کی ابتدا **فلو لا ربنا** اور **و لو لا ربنا** اور **مکشفته المناکب** سے

ہے' انصار یا خزاعہ کے ایک شخص نے مجھے سنائے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

انصار کا سفر حج

پھر معصبؓ بن عمیر مکہ چلے گئے' مسلم انصار میں سے جو لوگ حج کو جانے والے تھے' وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہی حج کے لئے نکلے اور مکہ پہنچے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقام عقبہ میں ایام تشریق کے درمیانی دن ملنے کی قرار کر لی (اور یہ جو کچھ ہوا' اس وقت ہوا) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا' کہ ان کے ذریعے سے اپنے نبی کی مدد کرے' آپ کو غلبہ عطا ہو اسلام کا اعزاز بڑھے اور مشرک و اہل شرک ذلیل ہوں۔

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے معبد بن کعب (بن مالک بن ابی کعب بن القین) بنی سلمہ والے نے بیان کیا کہ میرے بھائی عبداللہ بن کعب نے جو انصار میں سب سے بڑا عالم تھا' اپنے والد کعب کی زبانی بیان کیا' کعب ان لوگوں میں سے تھے جو مقام عقبہ میں حاضر تھے' اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ نکلے' نماز بھی پڑھتے تھے۔ دینی مسائل کی تعلیم بھی حاصل کر لی تھی۔ ہمارے ساتھ براء بن معرور بھی تھے' جو بڑے اور ہمارے سردار تھے۔

براء بن معرور

جب ہم نے سفر اختیار کیا اور مدینہ سے نکلے تو براء نے ہم سے کہا: لوگو! میری ایک رائے ہے' نہ معلوم تم سب اس سے اتفاق کرتے ہو۔ یا نہیں۔ ہم نے کہا: وہ کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: میری رائے ہے کہ اس عمارت یعنی کعبتہ اللہ کی جانب میں اپنی پیٹھ نہ کروں' بلکہ اسی کی جانب نماز پڑھوں' ہم نے کہا: بخدا ہمیں تو یہی خبر ملی ہے کہ ہمارے نبیؐ شام کی جانب نماز ادا فرمایا کرتے ہیں' اور ہم ان کے خلاف عمل کرنا نہیں چاہتے' انہوں نے کہا: میں تو اسی کی سمت نماز پڑھتا ہوں۔ ہم نے کہا: لیکن ہم تو ایسا نہیں کریں گے' کہا: ہماری حالت یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو ہم شام کی جانب اور وہ کعبے کی سمت نماز ادا کرتے یہاں تک کہ ہم مکہ پہنچے' ہم نے ان کے اس عمل پر انہیں برا بھلا کہا: لیکن وہ اسی پر جمے رہے' اور رجوع سے انکار کیا۔ مکہ پہنچتے ہی انہوں نے مجھ سے کہا: ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس چلو کہ میں نے اس سفر میں جو کچھ کیا ہے' اس کے متعلق آپ سے دریافت کریں' کیونکہ میں نے نماز کے بارے میں تم لوگوں کی مخالفت دیکھی۔ اب میرے دل میں بھی اس کے متعلق کچھ شبہ سا پیدا ہو گیا ہے۔

پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دریافت کرتے ہوئے نکلے' کیونکہ نہ ہم آپ کو پہچانتے تھے اور نہ ہم نے اس سے پہلے آپ کو دیکھا تھا' آخر ہم مکہ کے رہنے والوں میں سے ایک شخص سے ملے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا' تو اس نے کہا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا: تو کیا ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں: (ہم عباس کو اس لئے پہچانتے تھے کہ وہ ہمیشہ تاجرانہ حیثیت سے ہمارے پاس آیا کرتے تھے) اس نے کہا: تم مسجد میں جاؤ۔ عباس کے پاس جو شخص بیٹھا ہے بس وہی ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

رسول اللہ صلعم سے ملاقات

کہا: پھر ہم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عباس بیٹھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہیں ہم نے سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے عباس سے فرمایا:

ھل تعرف ھذین الرجلین یا ابا الفضل (اے ابو الفضل! کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو۔)

انہوں نے کہا: جی ہاں یہ براء بن معرور اپنی قوم کا سردار ہے اور یہ کعب بن مالک ہے۔ کہا واللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو نہیں بھولوں گا' کہ فرمایا **الشاعر** یعنی کیا وہ کعب بن مالک جو شاعر ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! کہا: پھر براء بن معرور نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں اس حالت میں اس سفر کے لئے نکلا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی جانب رہنمائی فرما دی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس عمارت (کعبتہ اللہ) کی جانب اپنی پیٹھ نہ کروں اور میں نے اسی کی جانب نماز پڑھی۔ حالانکہ میرے ساتھیوں نے اس امر میں میری مخالفت کی۔ حتیٰ کہ میرے دل میں بھی اس کے متعلق کچھ شبہ پیدا ہو گیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ اسے کیسا خیال فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: **قد کنت علی قبلتہ لو صبرت علیھا** (تم ایک قبلے پر مامور تھے' کاش تم نے اس پر صبر کیا ہوتا' کہا: پھر تو براء نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلے کی جانب منہ کیا اور ہمارے ساتھ شام کی جانب نماز ادا کی' ان کے متعلقین کا دعویٰ ہے کہ وہ مرنے تک کعبے ہی کی جانب نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور ان کی نسبت ہم اس معاملے کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا: عون بن ایوب انصاری نے کہا ہے:

وَمِنَّا الْمُصَلِّي أَوَّلَ النَّاسِ مُقْبِلًا   عَلَى كَعْبَةِ الرَّحْمٰنِ بَيْنَ الْمَشَاعِرِ

مقام حج میں کعبتہ الرحمن کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے والا تمام لوگوں میں اولین شخص ہمیں میں سے ہے (اور اس سے شاعر کی مراد براء بن المعرور ہے اور یہ شعر ان کے ایک قصیدے کا ہے)

بیعت عقبہ

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے معبد بن مالک نے' ان سے ان کے بھائی عبداللہ بن کعب نے اور ان سے ان کے والد کعب بن مالک نے بیان کیا۔ پھر ہم حج کے لئے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقام عقبہ میں ایام تشریق کے وسط میں ملنے کی قرار داد کر لی۔ جب ہم حج سے فارغ ہو گئے اور وہ رات آئی جس کی قرار داد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی۔ ہمارے ساتھ ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھے۔ اور وہ ہمارے سرداروں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں ساتھ لیا اور اپنا یہ معاملہ اپنی قوم کے ان مشرکوں سے چھپاتے رہے۔ جو ہمارے ساتھ تھے۔ عبداللہ کی گفتگو سے اور ان سے کہا: اے ابو جابر! تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار اور سربر آوردہ لوگوں میں سے ہو' تم جس حالت میں ہو' ہمیں یہ حالت پسند نہیں کہ کل تم آگ کے ایندھن بنو۔ پھر ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ہم نے مقام عقبہ کی قرار داد لی تھی' اس کی بھی انہیں خبر دی' آخر انہوں نے اسلام اختیار کر لیا اور ہمارے ساتھ عقبہ میں موجود رہے۔ پھر ہم اس رات اپنی قوم کے ساتھ سواریوں میں سو رہے' یہاں تک کہ جب تہائی رات گزر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرار داد پر سواریوں سے تیتر کی چال یعنی دبے پاؤں نکلے۔ یہاں تک کہ ہم سب پہاڑ کی چڑھائی کے ایک دوراہے کے پاس جمع ہو گئے۔ ہم تہتر مرد تھے اور ہماری عورتیں میں سے ام عمارہ نسیبہ بنت کعب' بنی مازن بن النجار کی عورتوں میں سے ایک عورت اور ام منیع اسماء بن عمرو (بن عدی بن نابی) بنی سلمہ کی عورتوں میں سے ایک عورت' یہ دو عورتیں ہمارے ساتھ تھیں۔ پس ہم اس دوراہے پر جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لائے۔ ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ وہ اس وقت اپنی قوم کے دین پر تھے مگر انہیں اپنے بھتیجے کے معاملے میں موجود رہنے اور ان کے بارے میں پختہ ضمانت لینے کی خواہش تھی۔ پھر جب بیٹھے تو پہلے جس نے گفتگو کی وہ عباس بن عبدالمطلب تھے۔

گراں بہا ذمہ داری

انہوں نے کہا: اے گروہ خزرج ! (راوی نے کہا: عرب کے انصار اس قبیلے کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ خواہ وہ بنی خزرج ہوں یا بنی اوس) محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو ہم میں جو حیثیت حاصل ہے وہ تم لوگ جانتے ہو۔ ہم میں سے ان لوگوں نے جو ان سے متعلق ہماری رائے سے متفق ہیں' اب تک ان کی حفاظت کی ہے' یہ اپنی قوم میں عزت والے اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ لیکن یہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے طرف جانے اور تم سے مل کر رہنے کے سوا دوسری کسی بات کو مانتے ہی نہیں' اگر یہ سمجھتے ہو کہ تم انہیں جس جانب بلا رہے ہو' وہاں ان کا حق پورا پورا ادا کرو گے' اور مخالفوں سے بچاؤ گے' تو جو بار اپنی خوشی سے سر لیتے ہو' لو اور اگر انہیں لے جانے کے بعد مخالفوں کے حوالے کر دینے اور ان کی مدد سے دست بردار ہو جانے کا خیال ہو تو اسی وقت دست کش ہو جاؤ۔ کہ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں معزز و محفوظ ہیں۔ تو ہم نے ان سے کہا: آپ نے جو کچھ کہا' ہم نے سن لیا۔ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ گفتگو فرمائیے' اپنی ذات اور اپنے پروردگار کے متعلق جو اقرار (ہم سے) لینا پسند فرماتے ہیں لیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گفتگو کا آغاز فرمایا۔ قرآن کی تلاوت کی' اللہ کی جانب دعوت دی اور اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا:

ابا یعکم علی ان تمنعو نی مما تمنعون منه نساء کم و ابناء کم

میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

رسول اللہ صلعم کا عہد مبارک

براء بن معرور نے آپ کا دست مبارک تھام لیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی سے نبی بنا کر بھیجا ہے' ہمیں یہ شرطیں قبول ہیں اور ضرور ہم ان تمام چیزوں سے آپ کی حفاظت کریں گے' جن سے ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس اے اللہ کے رسول! ہم سے بیعت لے لیجئے۔ واللہ ہم سپاہی اور مسلح لوگ ہیں۔ جنگ تو ہمیں ہمارے بزرگوں کی میراث میں ملی ہے۔

براء' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابو الہیثم بن التیہان نے دخل دیا ہشام بن عبدالملک بن مروان کی ستائش میں کہتا ہے۔

فما الام التی و لدت قریشا　　بمقرفته النجار و لا عقیم

جس ماں نے قریش کو جنا ہے وہ نہ نسب کے لحاظ سے عیب دار ہے اور نہ بانجھ ہے۔

و ما قرم بلنجب من ابیکم　　　　و ملمخال با کرم من تمیم

اے قبیلہ قریش! نہ کوئی بزرگ خاندان تمہارے باپ سے زیادہ شریف ہے نہ کسی کا ماموں تمیم سے زیادہ عزت والا ہے۔

شاعر برہ بنت مر کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جو تمیم بن مرہ کی بہن اور نضر کی ماں تھی۔

بعض نے فہر بن مالک کا نام قریش بتایا ہے یعنی جو شخص فہر کی اولاد میں ہو گا وہ قرشی کہلائے گا اور جو فہر کی اولاد میں نہ ہو گا وہ قرشی نہ سمجھا جائے گا' قریش کا نام قریش اس لئے مشہور ہو گیا کہ تقرش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں روبتہ بن العجاج کہتا ہے:

قد کان یغنیھم عن الشغوش　　　　و الخشل من تساقط القروش

شحم و محض لیس المغشوش

چکنا گوشت اور تازہ خالص دودھ جو مسلسل تجارت اور کمائی کے سبب انہیں حاصل تھا' گیہوں اور پازیب' کنگن سے بے نیاز کرنے کے لئے کافی تھا' گوشت دودھ وغیرہ کھانے سے ان کے چہرے سرخ و سفید اور خوبصورت ہو گئے تھے' اس لئے وہ زیورات کی زینت و آرائش سے بے نیاز تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ایک قسم کے گیہوں کو شغوش کہتے ہیں' پازیب' کنگن وغیرہ کے سروں کو خشل کہا جاتا ہے اور قروش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ چربی اور خالص تازہ دودھ نے انہیں ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ابو جلدہ یشکری نے جو یشکر بن بکر بن وائل کا بیٹا تھا' کہا ہے:

اخوۃ قر شوا الذنوب علینا　　　　فی حدیث من عمر نا و قدیم

وہ ہیں تو بھائی' لیکن انہوں نے ادھر ادھر سے جمع کر کے ہم پر ایسے الزام قائم کئے ہیں جو ہماری کم عمری کے زمانے کے بھی ہیں اور اس سے پہلے کے بھی۔

ابن اسحٰق نے کہا: کہ قریش کو قریش اس لئے کہا جاتا ہے کہ متفرق ہو جانے کے بعد پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور جمع ہونے کو تقرش کہتے ہیں۔

اولاد نضر

نضر بن کنانہ کے دو بیٹے تھے' مالک اور مخلد۔ مالک کی ماں عاتکہ بنت عدوان (بن عمرو بن قیس بن عیلان) اور مجھے خبر نہیں کہ مخلد کی ماں بھی یہی تھی یا نہیں۔

ابن ہشام نے کہا: بعض روایات کے لحاظ سے صلت بن عمرو ہی ابو عمرو مدنی ہے۔ ان سب کی ماں بنت سعد

بن ظرب العدوانی تھی اور عدوان عمرو بن قیس بن عیلان کا بیٹا تھا' کثیر بن عبدالرحمن جس کا نام کثیر عزہ تھا اور بنی خزاعہ کی شاخ بنی ملیح بن عمرو میں سے تھا کہتا ہے:

الیس ابی بالصلت ام الیس اخوتی لکل ہجان من بنی النضر ازھرا

کیا میرا باپ صلت نہیں یا میرے بھائی بنی نضر کے شرفاء کی اولاد میں مشہور نہیں؟

رایت ثیاب العصب مختلط السدی بنا و بھم و الحضرمی المخصرا

فان لم تکونوا من بنی النصرفا ترکوا اراکا باذناب الفوائج اخضرا

اے مخاطب! تو ہماری اور ان کی یمنی چادروں اور حضرمی پتلی کمر والے جوتوں کی اصل و ابتدا کو بھی ایک دوسرے سے ملتی جلتی پائے گا اور اگر تم بنی نضر میں سے نہیں تو سرسبز پیلو کے جنگل کو ندیوں کی انتہاؤں تک چھوڑ دو۔

بنی خزاعہ کے جو لوگ خود کو صلت بن النضر کے خاندان سے منسوب کرتے ہیں' وہ کثیر عزہ کی ایک جماعت بنی ملیح بن عمرو ہے۔

اولاد فہر

ابن اسحٰق نے کہا: مالک بن نضر کا بیٹا فہر بن مالک تھا جس کی ماں جندلہ بن الحارث بن مضاض جرہمی تھی۔

ابن ہشام نے کہا یہ ابن مضاض ابن مضاض اکبر نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا: فہر بن مالک کے چار بیٹے تھے۔ غالب' محارب' حارث اور اسد۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔

ابن ہشام نے کہا: جندلہ فہر کی بیٹی تھی اور یہی جندلہ یربوع بن حنظلہ' بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کی ماں تھی۔ جندلہ کی ماں لیلیٰ بنت سعد تھی' جریر بن عطیہ بن الخطفی نے کہا ہے اور خطفی کا نام حذیفہ بن بدر بن سلمہ بن عوف بن کلیف بن یربوع بن حنظلہ تھا۔

و اذا غضبت رمی و رائی بالحصی ابناء و جندلتہ کخیر الجندل

جب میں غصے میں آتا ہوں تو جندلہ کے بچے' جو بہترین چٹان کی طرح قوی ہیں

رو ایسے شخص پر جو فیاض اور بھروسے کے قابل بڑی بڑی عطاؤں اور بڑے بڑے انعامات دینے والا ہے۔

محض الضریبتہ عالی الھم مختلق جلد النحیزۃ ناء بالعظیمات

پاک فطرت والا' عالی ہمت قوی مزاج' بڑی بڑی آفتوں میں بھی ثابت قدم

صعب البدیھتہ لا نکس ولا و کل ماض العزیمتہ مثلاف الکریمات

پہلی نظر میں نہایت سخت معلوم ہونے والا' نہ کمزور نہ اپنے کام دوسروں کے حوالے کرنے والا' مضبوط ارادے والا' اچھی اچھی قیمتی چیزوں کو سیر چشمی سے لٹانے والا۔

صقر توسط من کعب اذ انسبوا　　　بحبوحته المجد و الشم الرفیعات

نسب پوچھا جائے تو بنی کعب کا شہباز' خاندان' شرافت اور بلند و اعلی بستیوں میں منتخب

ثم اندبی الفیض و الفیاض مطلبا　　　و استحر طی بعد فیضاتٍ بجمات

پھر فیاض مطلب اور سرتاپا فیض پر ماتم کر اور فیوض کثیرہ کے جاتے رہنے کے بعد خوب رو۔

امسی برد مان عنا الیوم مغتربا　　　یا لھف نفسی علیه بین اموات

آج وہ ہم سے دور غریب الدیار رومان میں پڑا ہے۔ مجھے دلی افسوس ہے کہ وہ مردوں کے درمیان پڑا ہے۔

و ابکی لک الویل اما کنت باکیته　　　لعبد شمس بشرقی البینات

اے کم بخت! اگر تجھے رونا ہے تو عبد شمس کے لئے رو' جو کعبتہ اللہ کے مشرق میں ہے۔

و ہاشم فی ضریح و سط بلقعته　　　تسفی الریاح علیه بین غزات

اور ہاشم کے لئے رو' جو صحراء کے درمیان ایک قبر میں ہے عزت کی ہوائیں اس پر ریت اڑاتی رہتی ہیں۔

و نوفل کان دون القوم خالصتی　　　امسی بسلمان فی رمس بموماة

اور نوفل کے لئے رو' جو میرے خالص دوستوں میں سے تھا اور مقام سلمان کے چٹیل میدان میں زمین دوز قبر میں چلا گیا۔

لم الق مثلھم عجما ولا عربا　　　اذا استقلت بھم ادم المطیات

جب گندمی رنگ کی اونٹنیوں نے انہیں اٹھایا تو ان لوگوں کا سا نہ عجم میں مجھے کوئی ملا' نہ عرب میں۔

امست دیار ھم منھم معطلته　　　و قد یکونون زینا فی السریات

اب تو ان کی بستیاں ان سے خالی ہو گئی ہیں' لیکن ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ وہ منتخب لشکر کی زینت ہوا کرتے تھے۔

افنا ھم الدھر ام کلت سیوفھم　　　ام کل من عاش اذا و اذا المنیات

زمانے نے انہیں فنا کر دیا' یا ان کی تلواریں کند ہو گئیں یا ہر زندگی والے کے لئے ایک روز موت کا زاد راہ ہونا ہے۔

اصبحت ارضی من الا قوام بعد ھم　　　بسط الوجوه والقاء التحیات

ان کے بعد میں نے صرف لوگوں سے خندہ پیشانی اور علیک سلیک پر اکتفا کر لی ہے۔

یا عین فابکی ابا الشعث الشجیات　　　یبکمنه حسرا مثل البلیات

اے آنکھ! ابو الشست الشجیات پر رو کہ عورتیں بے چادر یا کھلے منہ قبر پر بندھی ہوئی اونٹنیوں کی طرح

اس پر رو رہی ہیں۔

یبکین اکرم من یمشی علی قدم یعو لنہ بد موع بعد عبرات

عورتیں روتی ہیں، اس شخص پر جو روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والا تھا، وہ اس کے غم میں آنسو بہاتی اور چیخنے لگتی ہیں۔

یبکین شخصا طویل الباع فاجر الی الھضیمتہ فراج الجلیلات

وہ عورتیں ایسے شخص پر روتی ہیں جو کشادہ دست اور صاحب جود و سخا تھا ظلم برداشت نہ کرنے والا، بڑی بڑی مہموں کا سر کرنے والا تھا۔

یبکین عمرو العلا اذا حان مصرعہ سمح السجیتہ بسلم العشیات

بلند مرتبہ عمرو پر روتی ہیں جب اس کی موت کا وقت آگیا وہ نہات وسیع اخلاق والا اور مہمان نواز تھا۔

یبکینہ مستکینات علی حزن یا طول ذالک من حزن و عولات

اس کے غم میں دھاڑیں مار مار کر روتی ہیں۔ ہائے یہ غم اور یہ چیخیں کس قدر دراز ہیں۔

یبکن لما جلاھن الزمان لہ خضرا الخدود کامثال الحمیات

جب زمانے نے ان عورتوں کو اس پر (ماتم کرنے) کے لئے گھر سے نکالا تو وہ اس حالت میں روتی ہیں کہ ان کے گال نیلے اور سیاہ مشکوں کی طرح پھول گئے تھے۔

محتزمات علی اوساطھن لما جر الزمان ن احداث المصیبات

جب زمانے نے نئی نئی مصیبتیں ڈالیں تو وہ بھی کمریں باندھ کر تیار ہو گئیں۔

ابیت لیلی اراعی النجم من الم ابکی و تبکی معی شجری بنیاتی

رنج و الم میں تارے گن کر رات گزارتا ہوں خود بھی روتا ہوں اور میرے غم میں شریک ہو کر میری چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی روتی ہیں۔

ما فی القروم لھم عدل و لا خطر و لا لمن تر کو اشروی بقیات

سرداران قوم میں ان لوگوں کا برابر والا اور ویسی شان و شوکت والا کوئی نہیں اور انہوں نے جو باقی چھوڑے ان میں سے کوئی ان جیسا نہیں۔

ابناؤ ھم خیر ابناء و انفسھم خیر النفوس لدی جھد الا لیات

کوششوں کی کوتاہیوں کے وقت ان کے بچے تمام بچوں سے بہتر ہیں اور وہ خود تمام اشخاص سے بہتر ہیں، یعنی کوشش کرنے سے جب دوسرے تھک جائیں تو یہ نہیں تھکتے۔

کم و ھبوا من طمر سابح ارن و من طمرۃ نھب فی طمرات

انہوں کے کتنے بہترین چست چالاک تیز دوڑنے والے گھوڑے لوٹ مار میں کام آنے والی تیز گھوڑیاں ا

عالی شان محل خیرات کر دیے۔

و من سیوف من الهندی مخلصته ومن رماح کا شطان الرکیات

اور کتنی ٹھیٹ ہندی تلواریں اور بادلیوں کی رسیوں کے سے (لمبے لمبے سیدھے) نیزے

و من توابع مما یفضلون بها عند المسائل من بذل العطیات

اور لونڈی غلام' جن پر لوگ فخر کرتے ہیں ----- سوال کے وقت دے دیتے تھے۔

فلو حسبت و احصی الحاسبون معی لم اقض افعالهم تلک الهنیات

اگر میں اور میرے ساتھ دوسرے محاسب مل کر ان کے پسندیدہ افعال کا شمار کرنا چاہیں تو پورا شمار نہ کر سکیں گے۔

هم المدلون اما معشر فخروا عند الفجار بانساب نقیات

اگر لوگ فخر کریں تو ایسے فخر کے وقت یہ لوگ ایسے نسبوں پر ناز کریں گے اور بالکل پاک صاف ہیں۔

زین البیوت التی خلوتها کنها فاصبحت منهم و حشا خلیات

جن گھروں کو انہوں نے چھوڑ دیا' وہ لوگ ان کی زینت تھے اب وہ مقامات ان لوگوں سے خالی ہو کر ڈراؤنے ہو گئے۔

اقول و العین لا ترقا مدامعها لا یبعد الله اصحاب الرزیات

یہ باتیں میں اس حالت میں کہہ رہا ہوں کہ آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہو رہے' اللہ تعالیٰ ان آفت رسیدہ لوگوں کو اپنی رحمت سے دور نہ فرمائے۔

ابن اسحاق نے کہا: ابو الشعث الشحیات ہاشم بن عبد مناف ہی کا نام ہے۔

عقبی اولیٰ کے بارہ اشخاص

جن میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

عبادہ بن الصامت وغیرہ سے مروی ہے کہ جب آئندہ سال ہوا۔ تو آپ سے بارہ آدمی ملے یہی عقبہ اولیٰ (کہلاتا) ہے۔

ان بارہ آدمیوں میں بنی البغار میں سے اسعد بن زرارہ' عوف' و معاذ' تھے دونوں موخر الذکر حارث کے فرزند تھے' ان کی والدہ عفراء تھیں۔

بنی زریق میں سے ذکوان بن قیس و رافع بن مالک تھے۔

بنی عوف بن الخزرج میں سے عبادہ بن الصامت و یزید بن ثعلبہ ابو عبدالرحمٰن تھے۔

بنی عامر بن عوف میں سے عباس بن عبادہ بن فضلہ تھے۔
بنی سلمہ میں سے عقبہ بن عامر بن نابی تھے۔
بنی سواد میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ تھے۔
یہ دس آدمی تو قبیلہ خزرج کے تھے' قبیلہ اوس میں سے دو شخص تھے۔
ابو الہیثم بن التیہان قبیلہ بلی حلیف بنی عبد الاشہل میں سے تھے۔
بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ تھے۔

یہ لوگ ایمان لائے اور بیعت خواتین کی کہ "اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں گے چوری زنا اور قتل اولاد نہ کریں گے' کوئی بہتان جو دیدہ و دانستہ بنایا ہو نہ باندھیں گے' کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کریں گے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تم وفا کرو گے تو تمہارے لئے جنت ہے جس نے ذرا کوتاہی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے خواہ وہ اس پر عذاب کرے خواہ معاف کر دے۔

اس زمانے میں جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا۔ یہ لوگ مدنیہ واپس گئے۔ اللہ نے اسلام کو غلبہ دیا اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اوس و خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کہ ہمارے یہاں کسی کو بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے' آنحضرتؐ نے ان لوگوں کے پاس مصعب بن عمیر العبدری کو بھیج دیا وہ اسعد بن زرارہ کے پاس اترے' لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

بعض اہل علم نے روایت کی کہ مصعب ان لوگوں کو جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ پھر مصعب ستر انصار کے ساتھ روانہ ہوئے' یہاں تک کہ موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

عقبہ ثانیہ

ستر اشخاص جنہوں نے آنحضرتؐ کی بیعت کی

زید بن رومان سے مروی ہے کہ جب حج کا وقت آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام لانے والے اصحاب ایک دوسرے کے پاس گئے تاکہ حج کو جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچنے کا ایک دوسرے سے وعدہ لیں اس زمان میں اسلام مدینہ میں پھیل چکا تھا۔

یہ لوگ جو ستر آدمی یا ایک دو زائد تھے اوس و خزرج کی پانچ سو آدمی کی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔

آپ نے ان لوگوں سے منا میں وسط ایام تشریق (از ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) میں نفر اول (یعنی ۱۲ ذی الحجہ) کی شب کو (ملنے کا) وعدہ کیا کہ ہجوم کو سکون ہو جائے (یعنی بھیڑ کم ہو جائے) تو یہ لوگ آپ کے پاس شعب ایمن میں پہنچ جائیں جو منا سے اترتے وقت عقبہ سے نیچے ہے اور جہاں اس زمانہ (مصنف طبقات) میں مسجد ہے۔

آپ نے انہیں حکم دیا کہ نہ تو وہ کسی سونے والے کو بیدار کریں اور نہ کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔

سکون کے بعد یہ جماعت خفیہ طور پر ایک ایک دو دو کرکے روانہ ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان لوگوں سے پہلے ہی اس مقام پر پہنچ چکے تھے۔ ہمراہ عباس بن عبدالمطلب بھی تھے ان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نظر آئے وہ رافع بن مالک الزرقی تھے پھر اور ستر لوگ پہنچ گئے ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں۔

اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: اے گروہ خزرج محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو تم لوگوں نے جہاں بلایا ہے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اپنے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے' ان کی حمایت کرتا ہے جو ان کے قول پر نہیں ہے وہ بھی باعتبار حسب و شرف آنحضرتؐ کی حفاظت کرتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سوائے تمہارے اور سب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر تم لوگ صاحب قوت و شوکت ہو' جنگ میں ماہر ہو اور سارے عرب کی عداوت میں جو تم پر ایک ہی کمان سے تیر اندازی کریں گے' مستقل ہو تو اپنی رائے پر غور کرو' آپس میں مشورہ کرو (کیونکہ آنحضرتؐ کو مدنیہ میں لے جانے میں سارے عرب سے تمہیں جنگ کرنا پڑے گی) باہم اختلاف نہ کرو' جو کچھ کرو اتحاد و اتفاق سے کرو' سب ----- سے بہتر بات وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔

البراء بن معرور نے جواب دیا' آپ نے جو کچھ کہا ہم نے سنا۔ واللہ ہمارے دلوں میں اس کے سوا ہوتا جو آپ کہتے ہیں تو ہم اسے ضرور کہہ دیتے ہم تو وفا و صدق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی اللہ کی طرف دعوت دی' اسلام کی ترغیب دی اور اس مقصد کو بیان کیا جس کے لئے یہ لوگ جمع ہوئے تھے۔

البراء بن معرور نے آپ کو ایمان اور تصدیق کی صورت میں جواب دیا' پھر عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ ہمیں بیعت کر لیجئے کیونکہ ہم لوگ اہل حلقہ ہیں جس کے ہم بزرگوں سے وارث چلے آتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے گفتگو کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی وہ ابو الہیثم بن التیہان تھے۔

سب نے کہا ہم اس کو اموال کو مصیبت اور اشراف کے قتل پر کیسے قبول کر لیں (یعنی اسلام قبول کرنے سے ہمارے جان و مال پر مصیبت آ جائے گی اس لئے ہم اسے کیونکر قبول کریں)
جب بک بک کرنے لگ تو عباس بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہا: اپنی آواز کو پست کرو ہم پر جاسوس لگے ہوئے ہیں اپنے سن رسیدہ لوگوں کو آگے کرو تاکہ تم میں سے وہی لوگ ہمارے کلام کے ذمہ دار ہوں ہمیں تمہاری قوم سے بھی تمہارے خلاف اندیشہ ہے' جب تم لوگ بیعت کر چکو تو اپنے اپنے مقامات پر چلے جاؤ۔
البراء بن معرور نے تقریر کی اور عباس بن عبدالمطلب کو جواب دیا' انہوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ اپنا ہاتھ پھیلایئے (تاکہ میں بیعت کروں۔)
سب سے پہلے شخص جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی البراء بن معرور تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ ابوالہیثم بن التیہان یا اسعد ابن زرارہ تھے پھر کل ستر آدمیوں نے بیعت کر لی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لئے تھے۔
تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اس کے سوا اور کسی کو انتخاب کر لیا گیا مرے لئے (نقیبوں کا جبرئیل) ہی انتخاب کریں گے۔
انتخاب کے بعد نقیبوں سے فرمایا: تم لوگ دوسروں کے ذمہ ہو' جیسا کہ حواریئین عیسیٰ بن مریمؑ ذمہ دار تھے۔ یا میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں۔
قوم نے بیعت کر لی اور کامل ہو گئے' تو شیطان عقبہ پر سے ایسی بلند آواز سے چلایا جو سنی گئی کہ اے اہل اخاشب کیا تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھ والے دین سے پھرنے والوں میں کوئی فائدہ ہے جنہوں نے تمہاری جنگ پر اتفاق کر لیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے کجاووں میں جلدی چلے جاؤ۔
عباس بن عبادہ بن فضلہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا' اگر آپ چاہیں تو ہم اہل منی پر اپنی تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں' حالانکہ اس شب کو سوائے (عباس بن عبادہ) کے اور کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ لہذا تم جلدی اپنے کجاووں میں چلے جاؤ۔ لوگ اپنے کجاووں میں منتشر ہو گئے۔
صبح ہوئی تو ان لوگوں کے پاس قریش کی ایک جماعت اشراف گئی' یہ لوگ شعب الانصار میں داخل ہوئے اور کہا اے گروہ خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کل شب کو ہمارے ساتھی (آنحضرتؐ) سے ملے تم

نے ان سے ہمارے ساتھ جنگ پر بیعت کی ہے۔ عرب میں جتنے قبیلے بخدا ہیں کسی کے ساتھ ہم لڑنا اس قدر برا نہیں جانتے جس قدر تم سے جنگ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ قبیلہ خزرج کے مشرکین میں سے جو لوگ وہاں تھے بڑی تیزی سے اللہ کی قسم کھانے لگے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور ہمیں تو اس کا علم بھی نہیں۔ ابن ابی کہنے لگے یہ محض باطل ہے نہ ایسی کوئی بات ہوئی ہے نہ میری قوم بغیر میرے حکم کے ایسا کرے گی میں یثرب میں ہوتا تو مجھ سے ضرور مشورہ کرتے (پھر یہاں کون سا امر مانع تھا۔)

قریش ان لوگوں کے پاس سے واپس چلے گئے البراء بن معرور نے کوچ کیا وہ مقام بطن یا جج میں آئے اور اپنے مسلمان ساتھیوں سے مل گئے۔

قریش ان لوگوں کو ہر طرف تلاش کرنے لگے مگر مدینے کے راستوں سے آگے نہ بڑھے۔ (یعنی صرف انہی راستوں پر تلاش کرتے رہے) جستجو کے لئے گروہ مقرر کر دیئے اتفاق سے سعد بن عبادہ کو پا گئے کجاوہ کی رسی سے ان کا ہاتھ گردن میں باندھ دیا اور انہیں مارنے لگے' بال (پٹے) جو کان کی لو تک دراز تھے گھسیٹنے لگے اسی طرح مکے میں لائے۔

سعد کے پاس مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ بن عبد شمس آئے دونوں نے مل کر ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔

انصار نے سعد بن عبادہ کو نہ پایا تو ان کے پاس واپس جانے کا مشورہ کیا اتفاق سے سعد انہیں نظر آ گئے' ساری جماعت نے مدینے کی طرف کوچ کیا۔

عقبہ ثانیہ کی شرطیں اور حاضرین بیعت

بیعت کی شرطیں

ابن اسحق نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کی اجازت دی تو جنگ کے لئے بیعت کی' شرطیں ان شرطوں سے علیحدہ تھیں جو عقبہ اولیٰ میں کی گئی تھیں' پہلی بیعت عورتوں کی بیعت کے الفاظ پر تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کی اجازت عطا نہیں فرمائی تھی۔ جب اللہ نے آپ کو جنگ کی اجازت مرحمت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبہ دوم میں ان لوگوں سے کالے گورے کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لی تو آپ نے اپنی ذات کے لئے بھی (عہد) لیا' اپنے پروردگار کے متعلق بھی ان پر شرطیں لگائیں۔ اور ان شرطوں کے پورا کرنے کے عوض میں ان کے لئے جنت کی قرار داد کی۔ مجھ سے عبادہ بن الولید (بن

عبادۃ بن الصامت) نے اپنے والد ولید اور اپنے دادا عبادۃ (بن الصامت) سے جو (عقبہ دوم کے منتخب) سرداروں میں سے تھے' حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے جنگ کرنے پر بیعت کی۔ اور عبادہ ان بارہ آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے آپ سے عقبہ اولیٰ میں عورتوں کی بیعت (کے الفاظ) پر بیعت کی تھی کہ ہم اپنی تنگ حالی' تونگری' خوشی' مجبوری اور ہر قطعی حکم میں' جو ہمیں دیا جائے' اطاعت و فرماں برداری کریں گے اور احکام میں حکام سے نہ جھگڑیں گے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں' حق بات کہیں گے اور اللہ (کے احکام) کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔

اوس بن حارثہ اور بنی عبدالاشہل

ابن اسحٰق نے کہا: یہ نام ہیں ان لوگوں کے جو اوس و خزرج میں سے مقام عقبہ میں حاضر ہوئے تھے' اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیعت کی تھی' یہ تہتر مرد تھے اور دو عورتیں۔

اوس بن حارثہ بن ھبلہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبدالاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج بن عمرو بن عامر بن الاوس میں سے تین شخص: اسید بن حضیر جو منتخب سردار تھے' یہ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔ سلمتہ بن سلامہ' یہ بدر میں موجود تھے' اور ابو الہیثم بن التیہان' جن کا نام مالک تھا' یہ بھی بدر میں موجود تھے۔

بنی حارثہ بن الحارث

ابن اسحٰق نے کہا: بنی حارثہ بن الحزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس میں سے تین آدمی' ظہیر بن رافع بن عدی (بن زید بن جشم بن حارثہ) ابو بردہ بن نیار' جن کا نام ہانی بن نیار (بن عمر بن عبید بن عمرو ابن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمر بن انحاف بن قضاعہ' جو ان کے حلف' اور بدر میں حاضر تھے' نہیر بن الہیثم جو بنی نابی بن مجدعہ (بن حارثہ بن الحارث ابن الخزرج بن عمرو بن مالک ابن اوس کی شاخ آل السواف بن قیس بن عامر بن نابی بن مجدعہ بن حارثہ) میں سے تھے۔

بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس میں سے پانچ شخص۔ سعد ابن خثیمہ' جو منتخب سردار اور بدر میں موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہ کر شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

ابن ہشام نے کہا: ابن اسحٰق نے انہیں بنی عمرو بن عوف کی جانب منسوب کیا ہے' حالانکہ یہ بنی غنم بن السلم میں سے تھے۔ کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص کسی قوم میں متبنی ہوتا ہے تو وہ انہیں میں رہتا تھا اور انہیں کی جانب منسوب ہوتا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا: رفاعۃ بن عبد المنذر (بن زبیر بن زید بن امیہ ابن زید بن مالک بن عوف بن عمرو) جو منتخب سردار اور بدر میں موجود تھے اور احد کے روز شہید ہوئے' عبداللہ بن جبیر (بن النعمان بن امیہ بن البرک) اور برک کا نام امرأالقیس تھا (ابن ثعلبہ بن عمر بن عوف بن مالک بن الاوس) بدر میں موجود تھے اور احد میں شہید ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے تیراندازی کرنے والوں پر امیر تھے۔

ابن ہشام کے قول کے موافق بعض نے امیہ بن البرک کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا اور معن بن عدی (بن الجد بن العجلان بن حارثہ بن صیعتہ) جو ان کے حلیف بنی بلی میں سے تھے' بدر' احد' خندق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مشاہد میں حاضر رہے اور ابوبکر کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

خزرج بن الحارثہ

خزرج بن الحارثہ (بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر) کی شاخ بنی النجار میں سے' جس کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج تھا' چھ اشخاص' ابو ایوب خالد بن زید (بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن النجار) جو بدر' احد' خندق اور تمام مشاہد میں موجود رہے اور عہد معاویہؓ میں سرزمین روم کے اندر بہ حالت غازی انتقال کیا۔

معاذ بن الحارث (بن رفاعۃ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار) بدر' احد' خندق اور تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ یہ عفراء کے بیٹے تھے۔

ان کے بھائی عوف بن الحارث بھی بدر میں موجود تھے اور اسی میں شہید ہوئے۔ یہ بھی عفراء کے فرزند تھے۔ ان کے ایک اور بھائی معوذ بن الحارث تھے اور بدر میں موجود تھے اسی میں شہید بھی ہوئے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ابوجہل بن ہشام بن المغیرۃ کو قتل کیا۔ یہ بھی عفراء کے ہی فرزند تھے۔

عمارہ بن حزم (بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن النجار) بدر' احد' خندق اور تمام مشاہدمیں موجود رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

اسعد بن زرارہ جو منتخب سردار تھے' بدر سے پہلے ہی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد تعمیر

ہو رہی تھی' انتقال کیا۔ یہ ابو امامہ مشہور تھے۔

بنی عمرو بن مبذول

بنی عمرو بن مبذول بن عامر بن مالک بن النجار میں سے ' سہیل بن عتیک بن عمرو جو بدر میں موجود تھے ایک ہی شخص۔

بنی عمرو بن مالک

غضب اور بنی عمرو بن مالک بن النجار میں سے' جو بنی حدیلہ کہلاتے ہیں' دو شخص۔ حدیلہ' مالک بن زید (مناۃ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج) کی بیٹی تھی۔

اوس بن ابت (بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار جو بدر میں موجود تھے۔

اب طلحہ' جن کا نام زید بن سہل (بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار) تھا۔ وہ بھی بدر میں تھے۔

بنی مازن النجار

بنی مازن النجار میں سے دو شخص قیس بن ابی معصعہ (عمرو بن زید بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جو بدر میں حاضر تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس روز انہیں لشکر کے پچھلے حصے پر مامور فرمایا تھا۔

عمرو بن غزیہ (بن عمرو بن ثعلبہ بن عطیہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جملہ گیارہ آدمی بنی النجار کے عقبہ میں حاضر تھے۔

ابن ہشام نے کہا ہے : عمرو بن غزیہ (بن عمرو بن ثعلبہ بن ثعلبہ بن عطیہ بن خنساء) جس کا ذکر ابن اسحٰق نے کیا ہے' وہ عمرو بن غزیہ ٭بن عمرو بن عطیہ بن خنساء) ہے۔

بلحارث بن خزرج

ابن اسحٰق نے کہا: بلحارث بن الخزرج میں سے سات شخص۔

سعد بن الربیع' جو منتخب سردار اور حاضر بدر تھے' احد میں شہید ہوئے۔

خارجہ بن زید (بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث) بدر میں حاضر تھے اور احد میں شہید ہوئے۔

عبداللہ بن رواحہ' جو منتخب سردار تھے' بدر' احد' خندق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مشاہد میں (بجز فتح مکہ اور اس کے بعد کی جنگوں کے موجود رہے) جنگ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امیر مقرر ہوئے تھے' وہیں شہید ہوئے۔

بشیر بن سعد (بن ثعبہ بن جلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث ابو النعمان بن بشیر) بدر میں حاضر تھے۔

عبداللہ بن زید (بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید (مناۃ) بن الحارث بن الخزرج) بدر میں موجود تھے۔ یہی صاحب ہیں جنہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ بتایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا' آپ نے اسی طرح اذان دینے کا حکم فرمایا۔

خلاد بن سوید (بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج) بدر' احد اور خندق میں حاضر تھے۔ بنی قریظہ کے روز شہید ہوئے۔ بنی قریظہ کے قلعوں میں سے ایک قلعے پر ان پر چکی گرائی گئی۔ جس سے سر پھٹ گیا' لوگ کہتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ان لہ لا جر شھیدین** (ان کے لئے دو شہیدوں کا اجر ہے)

عقبہ بن عمرو (بن ثعلبہ بن اسیرۃ بن عسیرۃ بن جدارۃ بن عوف بن الحارث بن الخزرج) جن کی کنیت ابو مسعود تھی۔ یہ حاضرین عقبہ میں سب سے کم عمر تھے۔ بدر میں حاضر نہ تھے۔ (عہد معاویہ میں وفات پائی۔)

بنی بیاضہ بن عامر

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ میں سے تین شخص۔

زیاد بن لبید (بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ) بدر میں بھی موجود تھے۔

فردہ بن عمرو (بن وذفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ) بدر میں بھی حاضر تھے۔ بعض نے ودفہ کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے: خالد بن قیس بن مالک بن العجلان بن عامر بن بیاضہ) بدر میں بھی تھے۔

بنی عامر زریق

بنی زریق کی شاخ عامر بن زریق (بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج) میں سے چار شخص)

رافع بن مالک، منتخب سردار ذکوان بن عبد قیس (بن خلدۃ بن مخلد بن عامر بن زریق) یہ صاحب (مدینہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے تھے اور مکہ میں آپ ہی کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اسی لئے انہیں مہاجر انصاری کہا جاتا تھا۔ بدر میں موجود تھے اور احد میں شہید ہوئے۔

عبادۃ بن قیس (بن عامر بن خلدۃ بن مخلد بن عامر بن زریق) نے بدر میں حاضری دی۔

الحارث بن قیس (بن خالد بن عامر بن زریق) بدر میں بھی حاضر رہے۔

بنی سلمہ بن سعد

بنی سلمہ بن سعد (بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن الخزرج) کی شاخ بنی عبید بن عدی (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے گیارہ آدمی۔

البراء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید، منتخب سردار جن کے متعلق بنی سلمہ کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی شرطیں قبول کیں اور منوائیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے انتقال کر گئے۔

ان کے فرزند بشر بن البراء، بدر، احد اور خندق میں حاضر رہے اور خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بکری کی زہر آلودہ گوشت کا ایک نوالہ کھانے کے سبب وہیں انتقال کر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی سلمہ سے دریافت کیا: من سید کم تم میں کا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہمارا سردار الجد بن قیس ہے۔ اگرچہ وہ منحوس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کے متعلق فرمایا تھا۔

و ای داء اکبر من البخل سید بنی سلمتہ الا بیض الجعد بشر ابن البراء

کنجوسی سے بڑھ کر کونسی بیماری ہے؟ بنی سلمہ کا سردار سفید گھونگریالے بالوں والا بشر بن البراء ہے۔

سنان بن صیفی (بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں رہے اور خندق کے روز شہید ہوئے۔ الطفیل بن النعمان (بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں موجود تھے اور خندق کے روز شہید ہوئے۔ معقل بن المنذر (بن سرح بن عبید) بدر میں تھے۔ ان کے بھائی یزید بن المنذر بدر میں بھی تھے۔ مسعود بن یزید (بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید) الضحاک بن حارثہ (بن زید بن ثعلبہ بن عبید) بدر میں بھی رہے' یزید بن خذام (بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید) جباء بن صخر (بن امیہ بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں موجود تھے۔

ابن ہشام نے کہا: بعض جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا: الطفیل بن مالک (بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں بھی تھے۔

بنی سواد اور بنی غنم

اور بنی سواد بن غنم (بن کعب بن سلمہ) کی شاخ بنی کعب بن سواد میں سے کعب بن مالک (بن ابی کعب بن القین بن کعب) صرف ایک شخص بنی غنم بن سواد (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے پانچ آدمی' سلیم بن عمرو بن حدیدۃ بن عمر بن غنم) بدر میں بھی موجود تھے۔ قطبہ بن عامر (بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم) بدر میں بھی موجود تھے ان کے بھائی یزید بن عامر (بن جذیدۃ بن عمرو بن غنم) جن کی کنیت ابو المنذر تھی بدر میں بھی حاضر تھے۔ ابو الیسر' جس کا نام کعب بن عمرو (بن عباد بن عمرو بن غنم) تھا۔ بدر میں بھی تھے۔ صیفی بن سواد بن عباد (بن عمرو بن غنم)

ابن ہشام نے کہا: صیفی بن سواد (بن عباد بن عمرو بن سواد) کے غنم نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔

بنی نابی

ابن اسحٰق نے کہا: بنی نابی بن عمرو (بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے پانچ آدمی ثعلبہ بن غنمۃ (بن عدی بن نابی) بدر میں موجود تھے اور خندق میں شہید ہوئے' عمرو بن غنمۃ (بن عدی بن نابی) عبس بن عامر (بن عدی بن نابی) بدر میں موجود تھے۔ ان کے حلیف عبداللہ بن انیس جو قضاعہ میں سے تھے خالد بن عمرو (بن عدی بن نابی)

بنی حرام بن کعب

بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے سات آدمی۔
عبداللہ بن عمرو (بن حرام بن ثعلبہ بن حرام) سردار منتخب' بدر میں موجود تھے اور احد کے روز شہید ہوئے۔ ان کے فرزند جابر بن عبداللہ' معاذ بن عمرو (بن الجموح بن زید بن حرام) بدر میں بھی موجود تھے۔ ثابت بن الجذع اور جذع کا نام ثعلبہ بن زید (بن الحارث بن حرام) طائف میں شہید ہوئے۔
عمیر بن الحارث (بن ثعلبہ بن الحارث بن حرام) بدر میں بھی موجود تھے۔ ابن ہشام نے کہا: عمیر بن الحارث (بن لیدۃ بن ثعلبہ)
ابن اسحٰق نے کہا: ان کے حلیف خدیج بن سلامتہ (بن اوس بن عمرو بن الفرافر) جو قبیلہ بلی میں سے تھے۔
معاذ بن جبل (بن عمرو بن اوس بن اوس بن عایذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اذن بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن الخزرج) جو بنی سلمہ میں رہا کرتے تھے۔ بدر اور تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس سال شام کے اندر طاعون پھیلا اسی سال مقام عمواس میں (ان کا) انتقال ہوا۔ بنی سلمہ نے انہیں اپنا متبنی کر لیا تھا۔ یہ سہل بن محمد (بن الجد بن قیس بن صخر بن خنساء ابن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ) کے مادری بھائی تھے۔
ابن ہشام نے کہا: اوس بن عباد (بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد)

عوف بن خزرج

ابن اسحٰق نے کہا: بنی عوف بن الخزرج کی شاخ بنی سالم بن عوف (بن عمرو بن عوف بن الخزرج) میں سے چار آدمی۔
عبادہ بن الصامت (بن قیس بن اصرام بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف' سردار منتخب' بدر اور تمام مشاہد میں حاضر رہے۔
ابن ہشام نے کہا: غنم بن عوف کو ان کا جد امجد قرار دیا ہے جو سالم بن عوف (بن عمرو بن عوف بن الخزرج) کا بھائی تھا۔
ابن اسحٰق نے کہا: عباس بن عبادۃ (بن نضلتہ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف) یہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام مکہ کے زمانے میں آپ کے پاس چلے گئے اور وہاں آپ کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے' اسی لئے انہیں مہاجر انصاری کہتے تھے۔ احد کے روز شہید ہوئے۔ ان کے حلیف ابو عبدالرحمٰن بن یزید بن ثعلبہ (بن خزمتہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ) جو بنی غصینہ

کی شاخ بلی میں سے تھے' عمرو بن الحارث (بن لبدہ بن عمرو بن ثعلبہ) جو قواقل کہلاتے تھے' بنی سلیم بن غنم (بن عوف بن الخزرج) میں سے تھے' جو بنی الحبلی کہلاتے تھے' دو آدمی۔

بنی سلیم بن غنم

ابن ہشام نے کہا: الحبلی کا نام صالم بن غنم بن عوف تھا۔ (نہ کہ سلیم بن غنم بن عوف) چونکہ ان کا پیٹ بڑا تھا' اس لئے الحبلی مشہور ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا: رفاعہ بن عمرو بن زید (بن عمرو بن ثعلبتہ بن مالک بن سالم بن غنم) بدر میں بھی حاضر تھے اور ان کی کنیت ابو الولید تھی۔

ابن ہشام نے کہا: بعض رفاعتہ بن مالک کہتے ہیں اور مالک' الولید بن عبداللہ (بن مالک بن ثعلبہ بن جشم بن مالک بن سالم) کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا: ان کے حلیف عقبہ بن وہب (بن کلدہ بن الجعد بن بلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم بن عوف بن بہثہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان) بدر میں موجود تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مدینہ سے ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ چلے گئے تھے۔ اس لئے مہاجر انصاری کہلاتے تھے۔

بنی ساعدہ بن کعب

ابن اسحٰق نے کہا: بنی ساعدہ بن کعب بن الخزرج میں سے دو ہی شخص تھے۔ اول سعد بن عبادۃ بن ولیم بن حارثہ بن ابی خزیمتہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدۃ) جو سردار منتخب تھے۔

دوم منذر بن عمرو (بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدۃ) سردار منتخب' بدر و احد میں حاضر رہے' بیر معونہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں امیر مقرر فرمایا تھا۔ اسی امارت کی حالت میں شہید ہوئے۔ اور یہ اعنق للیموت کہلاتے تھے۔ یعنی موت کی جانب تیز چال سے جانے والے۔

غرض جملہ اشخاص جو بیعت العقبہ میں اوس و خزرج میں سے حاضر تھے تہتر مرد تھے۔ دو عورتیں بھی تھیں' جن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دونوں نے بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بیعت میں) عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتے تھے۔ صرف ان سے اقرار لے لیتے تھے جب وہ اقرار کر لیتیں تو آپ

فرماتے۔
اذهبن قد بایعتکن جاؤ میں نے تم سے بیعت لے لی۔

دو عورتیں

(یہ دو عورتیں) بنی مازن بن نجار میں سے تھیں، ایک نسیبہ بنت کعب، (بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جن کی کنیت ام عمارہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں بھی حاضر ہوئیں، ان کے ساتھ ان کی بہن، ان کے شوہر زید بن عاصم بن کعب اور ان کے دونوں بیٹے حبیب بن زید، عبداللہ بن زید بھی حاضر رہے۔ حبیب کو یمامہ والے مسیلمتہ ا لکذاب الحنفی نے گرفتار کر لیا تھا۔ وہ ان سے کہتا تھا۔ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا رسول ہے؟ یہ کہتے : ہاں! پھر وہ کہتا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو یہ کہتے: میں نہیں سنتا۔ وہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا جاتا، یہاں تک کہ اسی کے ہاتھوں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ ان الفاظ سے کچھ زیادہ نہ کہتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا جاتا تو ایمان کا اظہار کرتے اور آپ پر درود پڑھتے۔ جب مسیلمہ کا ذکر آتا تو کہتے: میں نہیں سنتا۔ غرض نسیبہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی طرف نکلیں اور بذات خود جنگ میں شریک ہوئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو قتل کرا دیا۔ وہ اس حالت میں وہاں سے واپس ہوئیں کہ تلواروں اور برچھوں کے بارہ زخم انہیں لگے تھے۔
ابن اسحٰق نے کہا : اس حدیث کی روایت مجھے نسیتہ ہی سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کی وساطت سے سنائی۔
بنی سلمہ میں سے (دوسری عورت) ام منیع اسماء بنت عمرو (بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ) تھیں۔

مدینہ میں اسلام کی ابتدا

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس جو قبیلہ خزرج سے تھے عمرۂ رجب کے موسم میں مکہ آئے۔ اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے درمیان برسوں سے جدال و قتال کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اسی درمیان میں بعاث کی لڑائی ان میں ہو چکی تھی۔ اوس خزرج پر غالب آ چکے تھے وہ دونوں مکہ میں اس لئے آئے تھے کہ قریش کے ہم سوگند ہو کر ان کو اوس کے خلاف اپنا مددگار بنائیں۔

اسعد' عتبہ بن ربیعہ کا دوست تھا اسی کے گھر میں مقیم ہوا' ان سے کہا کہ ہمارے اور اوس کے درمیان بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں ہم تم ان کے مقابلہ پر ہم سوگند ہو جائیں۔ عتبہ نے کہا تمہارا ملک ہمارے ملک سے دور ہے اور سر دست ہم خود ایسے خلفشار میں مبتلا ہیں کہ کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس نے پوچھا وہ کیا ہے حالانکہ تم حرم خدا میں ہو اور وہ امن و امان کی جگہ ہے۔ عتبہ نے کہا ایک شخص ہم میں سے نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور ہمارے عقلوں کو جہالت و حماقت سے نسبت قرار دیتا ہے۔ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے اور ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اسعد نے پوچھا وہ تمہیں میں سے ہے یا غیروں میں سے۔ عتبہ نے کہا وہ ہم میں سے ہے بلکہ ہم میں سب سے بہتر ہے۔ وہ عبدالمطلب کا فرزند ہے ہم میں سب سے زیادہ شریف' نجیب اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ چونکہ اوس و خزرج نے بنی قریضہ اور بنفی النفیر اور بنی قینقاع کے یہودیوں سے جو ان کے درمیان تھے سنا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر مکہ میں ظاہر ہو گا اور مدینہ کی جانب ہجرت کرے گا اور بہت سے عربوں کو اپنے دین میں شامل کرے گا۔ عتبہ سے سن کر اسعد کے دل میں گزرا کہ یہ وہی پیغمبر ہو گا جس کا وہ یہودی تذکرہ کیا کرتے تھے۔ اس نے پوچھا وہ کہاں ہے۔ عتبہ نے کہا حجر اسمٰعیل میں بیٹھا ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی درہ میں رہتے ہیں اور موسم حج و عمرہ میں باہر آتے ہیں۔ اس کی باتیں مت سننا اور نہ اس سے گفتگو کرنا کیونکہ وہ جادوگر ہے' اور اپنی جادو بیانی سے لوگوں کو مسخر کر لیتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ اسعد نے کہا میں تو عمرہ کی غرض سے آیا ہوں اور مجھے مسجد میں طواف کے لئے جانا ضروری ہے۔ عتبہ نے کہا اپنے کانوں میں روئی بھر لینا تاکہ اس کی باتیں نہ سنو۔ یہ سن کر اسعد نے اپنے کانوں میں روئی بھر لی اور مسجد میں داخل ہوا۔ حضرتؐ چند بنی ہاشم کے ساتھ حجر اسمٰعیل میں بیٹھے تھے۔ وہ طواف میں مشغول ہوا۔ اور آنحضرتؐ کی طرف سے گزرا۔ حضرتؐ نے اس کی طرف نگاہ کی اور تبسم فرمایا۔ اس نے ایک مرتبہ طواف کیا دوسری مرتبہ اس کے دل میں گذرا کہ مجھ سے زیادہ جاہل کوئی نہ ہو گا۔ ایسا معاملہ مکہ میں ہو رہا ہے اور میں اس کی حقیقت معلوم نہ کروں اور مدینہ واپس چلا جاؤں۔ یہ سوچ کر کانوں سے روئی نکال پھینکی۔ پھر حضرتؐ کے قریب آیا تو کہا **نعم صباحا** یہی ان کا سلام تھا۔ حضورؐ نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا خدا نے ہم کو اس سے بہتر سلام عطا فرمایا ہے اور وہ اہل بہشت کا سلام ہے یعنی السلام علیکم۔ اسعد نے کہا ہم کو کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ آپ نے فرمایا خدا کی وحدانیت کی اور اپنی پیغمبری کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' اپنی اولاد کو فاقہ اور پریشانی کے خیال سے مت مار ڈالو۔ ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کرو' کسی کو ناحق قتل مت کرو' یتیموں کا مال مت کھاؤ' لیکن جس قدر مباح ہو جب تک کہ وہ حد بلوغ کو نہ پہنچیں۔ ناپ تول پوری پوری کرو۔ جب بات کرو انصاف اور حق سے کرو' کسی کی رعایت نہ کرو' اگرچہ وہ

تمہارے عزیز و رشتہ دار ہوں۔ خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ یہ باتیں ہیں جن کی خدا تم کو تعلیم دیتا ہے۔ شائد تم نصیحت حاصل کرو۔ جب اسعد نے یہ کلام سنا اس کے دل میں نور ایمان جلوہ گر ہوا اور سعادت ازلی نے اس کو گھیر لیا اور وہ بول اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں قبیلہ خزرج سے ہوں۔ مدینہ کا رہنے والا ہوں ہمارے اور قبیلہ اوس کے درمیان عداوت و نزاع قائم ہے' اگر خدا آپؐ کے سبب سے ہمارے اور ان کے درمیان میل و صلح کرا دے تو ہمارے نزدیک آپ سے زیادہ پیارا کوئی نہیں ہو سکتا۔ میرے ساتھ میری قوم کے کچھ لوگ آئے ہیں اگر وہ بھی یہ پیغام قبول کر لیں تو امید ہے کہ خدا ہمارے معاملہ کو آپ کے بارے میں مکمل کر دے گا۔ خدا کی قسم ہم آپ کے خیر خواہ پہلے ہی سے ہیں۔ ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے۔ وہ آپ کے آنے کی خوشخبری ہم کو دیا کرتے تھے اور آپ کی بعثت کی خبریں ہم کو سنایا کرتے تھے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا شہر آپؐ کی ہجرت کا مقام ہو گا کیونکہ یہودیوں نے ہم سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ خدا کی قسم میں اس لئے آیا تھا کہ قریش کو اپنا ہم سوگند بناؤں خدا نے ان سے بہتر مجھے ذریعہ عطا فرمایا۔ پھر ذکوان آیا۔ اسعد نے اس سے کہا یہ ہیں وہ پیغمبر یہودیوں نے جن کی بشارت دی تھی اور ان کے اوصاف سے ہم کو آگاہ کیا تھا۔ یہ سن کر وہ بھی ایمان لایا اور کہا یا رسولؐ اللہ کسی کو ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہم کو قرآن کی تعلیم دے اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دے۔ حضرت نے مصعب بن زبیر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ وہ نوجوان آدمی تھے۔ ناز و نعمت سے پلے تھے ان کے باپ ماں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ وہ کبھی مکہ سے باہر نہیں گئے تھے۔ وہ جب مسلمان ہو گئے تو ان کے والدین ان پر سختیاں کرنے لگے۔ پھر ان کو گھر سے نکال دیا تھا۔ وہ حضرتؐ کے ساتھ شعب ابی طالبؓ میں پناہ گزین تھے۔ ان کا حال بہت خراب ہو گیا تھا اور سختیاں برداشت کرنا ان کے لئے دشوار تھا۔ ان کو قرآن مجید کی آیتیں اور احکام خدا بہت کچھ معلوم تھے۔ غرض اسعد و ذکوان اور مصعب مدینہ آئے اور اپنی قوم سے آنحضرتؐ کا تذکرہ کیا اور حضرتؐ کے اوصاف بیان کئے۔ وہاں ہر قبیلہ کے ایک ایک دو دو اشخاص مسلمان ہونے لگے۔ مصعب اسد کے گھر میں مقیم تھے ہر روز قبیلہ خزرج کی مجلسوں میں جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور ان کے جوان قبول کرتے رہے۔ عبداللہ بن ابی اس وقت قبیلہ خزرج میں سب سے نمودار اور سربر آوردہ شخص تھا۔ اوس و خزرج دونوں نے سخاوت و شرافت کے باعث اتفاق کر لیا تھا کہ اس کو اپنا امیر بنا لیں اور ایک تاج اس کے لئے تیار کیا تھا ایک موتی کی تلاش تھی تاکہ اس تاج میں ٹانکیں۔ اوس کے قبیلہ کے لوگ اس کی امارت پر اس لئے راضی ہو گئے تھے کہ وہ سخی اور نہایت شریف طبیعت تھا حالانکہ ان کے قبیلہ کا نہ تھا یا اس لئے کہ وہ بعاث میں خزرج کے ساتھ شریک نہ ہوا تھا۔ اور کہا تھا کہ یہ

اوس پر تمہارا ظلم ہے۔ جب اسعد مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی خبر شائع ہوئی عبداللہ کی بادشاہی اور امارت خطرے میں پڑ گئی اس سبب سے وہ اس کے خلاف کوشش کرنے لگا۔ اسعد نے مصعب سے کہا کہ میرے خالو سعد بن معاذ روسائے اوس میں سے ہیں اور نہایت شریف و عاقل شخص ہیں اور عمرو بن عوف کا قبیلہ ان کا مطیع ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ غرض مصعب اسعد کے ساتھ سعد بن معاذ کے محلّہ میں آئے اور ایک کنویں پر بیٹھے۔ جوانوں کی ایک جماعت ان کے گرد جمع ہو گئی۔ مصعب نے ان کو قرآن کی آیتیں سنائیں۔ جب یہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچی اس نے اسید ابن احصیر سے کہا جو ان کے شرفاء میں سے تھا کہ میں نے سنا ہے کہ اسعد اس مرد قرشی کے ساتھ ہمارے محلّہ میں آیا ہے اور ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ اس حرکت سے باز رہے۔ جب اسید ان کو دکھائی دیا تو اسعد نے مصعب سے کہا یہ مرد شریف بزرگ ہے اگر یہ ہمارا ساتھی ہو جائے تو پھر ہم کامیاب ہیں۔ اسید قریب آیا تو بولا تیرے خالو نے کہا ہے کہ ہماری مجلسوں میں مت آیا کر اور ہمارے جوانوں کو گمراہ مت کرو اور اپنے لئے اوس سے خوف کر۔ مصعب نے کہا ذرا بیٹھو تو کہ میں اپنا معاملہ تم سے بیان کروں۔ اگر مناسب ہو مان لینا نہیں تو ہم تمہارے محلّہ سے چلے جائیں گے۔ اسید بیٹھ گیا۔ مصعب نے قرآن کی ایک سورۃ ان کو سنائی جس سے ان کے دل میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوا۔ اسید نے پوچھا جو شخص اس دین میں داخل ہوتا ہے اس کو کیا کرنا چاہئے؟ مصعب نے کہا پہلے وہ غسل کرتا ہے اور پاک کپڑے پہنتا ہے اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ یہ سن کر اسید کنویں میں لباس پہنے ہوئے اترا اور غسل کیا۔ پھر آیا اور اپنے کپڑوں کو نچوڑا اور کہا کلمہ شہادتین مجھے سکھاؤ۔ پھر اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اسعد سے کہا میں جاتا ہوں اور تمہارے خالو کو جس طرح ممکن ہو گا تدبیر و کوشش کر کے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ جب اسید نیک اختر اس سعد اکبر کے پاس پہنچے سعد دور سے دیکھتے ہی بولے کہ اسید کی وہ صورت نہیں معلوم ہوتی جو یہاں سے جاتے وقت تھی۔ غرض سعد کو اسید نے جس تدبیر سے ممکن ہوا اٹھایا اور مصعب کے پاس لائے۔ مصعب نے سورۃ حم تنزیل من الرحمن الرحیم (پ۲۴ آیت ۱، ۲ سورۃ حم سجدہ) کی تلاوت کی ادھر مصعب سورۃ کی تلاوت سے فارغ ہوئے کہ نور ایمان سعد سعادت مند کی پیشانی سے چمکنے لگے۔ سعد نے کسی کو اپنے مکان بھیج کر دو لباس منگوائے اور غسل کر کے پہنا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا پھر دو رکعت نماز ادا کی اور مصعب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لائے اور کہا علانیہ تبلیغ کیجئے اور کسی کی پروا مت کیجئے۔ پھر سعد قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان آ کھڑا ہوئے اور بلند آواز سے ندا دی کہ اے فرزندان عمرو بن عوف تم سے ہر ایک مرد و زن باکرہ اور شوہر دار، بوڑھے اور جوان اور بچے میرے پاس آؤ کیونکہ آج کا وہ دن نہیں ہے کہ کوئی پردہ میں پوشیدہ رہے جب وہ سب جمع ہوئے تو کہا تم

لوگ اپنے واسطے مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں آپ کا جو حکم ہو ہم سب اطاعت کے لئے حاضر ہیں اور آپ کے کسی حکم سے انحراف نہیں کریں گے۔ آپ جو کچھ چاہتے ہیں بیان کیجئے۔ سعد نے کہا آج سے تم مردوں، عورتوں اور بچوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے۔ جب تک تم اس امر کا اقرار نہ کرلو کہ خدا واحد و یکتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسولؐ ہیں۔ میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی پشینگوئی ہم سے یہودی کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر وہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ غرض اسلام اوس و خزرج دونوں قبیلوں مں شائع اور رائج ہوا اور دونوں قبیلوں کے سردار و بزرگ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف یہودیوں سے سنے تھے۔ مصعب نے ان تمام حالات سے آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جو مسلمان ہوئے تھے اجازت دے دی کہ جس کے اعزا تکلیف و آزار پہنچاتے ہوں وہ مدینہ چلے جائیں۔ پھر تو ایک ایک کرکے مسلمان مدینہ آتے رہے اور جو شخص مدینہ آتا اوس و خزرج کے لوگ اس کو اپنے گھر لے جاتے اور اس کی خاطر و مدارت میں کوئی کمی نہ کرتے۔ اور بعضوں نے روایت کی ہے کہ نبوت کے گیارہویں سال شعب ابی طالب سے باہر آنے کے بعد قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں سے حضرتؐ کی ملاقات ہوئی۔ وہ چھ اشخاص اسعد بن زرارہ، عون بن الحرث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر اور جابر بن عبداللہ تھے۔ حضرتؐ نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم خزرج کے قبیلہ سے ہیں۔ فرمایا کچھ دیر بیٹھتے نہیں کہ تم سے کچھ باتیں کروں۔ وہ لوگ بیٹھ گئے۔ حضرت نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ انہوں نے حضرتؐ کے بیان کی سچائی مشاہدہ کی تو آپس میں کہنے لگے۔ یہ وہی پیغمبر ہے یہودی جن کی خبر دیتے رہتے تھے۔ لہٰذا ہم کو چاہئے کہ ہم سب سبقت کریں اور تمام قوموں سے پہلے ایمان لائیں۔ غرض وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مدینہ واپس گئے۔ اور آنحضرتؐ کا تذکرہ مدینہ میں ہونے لگا۔ نبوت کے بارہویں سال بارہ اشخاص انصار میں سے حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور عقبہ کے نزدیک بیعت کی۔ یہی بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ اس روایت کے مطابق اسی سال حضرتؐ نے مصعب ابن عمیر کو ان کے ساتھ بھیجا تاکہ ان کو مسائل دین سکھائیں اور قرآن اور اسلام کی دعوت دیں۔ دوسرے موسم میں نبوت کے تیرہویں سال اوس و خزرج کے بہت سے لوگ مسلمانوں اور کافروں میں سے حضرتؐ کی اطاعت کے لئے حاجوں کے ساتھ مکہ آئے۔ حضرتؐ نے ان کے پاس جا کر دریافت فرمایا کہ آیا میری حمایت کرو گے؟ میں خدا کی کتاب تمہارے سامنے پڑھتا ہوں۔ تم مسلمان ہو جاؤ تاکہ تم کو اس کے عوض بہشت میں جگہ ملے۔ انہوں نے عرض کی بے شک یا رسولؐ اللہ جو پیمان چاہئے اپنے اور خدا کے لئے ہم سے لیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا بارہویں شب منیٰ میں جمع ہو۔ غرض جب وہ لوگ حج سے فارغ ہوئے منیٰ میں جمع ہوئے۔ ان میں

بہت سے مسلمان بھی تھے۔ اور اکثر ابھی مشرک ہی تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی ان میں موجود تھا۔ حضرتؐ نے ان سے فرمایا خانہ عبدالمطلب میں سب لوگ چلو جو عقبہ پر واقع ہے لیکن ایک ایک کرکے آؤ۔ حضرتؐ کے ساتھ امیر المومنین جناب حمزہؓ اور جناب عباسؓ تھے۔ غرض شب کے وقت ستر اشخاص اوس و خزرج کے قبیلہ والے جمع ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق تہتر مرد و زن تھے۔ جب حضرتؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے بہشت کا وعدہ فرمایا' اسعد بن زرارہ' براء بن معرور اور عبداللہ بن خرام نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ ہم سے اپنے اور اپنے خدا کے لئے جو چاہئے عہد و پیان لیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا میں تم سے یہ اقرار لیتا ہوں کہ تم میری حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو اور میرے اہل بیتؑ کی حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح اپنے اہل بیت اور اولاد کی کرتے ہو۔ انہوں نے کہا اگر ہم ایسا کریں تو ہمارے لئے کیا اجر ہو گا۔ فرمایا تمہارے واسطے جنت ہو گی اور دنیا میں عرب کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور اہل عجم تمہارے اطاعت کریں گے' تم بادشاہ اور حاکم بن جاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہم کو منظور ہے۔ پھر عباس بن ضلہ جو قبیلہ اوس سے تھا کھڑا ہوا اور کہا اے گروہ اوس و خزرج جانتے ہو کہ کس عہد پر آمادگی ظاہر کر رہے ہو۔ عرب و عجم کے ساتھ قتال اور بادشاہان روئے زمین کے ساتھ جنگ پر؟ اگر یہ سمجھتے ہو کہ حضرت پر مصیبت اور سختی پڑے گی تو ان کو چھوڑ دو گے اور ان کی مدد نہ کرو گے تو ہرگز ان کو دھوکے میں نہ رکھو اور ان کو اپنے شہر میں رہنے دو اگرچہ حضرتؐ کی قوم نے مخالفت کی ہے لیکن پھر بھی وہ ان میں صاحب عزت اور مصدر فضل و کرم ہیں۔ اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ آپؐ کو تکلیف پہنچا سکے۔ یہ سن کر عبداللہ بن خرام' اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم ابن تیہان نے کہا تجھ کو ہمارے عہد و اقرار سے کیا واسطہ۔ یا رسول اللہ ہمارے خون آپ کے خون پر اور ہماری جانیں آپ کی جان پر قربان ہیں۔ آپ جو عہد اور شرط چاہئے کیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا اپنے سرداروں اور سرپرستوں میں سے بارہ اشخاص کا انتخاب کرو جس طرح جناب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب مقرر کئے تھے۔ انہوں نے عرض کی جن کو آپ چاہیں منتخب کر لیں۔ تو جبرئیل علیہ الاسلام نے تعیین کی' اور حضرت نے جبرئیلؑ کے انتخاب کے مطابق خزرج سے نو اشخاص سعد بن زرارہ' براء بن معرور' عبداللہ بن خرام پدر جابرؓ' رافع بن مالک' سعد بن عبادہ' منذر بن عمرو' عبداللہ بن رواحہ' سعد بن ربیع اور عباد بن صامت کا انتخاب فرمایا اور قبیلہ اوس سے ابو الہیثم بن تیہان' اسید بن حضیر اور سعد بن خشیمہ کو اختیار فرمایا۔ ان لوگوں نے حضرتؐ سے بیعت کی۔ اس وقت ابلیس ملعون نے عقبہ کے نزدیک ندا کی اے گروہ قریش اور اے عرب کے تمام لوگوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوس و خزرج کے ساتھ عقبہ میں ہیں وہ لوگ بیعت کر رہے ہیں کہ تم سے جنگ کریں۔ جب قریش نے یہ آواز سنی غضبناک ہوئے اور اسلحے لے کر عقبہ کی طرف چلے۔ ادھر حضرتؐ نے انصار سے فرمایا کہ اب منتشر ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اگر اجازت ہو تو ہم

ابھی ان سے جنگ کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا نے مجھے ابھی اجازت جنگ نہیں دی ہے۔ انہوں نے کہا اچھا ہمارے ساتھ نکل چلئے۔ فرمایا میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں۔ جب قریش اپنی تمام جمعیت کے ساتھ آئے۔ جناب حمزہؓ اور جناب امیرؑ اپنی اپنی تلواریں نکال کر عقبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ قریش نے جناب حمزہؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہاں کس کام کے لئے تم لوگ جمع ہوئے ہو۔ حمزہؓ نے کہا کوئی اجتماع نہیں ہے اور خدا کی قسم اگر کوئی بھی آگے بڑھا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ قریش واپس گئے اور عبداللہ بن ابی سے ملاقات ہو گئی تو کہا تمہاری قوم نے ہم سے جدال و قتال کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کی ہے۔ چونکہ عبداللہ کو علم نہ تھا اس سے کسی نے کچھ بتایا بھی نہ تھا۔ اس لئے اس نے قسم کھا کر کہا ایسا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اس کا اعتبار کیا۔ انصار مدینہ کی طرف واپس چلے گئے۔ اور آنحضرتؐ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۹۴ سطر ۶)

مدینے کی جانب ہجرت

علی بن ابراہیم، شیخ طوسی، شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے بسند ہائے معتبر آنحضرتؐ کی ہجرت کے اسباب کے بارے میں روایت کی ہے کہ جب کفار قریش نے دیکھا کہ حضرتؐ کی نبوت کا معاملہ روز بروز طاقت پکڑتا جا رہا ہے اور ہر آن ترقی پر ہے اور اس کے خلاف ان کی تدبیریں بے کار ہو گئیں اور انصار کی بیعت کی خبر بھی ان کو معلوم ہو گئی تو دار الندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جب ان پر کوئی سخت مشکل پڑتی تو وہ وہاں جمع ہو کر باہم مشورہ کرتے اور چالیس برس سے کم عمر والے کو آنے نہ دیتے۔ غرض قریش کے چالیس بوڑھے لوگ وہاں اکٹھا ہوئے۔ شیطان ملعون بھی ایک مرد پیر کی صورت میں آیا کہ وہاں داخل ہو۔ دربان نے روکا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اہل نجد میں سے ایک بوڑھا شخص ہوں تم لوگوں کو میری مناسب رائے کی ضرورت ہے۔ میں نے سنا کہ تم اس مرد کے دفیعہ کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو تو میں بھی آیا ہوں کہ اس معاملہ میں تمہیں مناسب مشورہ دوں۔ دربان نے یہ سن کر اس کو اندر جانے دیا۔ اور عیاشی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قریش نے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی کو بلایا اور دار الندوہ کی طرف چلے تاکہ حضرت رسالت مآبؐ کے دفیعہ میں وہاں مشورہ کریں۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک مرد پیر وہاں کھڑا ہے۔ اس نے بھی کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ لوگوں نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں قبیلہ مضر کا ایک بوڑھا شخص ہوں۔ جس بارے میں تم مشورہ کرنے آئے ہو میری بھی ایک بہتر رائے ہے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔ احادیث معتبرہ میں مذکورہ ہے کہ شیطان چار مرتبہ مردوں کی صورت میں مشکل ہوا کہ ہر شخص نے اس

کو دیکھا ان میں ایک یہی دار الندوہ کے مشورہ کا روز تھا۔ غرض وہ لوگ دار الندوہ میں جمع ہوئے اور غور کرنے لگے۔ ابو جہل نے کہا اے گروہ قریش عرب میں ہم سے زیادہ صاحب عزت کوئی نہیں۔ ہم خانہ خدا والے ہیں کسی نے ہمارے برابری کی طمع نہیں کی۔ ہم ہمیشہ سے اسی عزت و احترام کے ساتھ بسر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم میں محمدؐ بن عبداللہ پیدا ہوا اور نشوونما حاصل کی۔ ہم نے اس کی صلاح و نجابت اور راستگوئی کے سبب اس کو امین قرار دے دیا جب وہ اپنے سن میں کامل اور ہمارے درمیان بلند مرتبہ ہوا تو دعویٰ کرنے لگا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور آسمانی خبریں مجھ پر نازل ہوتی ہیں۔ ہماری عقلوں کو حماقت سے نسبت دیتا ہے۔ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے ہمارے جوانوں کو گمراہ اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کو جہنم میں بتاتا ہے۔ یہ باتیں ہمارے واسطے بہت سخت ہیں۔ میری ایک رائے ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ کسی کو بھیجتا ہوں تاکہ اس کو پوشیدہ طور سے قتل کر دے۔ اگر بنی ہاشم اس کا خونبہا طلب کریں گے تو ہم اس کے عوض دس خونبہا دے دیں گے۔ شیطان نے کہا یہ رائے نہایت ناقص ہے۔ پوچھا کیوں اس نے کہا اس واسطے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کرنے والا ضرور قتل کیا جائے گا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں قتل ہونا گوارا کرے۔ جب محمدؐ قتل ہو جائیں گے تو بنی ہاشم اور ان کے حلیف بنی خزاعہ طرفداری کریں گے اور ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ محمدؐ کا قاتل روئے زمین پر گھومتا پھرے آخر حرم میں لڑائیاں ہوں گی اور تم سب ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ پھر عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور ابی بن خلف نے کہا کہ ہم ایک نہایت مضبوط مکان بنواتے ہیں جس میں جھروکے ہوں اور اس کو اسی میں ڈال دیں اور راستے بند کر دیں کہ کوئی اس کے پاس نہ جا سکے۔ اس کے کھانے کے لئے انہی سوراخوں میں سے چیزیں ڈال دیا کریں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے جس طرح زہیر، نابغا، اور امراء القیس ہلاک ہوئے۔ شیطان نے کہا یہ رائے تو پہلی رائے سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ بنی ہاشم راضی نہ ہوں گے اور موسم حج میں قبائل عرب سے فریاد کریں گے اور اس کو چھڑا لے جائیں گے۔ کوئی دوسری رائے ہو تو بیان کرو۔ یہ سن کر عتبہ، شیبہ اور ابو سفیان بولے کہ ہم اس کو اپنے ملک سے نکال دیں گے اور اطمینان سے اپنے خداؤں کی عبادت کریں گے۔ اور دوسری روایت کے مطابق کہا کہ ایک دیوانہ اونٹ پر محمدؐ کو باندھ دیں اور اس اونٹ کو نیزہ سے ماریں تاکہ وہ انہی پہاڑیوں میں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ شیطان نے کہا یہ رائے سب سے بدتر ہے اگر وہ زندہ بچ گیا تو چونکہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ خوشرو اور شیریں بیان ہے اپنی فصاحت سے تمام عرب کو فریفتہ کر لے گا اور سوار و پیادوں کے لشکر تمہارے سر پر لا کھڑا کرے گا جن کے مقابلہ کی تم میں تاب و طاقت نہ ہو گی۔ اور تم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے گا۔ یہ سن کر وہ لوگ حیران ہو گئے۔ آخر بولے، کہ اے شیخ عرب آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ قریش کے ہر قبیلہ سے اور عرب کے تمام قبیلوں سے جو تمہارے موافق ہوں

ایک ایک یا زیادہ اشخاص جمع کرو اور بنی ہاشم میں سے بھی ایک شخص کو اپنا موافق بناؤ اور سب اپنے اپنے حربے لے کر یکبارگی اس پر حملہ کرو اور اس کو قتل کر دو چونکہ یہ معاملہ قریش کے تمام قبیلوں سے متعلق ہو جائے گا تو بنی ہاشم اس کے خون کا دعویٰ نہ کریں گے کیونکہ تمام قبیلوں کا مقابلہ نہ کریں گے اور اگر وہ تم سے خونبہا طلب کریں تو تین خونبہا دے دینا۔ انہوں نے کہا ہم خونبہا دے دیں گے اور بولے کہ شیخ نجدی کی رائے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اور شیخ طوسی کی روایت کی بنا پر یہ رائے ابوجہل نے دی تھی اور شیطان ملعون نے پسند کی اور پھر سب نے اس پر اتفاق کیا اور وہاں سے واپس آئے۔ بنی ہاشم میں سے ابولہب کو اپنا موافق بنایا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی اور ان کی تدبیر سے حضرتؐ کو مطلع فرمایا۔ **و اذ یکمر بک الذین کفر و المثبتوک او یقتلوک او یخرجوک یمکرون و یمکر اللہ و اللہ خیر الماکرین** (پ۹ آیت ۳۰ سورۃ الانفال) (اے رسولؐ یاد کرو اس وقت کو) جب کافروں نے تمہارے متعلق یہ مشورہ کیا کہ تم کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا مکہ سے تم کو باہر نکال دیں۔ وہ یہ مکر و فریب کرتے ہیں اور خدا ان کو اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ مکاروں کو ان کے مکر کا بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ غرض ان لوگوں نے اتفاق کیا کہ رات کو آنحضرتؐ کے گھر پر حملہ کریں اور آپ کو قتل کر دیں اور مسجد الحرام میں آئے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ اور کعبہ کے گرد ناچتے' اچھلتے' کودتے تھے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: **و ما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ** (پ۹ آیت ۳۵ سورۃ الانفال) یعنی خانہ کعبہ کے نزدیک ان کی نماز و عبادت سوائے منہ سے سیٹیاں بجانے اور ہاتھ سے تالیاں بجانے کے اور کچھ نہ تھی۔ جب رات ہوئی اور قریش مشورہ کے مطابق جمع ہوئے تاکہ حضرت کے گھر میں داخل ہوں۔ ابولہب نے کہا رات کو گھر میں جانے نہ دوں گا۔ کیونکہ اس میں بچے اور عورتیں بھی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو کوئی گزند پہنچے۔ رات بھر محمدؐ کی نگرانی کرو صبح کو ہم گھر میں داخل ہوں گے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۵۰ سطر ۱۰)

شیخ طبرسی نے بسند ہائے معتبر ہند ابن ابی ہالہ اور عمار یاسر وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر آپؐ کے قتل کے بارے میں قریش کی تدبیریں بیان کیں تو ساتھ ہی ساتھ خدا کا یہ حکم بھی پہنچایا کہ آپ مدینہ کو ہجرت فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو بلا کر قریش کے مشورہ کا حال بیان کیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھ کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے میں آج رات غار ثور میں جا کر قیام کروں گا اور تم میری جگہ میرے بستر پر سو رہو تاکہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ میں کہیں گیا ہوں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کی یا نبیؐ اللہ میرے سو رہنے سے آپؐ تو سلامت رہیں گے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر امیرالمومنینؑ خوش ہو گئے اور آنحضرتؐ پر اپنی جان فدا کرنے کے سبب حضرتؐ کی سلامتی کے لئے شکر کے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ اس امت میں پہلا سجدۂ شکر تھا۔ اور حضرت علیؑ نے اپنے رخساروں کو بھی بدل بدل کر سجدہ میں خاک پر رکھا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ

تشریف لے جائیں جس طرف خدا کا حکم ہے۔ میری جان آپؐ پر فدا ہو آپ جو حکم دیں میں جان و دل سے قبول کرنے کو حاضر ہوں اور جس طور سے آپ پسند کریں عمل کرنے کو موجود ہوں۔ اس بارہ میں اور ہر امر کے متعلق اپنے پروردگار سے توفیق کا خواستگار ہوں۔ حضرت نے فرمایا تم میری خضری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو خداوند عالم تم کو میرا شبیہ بنا دے گا اے علیؑ سمجھ لو کہ خدا اپنے دوستوں کا ایمان اور مراتب کے مطابق امتحان لیتا ہے اور پیغمبروں کا امتحان اور ان پر بلائیں تمام لوگوں سے زیادہ اور سخت ہوتی ہیں۔ اس کے بعد جو شخص سب سے زیادہ نیک ہے اس کا امتحان بھی بڑا سخت ہوتا ہے۔ میرے بھائی خدا نے تیرا امتحان لیا اور میرا امتحان تیرے بارہ میں لیا ہے۔ ویسا ہی امتحان جیسا ابراہیمؑ خلیل اور اسمٰعیلؑ ذبیح کا لیا تھا۔ اور دشمنوں کے تلواروں کے نیچے تجھ کو سلانا مجھ پر ابراہیمؑ کے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کرنے کے لئے لٹانے سے زیادہ شاق ہے اس لئے کہ تو میری جان سے زیادہ مجھ کو عزیز ہے۔ تیرا دشمنوں کی تلواروں کے نیچے اسمٰعیل کے لیٹنے سے زیادہ عظیم ہے۔ لہٰذا میرے بھائی صبر کرنا کیونکہ نیک عمل والوں سے خدا کی رحمت قریب ہوتی ہے یہ فرما کر حضرتؐ نے ان کو سینہ سے لگا لیا اور بہت روئے' امیر المومنینؑ بھی حضرتؐ کی جدائی میں روئے آخر حضرتؐ نے ان کو خدا کے سپرد کیا۔ جبرئیلؑ آئے اور حضرتؐ کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال لے گئے حالانکہ اس وقت قریش کے تمام لوگ حضرتؐ کے مکان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ حضرتؐ نے اس وقت یہ آیت تلاوت فرمائی **و جعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون** (سورۃ یٰسین پ ۲۲ آیت۹) اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار کھڑی کر دی اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا تو وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ خدا نے ان پر نیند غالب کر دی جس سے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کی خبر نہ ہو سکی۔ حضرتؐ نے ایک مٹھی خاک لے کر ان کی طرف پھینکا اور فرمایا **شاھت الوجوہ** تمہاری صورتیں قبیح ہو جائیں کہ اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ ایسا ظلم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت کے مطابق وہ سب جاگ رہے تھے خدا نے ان کی آنکھیں بند کر دیں کہ وہ آنحضرتؐ کو نہ دیکھ سکے۔ جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ غار ثور میں چلے جائیے اور وہیں چھپ جائیے۔ ادھر جناب امیر آنحضرتؐ کی جگہ سوئے حضرتؐ کی چادر اوڑھ لی اس زمانہ میں مکہ کے مکانوں میں دروازے نہیں ہوتے تھے اور دیواریں چھوٹی ہوتی تھیں۔ کفار قریش امیر المومنین علیہ السلام کو آنحضرت کے بستر پر سویا ہوا دیکھ رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ رسولؐ خدا سوئے ہوئے ہیں اور حضرتؐ پر پتھر پھینک رہے تھے۔ خاصہ اور عامہ کی متواترہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ **ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ** (آیت ۲۰۷ سورۃ بقرہ پ۲) جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوا کیونکہ آنجنابؑ نے اپنی جان پیغمبرؐ خدا پر فدا کر دی تھی۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو خدا کی خوشنودی کے عوض اپنی جان فروخت کرتا ہے۔ ثعلبی اور احمد بن حنبل نے اور غزالی نے احیاء میں ان

کے علاوہ دوسرے محدثین و مفسرین خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے کہ اس رات امیر المومنینؑ حضرت سید المرسلین کی جگہ پر سوئے تو خدا نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو وحی کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا اور تمہاری عمریں ایک دوسرے سے زیادہ مقرر کیں۔ تم میں کون اپنے بھائی کو اپنی جان کے عوض میں اختیار کرتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ جائے۔ دونوں میں سے کسی نے منظور نہ کیا تو حق تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کیوں علیؑ بن ابی طالب کے مانند نہیں ہوتے ہو کہ میں نے اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بھائی بنایا ہے وہ محمدؐ کی جگہ پر اپنی جان ان پر نثار کرکے سو رہا ہے لہٰذا جاؤ زمین پر اور اس کی دشمنوں کے شر سے حفاظت کرو۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں فرشتے آئے اور جبرئیلؑ علی کے سرہانے اور میکائیلؑ پائنتی بیٹھے اور بولے مبارک ہو مبارک ہو اے پسر ابو طالبؑ آپ کو۔ آپ کا مثل کون ہو سکتا ہے کہ خدا آپ کے بارے میں فرشتوں پر مباہات کرتا ہے۔ پھر خدا نے آیت مذکورہ ان حضرتؑ کی شان میں نازل کی۔ اور اخطب خوارزم نے جو محدثین اہل سنت سے ہیں روایت کی ہے' کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس رات میں غار میں تھا' اس کی صبح جبرئیلؑ شاد و خنداں میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا تمہارے خوشی کا کیا سبب ہے؟ کہا کیونکر نہ خوشو ہوں جبکہ میری آنکھیں روشن ہوئیں اس لئے کہ خدا نے آپؐ کے بھائی' وصی اور آپؐ کی امت کے امام کو کل رات عبادت میں فرشتوں سے زیادہ معزز فرمایا اور ان کی ذات پر فخر فرما رہا تھا۔ اور فرما رہا تھا کہ اے فرشتو زمین پر میرے پیغمبر کے بعد میری حجت کو دیکھو کہ کس طرح میرے پیغمبرؐ پر اپنی جان قربان کئے ہوئے ہے۔ پھر جبرئیلؑ کہتے ہیں کہ میں نے شکر کا سجدہ کیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اے معبود وہ تیری خلق کے پیشوا اور تیری تمام مخلوق کے مولا ہیں۔ الغرض جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کی جانب چلے حضرت ابوبکرؓ راستہ میں ملے حضرتؐ نے ان کو اس خوف سے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے یا اور کسی مصلحت سے اپنے ساتھ لے لیا۔ ہند ابی ہالہ بھی آپ کے ساتھ چلے۔ اور جب حضرتؐ غار ثور تک پہونچے۔ ہند کو بعض ضرورتوں کے لئے جو ان کے سپرد کی تھیں واپس بھیج دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ غار میں لے گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کو راستہ میں جاتے ہوئے دیکھا تو آپ کے پیچھے ہو گئے۔ حضرت یہ سمجھ کر شائد کوئی کفار قریش میں ہے تیز چلنے لگے اور آنحضرتؐ کا پیر ایک پتھر سے ٹکرایا اور زخمی ہو گیا۔ جس سے آپؐ کو سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ اسی اثناء میں آپؐ کے پاس پہنچ گئے حضرتؐ نے مصلحتہ" ان کو اپنے ساتھ لے لیا۔

شیخ طوسی نے جناب امیرؑ کی ہمشیرہ حضرت ام ہانی سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو ہجرت کا حکم دیا حضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو اپنے بستر پر سلایا اور خود سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیتیں **فھم لا یبصرون** تک پڑھتے ہوئے گھر سے روانہ ہوئے اور ایک مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینکی کہ وہ دیکھ نہ

سکے۔ حضرتؐ میرے گھر آئے۔ صبح کو مجھ سے فرمایا اے ام ہانی تم کو خوشخبری ہو کہ جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ حضرتؐ صبح اندھیرے ہی غار ثور میں تشریف لے گئے۔ تین روز وہاں رہے، چوتھے روز مدینہ روانہ ہوئے۔

سابقہ روایتوں میں مذکور ہے کہ جب صبح ہوئی کفار قریش اپنی تلواریں کھینچ کر جناب رسولؐ خدا کے گھر میں داخل ہوئے اور امیرالمومنینؑ کی طرف دوڑے۔ سب کے آگے خالد بن ولید تھا۔ شیر خدا نے اپنی جگہ سے جست کی اور ان کی طرف جھپٹے۔ خالد کو پکڑ لیا اور اس کا ہاتھ مروڑا۔ وہ اونٹ کی طرح چلانے لگا۔ حضرت نے اس کی تلوار چھین لی اور کفار کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب وہ سب مکان سے باہر نکل گئے تو سمجھے کہ یہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ کہنے لگے ہمیں تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے ان کو مجھے سپرد کیا تھا۔ تم ان کو یہاں سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ خود چلے گئے۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ابن کوائے خارجی نے امیرالمومنینؑ سے ایک مرتبہ پوچھا تھا کہ جس وقت ابوبکرؓ حضرتؐ کے ساتھ غار ثور میں تھے اے علیؑ تم کہاں تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے بستر پر سویا ہوا تھا اور حضرتؐ پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھا۔ جب قریش ہتھیار لئے ہوئے آئے اور آنحضرتؐ کو نہ دیکھا تو غضبناک ہوئے اور مجھ پر ظلم و سختی کی۔ مجھے زنجیروں سے باندھ کر گھر میں ڈال دیا اور مکان کو مقفل کر دیا اور ایک عورت کو میری نگرانی پر مقرر کر کے آنحضرتؐ کی تلاش میں چلے گئے۔ اس وقت میں نے ایک آواز سنی کہ کسی نے کہا یا علیؑ۔ ساتھ ہی میری تمام درد و تکلیفیں دور ہو گئیں۔ پھر کسی نے کہا یا علیؑ۔ اس آواز کے ساتھ تمام زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ پھر دوسری آواز سنی یا علیؑ تو تمام دروازے کھل گئے اور میں باہر نکل آیا۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۰۶ سطر ۶)

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی کہ خداوند علی الاعلیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور اکابر قریش نے تمہارے قتل کی تدبیر کی ہے۔ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ علیؑ کو اپنی جگہ پر سلا دو کیونکہ ان کی منزلت وہ ہے جو ابراہیمؑ خلیل کے نزدیک اسمٰعیلؑ کی تھی۔ وہ اپنی جان تمہاری جان پر اور اپنی روح تمہاری روح کے عوض قربان کر دے گا اور خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر کو ساتھ لے جاؤ کیونکہ ان پر درک اسفل جہنم کے بارے میں حجت تمام ہو گی یہ حکم ملتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین سے فرمایا کہ کیا تم راضی ہو کہ جب مجھے لوگ نہ پائیں اور میری جگہ تم کو دیکھیں تو ممکن ہے کہ تم کو قتل کر دیں۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں راضی ہوں کہ میری روح آپ کی روح کا فدیہ ہو جائے۔ بلکہ میں تو اس پر بھی خوش ہوں کہ آپ کے رشتہ کے بھائی یا کسی عزیز یا کسی ایسے جوان کے عوض فدا اور قربان ہو جاؤں جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

میں زندگی تو صرف آپؐ کی خدمت کے لئے چاہتا ہوں تاکہ آپؐ کے حکم و اطاعت میں صرف کر دوں اور آپؐ کے دوستوں کی صحبت میں' آپ کے پسندیدہ لوگوں کی مدد میں' اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ میں بسر کروں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایک آن دنیا میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو الحسن یہ باتیں جو تم نے کیں قبل اس کے کہ تم کہو وہ فرشتے جو لوح محفوظ پر موکل ہیں مجھ سے بیان کر چکے ہیں کہ تم ایسا کہو گے اور انہوں نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ خدا نے اس سبب سے تمہارے لئے آخرت میں کچھ ایسے مراتب مقرر کئے ہیں کہ سننے والوں نے جن کو نہ کبھی سنا ہے اور نہ دیکھنے والوں نے دیکھا ہے۔ اور نہ کسی کا تصور وہاں تک پہنچ سکتا ہے پھر حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اگر تمہارا دل تمہاری زبان کے موافق ہو گا اور خدا کی خوشنودی کے لئے میری مدد کرو گے اور میرے بعد میرے عہد و پیمان کو نہ توڑو گے اور میرے وصی اور خلیفہ کی مخالفت نہ کرو گے تو تمہارے لئے بھی ایسی ہی ثوابات ہوں گے۔ پھر بغرض اتمام حجت فرمایا اے ابوبکر آفاق آسمان کی جانب نگاہ کرو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آگ کے چند فرشتے آتشیں گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں آگ کے نیزے لئے ہوئے ندا دے رہے تھے کہ یا رسول اللہ ہم کو اپنے مخالفوں پر مامور فرمایئے تاکہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ پھر فرمایا اے ابوبکر زمین کی جانب کان لگا کر سنو۔ زمین سے آواز آئی یا رسولؐ اللہ اپنے دشمنوں کے بارے میں مجھے حکم دیجئے جو آپ فرمائیں گے عمل میں لاؤں گی۔ پھر فرمایا پہاڑوں کی طرف کان لگاؤ۔ پہاڑوں سے آواز آئی یا نبیؐ اللہ مجھ کو اپنے دشمنوں پر مامور فرمایئے کہ میں ان کو ہلاک کر دوں۔ پھر فرمایا دریاؤں کی جانب کان لگاؤ۔ حضرتؐ کا یہ کہنا تھا کہ دریا حضرتؐ کے قریب ظاہر ہو گئے ان کی موجوں سے آواز آئی کہ اپنے دشمنوں کے بارے میں جو حکم دیں ہم تعمیل کو حاضر ہیں۔ پھر آسمان و زمین' پہاڑ و دریا ہر ایک سے صدا بلند ہوئی کہ اے خدا کے حبیب خدا نے آپ کو غار میں جانے کا اس لئے حکم نہیں دیا ہے کہ آپ کفار سے عاجز ہیں بلکہ خدا چاہتا ہے کہ اپنے بندوں کا امتحان کرے اور ان میں خبیث اور پاک لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے دکھائے۔ یا رسولؐ اللہ جو شخص آپ کے عہد و پیمان کو پورا کرے گا وہ آپ کا بہشت میں رفیق ہو گا اور جو شخص ان کو توڑے گا وہ شیطان کا طبقات جنہم میں ہمنشیں ہو گا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا علیؑ تم میری آنکھ اور کان کے مانند ہو اور تم میری جان ہو۔ میں تم کو اس طرح عزیز رکھتا ہوں کہ جیسے بہت زیادہ پیاسا پانی کو دوست رکھتا ہے اور تم میری جان ہو۔ میں تم کو اسی طرح عزیز دوست رکھتا کہ جیسے بہت زیادہ پیاسا پانی کو دوست رکھتا ہے۔ پھر فرمایا اے ابو الحسن میری چادر اوڑھ لو جب کفار تمہارے پاس آئیں اور تم سے گفتگو کریں تو خدا کی توفیق سے ان کو جواب دینا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو غار ثور کی جانب تشریف لے گئے ادھر ابو جہل اور تمام مشرکین نے خانہ رسولؐ کو گھیر لیا۔ ننگی تلواریں لئے ہوئے ابو جہل نے کہا اس کے سوتے ہوئے تلواریں مت مارو یہ مناسب نہیں ہے بلکہ پتھروں سے مارو تاکہ وہ بیدار ہو جائے پھر اس کو قتل کر دو۔ ان

لوگوں نے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ جب ایک بڑا پتھر امیر المومنین کی طرف پھینکا حضرت نے اپنے سر سے چادر ہٹائی اور فرمایا یہ کیا حرکت ہے۔ ان لوگوں نے جب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا اور پہچانا تو سمجھے کہ جناب رسولؐ باہر چلے گئے۔ ابوجہل نے کہا اس بے چارہ سے مت بولو یہ محمدؐ کے فریب میں آیا ہوا ہے۔ محمدؐ نے اپنی جگہ پر اس کو سلا دیا ہے۔ تاکہ خود بچ جائے اور یہ ہلاک ہو جائے۔ جناب امیر نے فرمایا اے ابوجہل تو یہ کیا بکواس کرتا ہے؟ خدا نے مجھ کو اتنی عقل عطا فرمائی ہے کہ اگر دنیا کے تمام احمقوں اور دیوانوں پر تقسیم کر دی جائے تو یقیناً سب کے سب دانا اور عاقل ہو جائیں اور مجھے اس نے اتنی قوت عطا فرمائی ہے کہ اگر عالم کے تمام کمزوروں پر تقسیم کی جائے تو بے شک سب شجاع اور قوی ہو جائیں اور ایسا علم کامل بخشا ہے کہ اگر تمام بے عقلوں پر تقسیم کیا جائے تو بے شک سب کے سب بردبار ہو جائیں۔ اگر جناب رسولؐ خدا نے منع نہ کیا ہوتا کہ تمہارے ساتھ کوئی منازعہ کروں جب تک آنحضرتؐ کے پاس نہ پہنچ جاؤں تو بے شک تم سب کو قتل کر دیتا۔ اے ابوجہل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس راہ حق میں جس پر کہ وہ گامزن ہیں آسمان و زمین اور پہاڑ و دریا ہر ایک نے اجازت چاہی ہے کہ تم سب کو ہلاک کر دیں۔ لیکن حضرتؐ نے قبول نہ کیا اس لئے کہ خدا کے علم میں جس کا مسلمان ہونا گزر چکا ہے وہ مسلمان ہو گا اور جو لوگ مسلمان نہ ہوں گے ان کے صلبوں سے مسلمان پیدا ہونے والے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا تم سب کو ہلاک کر دیتا۔ بے شک خدا تمہارے عبادت کرنے اور مطیع ہونے سے بے نیاز ہے۔ لیکن چاہتا ہے کہ حجت تم پر پوری کر دے۔ یہ سن کر ابو البختری کو غصہ آیا اور اپنی تلوار لے کر جناب امیر پر حملہ کیا ناگاہ اس نے دیکھا کہ پہاڑوں نے اس کی طرف رخ کیا کہ اس پر گر پڑیں اور زمین شگافتہ ہوئی تاکہ اس کو نگل لے اور دریا کی موجیں اس کی طرف بڑھیں کہ اس کو غرق کر دیں اور آسمان نزدیک ہوا کہ اس پر پھٹ پڑے۔ جب اس نے یہ حالات دیکھے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ ابوجہل نے کہا اس پر صفرا غالب ہو گیا ہے اس کا سر گھوم گیا ہے۔ غرض یہ سب اسی کے خیال میں لگ گئے۔ جب امیر المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے حضرتؐ نے فرمایا اے علی جب تم ابوجہل ملعون سے گفتگو کر رہے تھے تو خدا نے تمہاری آواز اس قدر بلند کر دی کہ ملکوت السمٰوات اور جنت کے باغوں تک پہنچی۔ خزینہ داران بہشت اور حوریں کہنے لگیں کہ یہ کون ہے جو رسولؐ خدا کی طرف داری میں کلام کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ آپ کی قوم نے آپ کو وطن سے دور کر دیا اور آپ کی تکذیب کی۔ اس وقت خدا نے ان سے خطاب فرمایا کہ یہ نائب محمدؐ ہے جس نے ان کے بستر پر سو کر اپنی جان ان پر نثار کر دی۔ یہ سن کر خازنان جنت نے اشتیاق ظاہر کیا کہ پروردگار ہم کو ان کا خزینہ دار بنا دے۔ حوریں چلائیں کہ خداوند ہم کو ان کی زوجہ قرار دے۔ حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے تم کو اس کے لئے اور اس کے دوستوں اور فرمانبرداروں کے لئے پیدا کیا ہے وہ خود تم کو ان پر تقسیم

کرے گا۔ اب تم راضی ہوئے؟ انہوں نے کہا ہاں اے پروردگار ہمارے ہم راضی ہیں۔

معتبر سندوں سے منقول ہے کہ جب کفار قریش کو معلوم ہوا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے چھپ کر چلے گئے تو ان کی تلاش میں ہر طرف لوگوں کو بھیجا اور ابوجہل ملعون نے حکم دیا کہ مکہ کے اطراف میں منادی کرا دی جائے کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے پاس پکڑ کر لائے یا ان کا پتہ ہم کو بتائے کہ وہ کہاں ہیں اس کو سو اونٹ دوں گا۔ پھر ابوبکر زخزائی کو بلایا جو ہر شخص کے نقش قدم کو پہچان لیتا تھا اور کہا اے ابوبکر آج کا دن تیرے کمال کے ظاہر ہونے کا ہے۔ اگر آج تو نے یہ کام کیا تو ہم ہمیشہ تیرے ممنون رہیں گے۔ تو آنحضرتؐ کے نقش قدموں کو پہچان کرتا تا جا ہم ان کے تعاقب میں چلیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے جب آنحضرتؐ کے نقش قدم کو دیکھا تو کہا یہ محمدؐ کے قدموں کے نشانات ہیں۔ یہ اس پیر کے نقش کی شبیہ ہے جو مقام ابراہیمؑ میں ہے یعنی آنحضرتؐ کے پیر حضرت ابراہیمؑ کے پیر سے مشابہ ہیں اور دوسرے نشانات یا تو ابو قحافہ کے پیروں کے ہیں یا ان کے بیٹے کے پیروں کے ہیں۔ غرض ان لوگوں کو انہی نشانات کے ساتھ ساتھ غار کے دروازہ تک لایا جب وہ غار کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ بحکم خدا اور باعجاز آنحضرتؐ مکڑی نے جالا تان رکھا ہے اور ایک جوڑہ کبوتر بیٹھا ہوا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق کبک نے گھونسلہ بنا رکھا ہے اور انڈے دیئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ بولے یہاں تک تو وہ آئے ہیں لیکن اس غار کے اندر داخل نہیں ہوئے ہیں اگر غار میں داخل ہو جاتے تو جالا ٹوٹ جاتا اور طیور اڑ جاتے۔ یا آسمان پر چلے گئے یا زمین کے اندر سما گئے خدا نے ایک فرشتے کو بھیجا جو غار کے دروازہ پر آ کر کھڑا تھا اس نے کہا اس غار میں کوئی نہیں ہے ان دروں میں تلاش کرو۔ دوسری روایت کے مطابق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہوئے آپؐ نے ایک درخت کو طلب فرمایا وہ غار کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور خداوند عالم نے کبوتر اور مکڑی کو بھیجا کہ وہ اپنے اپنے گھر بنا لیں۔ ابن شہر آشوب کی روایت کے مطابق یہ کہ جب آنحضرتؐ اس غار پر پہنچے اس کا دروازہ بہت تنگ تھا کہ اس میں داخل ہونا دشوار تھا۔ لیکن خدا کی قدرت سے وہ اس قدر کشادہ ہو گیا کہ آپؐ اونٹ پر سوار اس میں چلے گئے پھر وہ اسی طرح تنگ ہو گیا' اور اسی وقت بحکم خدا ایک درخت در غار پر اگ آیا۔ عامہ نے روایت کی ہے کہ قریش کے خوف سے حضرت ابوبکرؓ بہت مضطرب ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کو تسلی دیتے رہے جیسا کہ خدا نے قرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفرو ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا** (آیت ۴۰' سورۃ توبہ پ ۱۰) اگر تم پیغمبرؐ کی مدد نہیں کرتے ہو تو (مت کرو) خدا نے اس کی مدد کی اس وقت جبکہ کفار مکہ نے اس کو مکہ سے نکالا اور وہ دو اشخاص تھے جبکہ دونوں غار میں تھے۔ تو آنحضرتؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ رو مت یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ **فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروھا** تو خدا نے اپنی تسکین پیغمبرؐ پر نازل کی

اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جس کو تم لوگوں نے دیکھا نہیں و جعل کلمتہ الذین کفروا السفلی و کلمتہ اللہ ھی العلیا (پ۱۰ سورہ توبہ آیت ۴۰) اور خدا نے کافروں کی بات نیچی کر دکھائی اور خدا ہی کا بول بالا ہے۔ اور وہ بلند اور غالب ہے۔ امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ کلمہ کافراں سے مراد ایمان سے بری مخص کا غار میں کفر آمیز کلام ہے۔ خدا نے تسکین پیغمبر پر نازل فرمائی حالانکہ قرآن میں جس جس جگہ تسکین کے نزول کا ذکر آیا ہے خدا نے اس ذکر میں مومنوں کو بھی شامل کیا ہے۔ لیکن یہاں چونکہ حضرتؐ کے ساتھ کوئی مومن نہ تھا اس لئے تسکین صرف حضرتؐ کے لئے مخصوص فرمائی۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۰۶ سطر ۱۳)

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب مشرکین سید المرسلین کی تلاش میں روانہ ہوئے امیر المومنین علیہ السلام اس خوف سے کہ کوئی گزند آنحضرتؐ کو نہ پہنچائیں کوہ ثبیر پر چڑھ گئے اور آنحضرتؐ کوہ حرا پر تھے' حضرتؐ نے ان کو دیکھا اور پوچھا یا علی کیا بات ہے عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں کفار آپؐ کو کوئی ایذا نہ پہنچائیں اس لئے میں بھی آپ کے پیچھے آگیا۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ۔ ادھر کوہ ثبیر بقدرت خدا اور باعجاز سید الانبیاء حرکت میں آیا اور کوہ حرا سے متصل ہو گیا۔ حضرت سید الاوصیاء نے کوہ حرا پر اپنا پیر رکھا اور کوہ ثبیر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

عیاشی نے حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے ہجرت سے ایک سال پہلے وفات پائی اور حضرت ابو طالب نے خدیجہؓ کے ایک سال بعد ریاض جنت کی جانب انتقال فرمایا۔ جب یہ دونوں حامی و مددگار سید المرسلین سے جدا ہو گئے مکہ کی زمین آنحضرتؐ پر تنگ ہو گئی اور بہت اندوہناک اور قریش کے مظالم سے دل تنگ ہوئے اور جبرئیلؑ سے اپنے حال کی شکایت کی۔ حق تعالیٰ نے حضرت کو وحی کی کہ اس شہر سے نکل جاؤ کیونکہ اس مقام کے لوگ ظالم ہیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرو کیونکہ مکہ میں اب تمہارا کوئی مددگار نہیں رہ گیا' اور مشرکین سے جہاد کرو۔ اس وقت آنحضرتؐ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ اور شیخ طوسی و شیخ طبرسی نے معتبر سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ تین روز غار میں ٹھہرے اور جناب امیرؑ حضرت کی خدمت میں آب و طعام پہنچاتے رہے اور تین سواریاں آنحضرتؐ کے لئے اور حضرت ابوبکر اور اجیر کے لئے جو راستہ جاننے والا تھا مہیا کیں۔ آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو مکہ میں چھوڑا تاکہ لوگوں کی امانتیں ادا کریں کیونکہ قریش ایام جاہلیت میں ہمیشہ آنحضرتؐ کو امانت و دیانت کے ساتھ پہچانتے تھے اور آپ کو محمد امین (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کہتے تھے اور حضرتؐ کے پاس امانتیں رکھتے تھے اسی طرح جو مخص موسم حج میں مکہ آتا اپنی چیزیں امانت کے طور پر حضرتؐ کے پاس رکھ دیتا اور بعثت کے بعد بھی وہ سب آنحضرتؐ کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ حضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ ہر صبح و شام با آواز بلند ندا کرتے رہو کہ جس مخص کی کوئی امانت آنحضرتؐ کے پاس ہو وہ آ کر مجھ سے واپس لے لے۔ اور امانتیں

علانیہ لوگوں کو واپس کرنا۔ اور اے علیؑ تم کو اپنی بیٹی پر اپنا نائب و خلیفہ مقرر کرتا ہوں اور تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اپنے واسطے اور فاطمہ زہراؑ اور اپنی ماں فاطمہؑ بنت اسد کے لئے اور بنی ہاشم میں سے ان لوگوں کے لئے جو ہجرت کرنا چاہیں سواریاں ضرور لینا۔ اس کے علاوہ بھی اور بہت سی ہدایتیں فرمائیں اور کہا جب ان تمام امور سے فارغ ہونا خدا و رسولؐ کی جانب ہجرت کے لئے تیار ہو جانا۔ اور جب میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو بلاتوقف روانہ ہو جانا۔ یہ تمام ہدایتیں فرما کر حضرت مدینہؐ کی جانب متوجہ ہوئے اور عبداللہ بن اریقط جب گوسفند چرانے غار کی طرف آیا حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ اگر میں اپنی جان تیرے سپرد کر دوں تو کیا تو اس کی حفاظت کرے گا اور ہم کو غیر معروف راستہ سے مدینہ پہنچا دے گا؟ ابن اریقط نے کہا کہ غار کے دروازہ پر مکڑی کے جالا تننے اور کبوتر کے گھونسلا بنا لینے سے میں نے جانا کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور آپ پر ایمان لایا۔ آپؐ کی حفاظت کروں گا اور جدھر آپ جائیں گے میں آپؐ کے ساتھ چلوں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا جان و دل سے منظور ہے۔ آپ کو ایسے راستے سے مدینہ لے چلوں گا کہ کوئی آپ کو دیکھنے نہ پائے گا۔ غرض وہ مدینہ روانہ ہوئے اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ سال بعثت کے پہلے مہینہ' ربیع الاول کی تیرہویں تاریخ شب پنج شنبہ غار کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی رات امیر المومنینؑ آپؐ کے بستر پر سوئے۔ اور چودھویں شب کو غار سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بہت سے معجزات آنحضرتؐ سے ظاہر ہوئے جو معجزات کے ابواب میں مذکور ہو چکے۔ اور کلینی نے بسند حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ غار سے مدینہ کی جانب متوجہ ہوئے قریش نے اعلان کیا کہ جو آنحضرتؐ کو ڈھونڈ لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا یہ سن کر ابو سراقہ بن مالک بن جعشم آپؐ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ وہ جب حضرتؐ کے قریب پہنچا حضرتؐ نے دعا کی کہ خداوندا مجھے سراقہ کے شر سے جس طرح تو چاہے محفوظ رکھ۔ تو سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہ دیکھتے ہی وہ گھوڑے سے کود پڑا اور دوڑتا ہوا حضورؐ کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ میں نے سمجھ لیا کہ یہ بلا آپ کی طرف سے آئی ہے۔ دعا فرمایئے کہ خدا میرے گھوڑے کو نجات دے۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر آپؐ کو مجھ سے کوئی بھلائی نہ ہوئی تو کوئی برائی بھی نہ ہو گی۔ یہ سن کر حضرتؐ نے دعا کی تو خدا نے اس کے گھوڑے کو نجات دی۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کے خلاف ارادہ کیا تو پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں گڑ گئے۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا اور حضرتؐ نے دعا کی اور وہ رہا ہوا۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ میرے اونٹ میرے غلام کے ساتھ موجود ہیں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو جو چاہیں لے لیں۔ میرا تیر اب نشانہ پر بیٹھ گیا۔ اب میں واپس جاتا ہوں اور آپ کی تلاش میں کسی کو نہ آنے دوں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو تیرے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵)

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی راستہ میں ام معبد کے خیمہ میں پہنچے اور اس سے کچھ کھانے کو طلب فرمایا۔ اس نے کہا اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرتؐ نے اس کے خیمہ کے ایک طرف گوسفند دیکھا جس کو لاغری اور کمزوری کے باعث چرانے نہیں بھیجا تھا۔ حضرت نے فرمایا کیا تم اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں۔ اس نے کہا اس کے دودھ نہیں ہوتا۔ اگر آپ چاہیں دوہیں۔ حضرتؐ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا وہ اسی وقت حضرتؐ کے اعجاز سے موٹی ہو گئی۔ پھر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن لٹک گئے اور دودھ سے بھر گئے بلکہ دودھ ٹپکنے لگا۔ آپؐ نے ایک پیالہ مانگا اور دودھ دوہنا شروع کیا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ ام معبد نے یہ معجزہ دیکھا تو عرض کی یا حضرتؐ میرا ایک لڑکا ہے جو سات برس کا ہو گیا ہے مگر ایک گوشت کے لوتھڑے کے مانند ہے نہ چلتا ہے نہ بولتا ہے' آپ اس کے لئے دعا فرمایئے۔ اور حضرتؐ کے پاس اس کو لائی۔ حضرتؐ نے ایک خرمہ اپنے دہن اقدس میں چبا کر اس کے منہ میں دے دیا وہ اسی وقت حضرتؐ کے اعجاز سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے اور بات کرنے لگا۔ پھر آپؐ نے خرمہ کا بیج زمین میں بو دیا وہ اسی وقت اگا' بڑھا اور ایک بڑا درخت ہو گیا اور اس میں پھل لٹکنے لگے۔ اس میں جاڑا گرمی ہر موسم میں پھل لگتے تھے۔ پھر حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے مکان کے چاروں طرف اشارہ کیا تو ہر طرف سبزہ اگ آیا۔ پھر حضرتؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس درخت میں ہمیشہ رطب موجود رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت نے رحلت فرمائی تو پھل نکلنا بند ہو گیا۔ لیکن وہ درخت ہمیشہ سرسبز رہا۔ جب امیر المومنینؑ علیہ السلام شہید ہوئے تو اس کی شادابی بھی جاتی رہی وہ خشک ہو گیا اور جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو اس درخت سے خون جاری ہو گیا۔ غرض جب ام معبد کا شوہر جنگل سے واپس آیا اور یہ تمام عجیب و غریب حالات مشاہدہ کئے تو دریافت کیا۔ اس کی عورت نے تمام ماجرا بیان کیا اور یہ اسی مرد قریشی کی برکت سے ہے۔ اس کے شوہر نے کہا یہ وہی بزرگ ہیں جن کا اہل مدینہ انتظار کر رہے ہیں۔ اور اب مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ سچے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ آیا اور مسلمان ہوا۔

شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے پہلے مقام قبا میں قبیلہ عمرو بن عوف کے پاس قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یا حضرت مدینہ میں چلئے کہ لوگ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک میرا بھائی علیؑ اور میری بیٹیؑ فاطمہ نہ آ جائیں میں داخل مدینہ نہ ہوں گا۔ وہ جس قدر اصرار کرتے تھے آنحضرتؐ اسی قدر انکار فرماتے تھے۔ آخر حضرت ابوبکر آنحضرتؐ کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ ادھر حضرت نے ابو واقد لبنی کے ہاتھ امیر المومنین کے پاس نامہ بھیجا کہ جلد از جلد میرے پاس آ جائیں۔ جب حضورؐ کا یہ خط امیر المومنینؑ کے پاس پہنچا آپ ہجرت کے لئے تیار ہو گئے اور کمزور مومنین سے فرمایا کہ رات کے وقت ہلکے پھلکے پوشیدہ طور سے نکل

چلیں اور ذی طوی میں جمع ہوں۔ اور فاطمہ زہراؑ اور اپنی والدہ معظمہ فاطمہؑ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو ہمراہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دختر زبیر جس کا نام ضباعہ تھا اور ایمن ام ایمن کا لڑکا رسولؐ خدا کا آزادہ کردہ ابو واقد کے ہمراہ جو حضرتؑ کا نامہ لایا تھا امیر المومنین کے ساتھ چلے۔ ابو واقد عورتوں کے اونٹوں کو تیز ہنکانے لگے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابو واقد عورتوں کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے اونٹوں کو آہستہ چلاؤ کیونکہ عورتیں نازک اور کمزور ہوتی ہیں۔ ابو واقد نے کہا' مجھے یہ خوف ہے کہ مکہ سے مشرکین ہمارے تعاقب میں نہ آتے ہوں۔ آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھو اور کوئی پروا نہ کرو۔ کیونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اے علیؑ ان سے تم کو ضرر نہیں پہنچے گا۔ غرض عورتوں کے اونٹ آہستہ چلانے لگے۔ اور حضرت ایک رجز پڑھ رہے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ "خدا کے سوا کوئی اور خدا اور مددگار نہیں لہٰذا کسی دوسرے کی پروا مت کر کیونکہ خداوند عالم تیرے تمام امور کا کارساز ہے۔ جب حضرت صجتنان پہنچے تو قریش کے دس سوار مسلح آپ کے پاس آئے جن کو کفار قریش نے تعاقب میں بھیجا تھا۔ ان میں سے ایک حارث بن امیہ کا غلام تھا جس کو جناح کہتے تھے وہ نہایت دلیر و بہادر تھا۔ امیر المومنینؑ کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے ایمن اور ابو واقد سے فرمایا کہ اونٹوں کو بٹھا دو اور عورتوں کو ان پر سے اتار لو۔ اور تلوار کھینچ کر ان سواروں کی جانب متوجہ ہوئے۔ ان کافروں نے حضرتؑ پر حملہ کیا اور کہا تم سمجھتے ہو کہ ان عورتوں کو تم لے جا سکو گے۔ واپس لے چلو۔ حضرت نے فرمایا اگر واپس نہ چلوں تو کیا کرو گے؟ وہ بولے تمارا سر توڑ ڈالیں گے۔ یہ کہہ کر عورتوں کے اونٹوں کی طرف بڑھے تاکہ ان کو اٹھائیں۔ حضرت نے ان کو ڈانٹا۔ جناح نے حضرت پر تلوار ماری آپ نے اس کا وار رد کرتے ہوئے اس کے شانہ پر وار کیا کہ کٹ کر گر پڑا۔ پھر حضرت گھوڑے کی یال پر بیٹھ گئے اور بھوکے شیر کے مانند اس گروہ پر جھپٹے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے کہ راہ خدا میں کوشش اور جہاد کرنے والے کا راستہ چھوڑ دو۔ بخدا سوائے خدائے یکتا کے کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ آخر وہ کفار یہ کہہ کر پلٹ گئے کہ اے فرزند ابو طالب ہم سے ہاتھ اٹھا لو ہم کو تم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اب تو مدینہ کی جانب اپنے برادر محترم رسولؐ خدا کی خدمت میں علانیہ جاتا ہوں۔ جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے خون سے زمین سیراب ہو وہ میرے نزدیک آئے۔ پھر ایمن اور ابو واقد سے فرمایا کہ اونٹوں کو کھڑا کرو اور چلو اور نہایت شکوہ و دبدبہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور صجتنان میں قیام فرمایا۔ ایک رات اور ایک دن وہاں ٹھہرے۔ تمام رات حضرتؑ مع ان طاہر خواتین کے ساتھ نماز میں مشغول رہے اور خدا کو یاد کرتے رہے کبھی کھڑے ہو کر' کبھی بیٹھے ہوئے اور کبھی لیٹے ہوئے۔ اسی حالت میں رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو نماز سے فارغ ہو کر اونٹوں کو تیار کیا اور دوسری منزل کو چلے۔ اسی طرح تمام راہ اور منزلوں پر عبادت و ذکر خدا کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور ان کے پہنچنے سے پہلے خداوند عالم نے ان کی

شان میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ **ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف الیل و النہار الایات الاولی الا لبلب** بے شک زمین اور آسمان کی خلقت میں اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ **الذین یذکرون اللہ قیاما و قعود و اعلی جنو بھم و یتفکرون فی خلق السموات و الارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحا ناک فقنا عذاب النار**☆ (پ۴۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱) (وہ صاحبان عقل وہ ہیں) جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے آسمان و زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے ان سب کو تو نے عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔ اور تو پاک ہے اس سے کہ کوئی شئے عبث و بیکار پیدا کرے تو ہم کو جہنم کی آگ سے بچا **ربنا انک من تد خل النار فقد اخذ یتہ و ما للظالمین و من انصار** (پ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۲) پالنے والے جس کو تو نے جہنم میں داخل کر دیا تو اس کو رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں بنتا۔ **ربنا اننا سمعنا منادا یا ینادی للایمان ان امنو بربکم فا منا ربنا فاغفرلنا ذ نوبنا و کفر عنا سیا تنا و توفنا مع الابرار** (پ۴ سورۃ مذکور آیت ۱۹۳) پالنے والے بے شک ہم نے ندا دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف دنیا والوں کو بلا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیوں کو مٹا دے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ محشور فرما۔ **ربنا و اتنا ما و عد تنا علی رسلک و لا تخزنا یوم القیامتہ انک لا تخلف المعیار** (آیت ۱۹۴ سورۃ مذکور) خداوندا ہم کو وہ (بہشت اور ابدی نعمتیں) عطا فرما جس کا تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے وعدہ فرمایا ہے اور روز قیامت ہم کو ذلیل و رسوا مت کرنا بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ **فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض** تو خدا نے ان کی دعائیں قبول کیں اور فرمایا کہ میں مردوں اور عورتوں میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ فرمایا کہ مرد سے مراد امیر المومنینؑ اور عورت سے مراد جناب فاطمہؑ زہراء (صلوات اللہ علیہم) ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق دونوں فاطمہ ہیں۔ اور بعض تم میں سے دوسرے بعض کے بارے میں فرمایا کہ بعض سے مراد علیؑ دوسرے بعض سے مراد فاطمہؑ یا بعض سے فاطمہؑ دوسرے بعض سے علیؑ یا بعض سے علیؑ دوسرے بعض سے تینوں فاطمہؑ یا تینوں فاطمہؑ اور دوسرے بعض سے علیؑ مراد ہیں۔ **فالذین ھاجرو و اخر جوا من دیار ھم و او ذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لا کفرن عنھم سیا تھم و لا دخلنھم جنات تجری من تحتھا النہار ثوابا من عند اللہ و اللہ عندہ حسن الثواب** (پ۴ آیت ۱۹۵ سورہ مذکور) جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر سے نکالے گئے اور میری راہ اور فرمانبرداری سے ستائے گئے اور کافروں سے جنگ کی اور مارے گئے بے شک ہم ان کے گناہوں کو مٹا دیں گے اور یقیناً ہم بہشت کے باغوں میں ان کو داخل کریں گے جن کے درختوں یا قصروں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ہے اجر خدا کی طرف سے ان کے لئے اور خدا کے لئے پاس بہترین اجر ہے۔ روایات معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ جناب

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت کی غریب مسلمان جو مکہ میں مشرکین کے ظلم و ستم میں گرفتار تھے ایک ایک کر کے بھاگ بھاگ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچتے رہے اور جس پر مشرکوں کو قابو حاصل ہو جاتا اس کو اذیتیں پہنچاتے۔ مار ڈالتے اور کلمہ کفر اور آنحضرتؐ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کرتے۔ ان میں سے عمارؓ، ان کے والد بزرگوار یاسرؓ اور ان کی مادر گرامی سمیہؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور خبابؓ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو مشرکین نے ان کو پکڑ لیا اور کلمہ کفر و ناسزا کہنے پر مجبور کیا۔ عمارؓ نے جب یہ سمجھ لیا کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق وہ کلمات نہیں کہتے تو مار ڈالتے ہیں تو جو کچھ کہ کہلانا چاہتے تھے تقیہ کے طور پر کہہ دیا لیکن ایمان ان کے دل میں مضبوط تھا اور ان کے باپ ماں نے نہیں کہا تو ان کو انتہائی تکلیفوں سے شہید کر دیا۔ اور بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو اسلام میں شہید ہوا وہ عمارؓ کے والدینؓ تھے۔ جب عمارؓ کا حال مدینہ میں لوگوں نے سنا کچھ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عمار کافر ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ عمارؓ کے رگ و ریشہ میں ایمان پیوست ہے ان کے خون اور گوشت میں ایمان ملا ہوا ہے۔ جب عمارؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے بہت روئے۔ حضرتؐ نے پوچھا تم پر کیا حادثہ گزرا عرض کی یا رسولؐ اللہ میرا حال ناگفتہ ہے۔ مجھ سے وہ لوگ دست بردار نہیں ہوئے جب تک میں نے آپ کو ناسزا نہیں کہا اور ان کے بتوں کی تعریف نہیں کی۔ حضرتؐ نے ان کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھے اور فرمایا تم پر کوئی الزام نہیں اگر پھر ایسا واقعہ درپیش آئے تو پھر ایسے ہی کہنا۔ اور کلینی نے لبسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے عمارؓ بن یاسر کو مکہ والوں نے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا۔ ان کا دل ایمان سے بھرپور تھا۔ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان** (پ ۱۴ آیت ۱۰۶ سورۃ النحل) (لیکن جو لوگ مجبور کئے جائیں اور ان کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے عمارؓ اگر کفار پھر تم سے ایسا کہلائیں تو پھر کہہ دینا کیونکہ خداوند عالم نے تمہارے لئے عذر نازل فرما دیا ہے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۱۰ سطر ۴)

شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے روایت کی ہے کہ بیعت عقبہ کے تین مہینے بعد آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور روز دو شنبہ بارہویں ربیع الاول کو داخل مدینہ ہوئے۔ انصار ہر روز مدینہ سے باہر نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اس روز بھی اپنی عادت کے مطابق آئے اور انتظار کرکے ناامید ہو گئے تو واپس چلے گئے۔ جب وہ لوگ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تو آنحضرتؐ مسجد شجرہ کے مقام پر پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے دریافت کیا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے اپنے قلعہ کے اوپر سے دیکھا کہ تین سوار ان کی طرف آ رہے ہیں مسلمانوں کو پکار کے کہا تم لوگ جن کا انتظار کرتے تھے وہ آ گئے۔ تمہارے بخت بلند اور طالع ارجمند نے تمہاری طرف رخ کیا۔ جب یہ خبر مدینہ میں شائع ہوئی، مرد عورتیں اور بچے شاد و خرم مدینہ کے باہر دوڑے ہوئے آئے۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بموجب حکم خدا قبا کی جانب متوجہ ہوئے اور وہیں قیام فرمایا۔ ع بن عوف کے قبیلہ کے لوگ آنحضرتؐ کے گرد جمع ہوئے اور بہت اظہار مسرت کیا۔ آنحضرتؐ ایک مرد صالح نابینا کے گھر مقیم ہوئے جن کا نام کلثوم تھا۔ اوس کے قبیلے والے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس دوڑے ہوئے پہنچے۔ چونکہ اوس و خزرج کے درمیان مدتوں سے جنگ کا سلسلہ رہا اس لئے خزرج کے قبیلہ والوں میں سے کوئی خوف کے سبب باہر نہ نکلا۔ جب حضرتؐ نے حاضرین کو دیکھا ان میں کوئی خزرج کا نظر نہ آیا۔ رات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ آنحضرتؐ سے جدا ہو کر مدینہ چلے آئے حضرتؐ کلثوم کے گھر قبا ہی میں رہے۔ جب آنحضرتؐ نماز مغرب و عشاء سے فارغ ہوئے تو اسعد بن زرارہ ہتھیار لگائے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا اور عذر خواہی کی اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ حضورؐ اس مقام پر آ گئے اور میں حاضر نہ ہوں گا۔ لیکن ہمارے اور ہمارے بھائیوں یعنی قبیلہ اوس کے درمیان عداوت چلی آ رہی ہے، اس سبب سے مجھے خوف ہوا کہ کوئی ناگوار بات نہ ہو جائے اس واسطے میں حاضر خدمت نہیں ہوا۔ لیکن ضبط نہ ہو سکا آخر اس وقت بیتاب ہو کر حاضر خدمت ہوا ہوں۔ حضرت نے یہ سن کر قبیلہ اوس سے خطاب فرمایا کہ تم میں کوئی ہے جو اس کو امان دے ان لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ ہماری امان حضورؐ کی امان میں ہے۔ آپ خود ان کو امان دے دیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی شخص امان دے۔ یہ سن کر عویم بن ساعدہ اور سعد بن خثیمہ نے کہا ہم امان دیتے ہیں۔ غرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آنے لگے۔ حضرتؐ کے پاس بیٹھتے تھے۔ حضرتؐ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے جب ہجرت کی آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال کی تھی۔ تین روز آپ غار میں مقیم رہے ایک روایت ہے کہ چھ روز وہاں ٹھہرے۔ اور بارہ ربیع الاول دو شنبہ کے دن۔ ایک روایت کے مطابق گیارہ ربیع الاول کو مدینہ پہنچے اور یہ ہجرت کا پہلا سال تھا لیکن ہجرت کے سال کی ابتدا محرم سے قرار دی گئی ہے۔ پہلے حضرتؐ قبا میں ٹھہرے اور کلثوم بن ہدم کے مکان میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد خثیمہ اوسی کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ تین روز یا بارہ روز کے بعد جبکہ امیر المومنینؑ آ گئے تو مدینہ میں تشریف لائے۔ قبا میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی جبکہ آپ وہاں مقیم تھے۔ مدینہ کے مسلمان آپ کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے۔ ہجرت کے ایک ماہ چند روز کے بعد نمازیں زیادہ ہونے لگیں۔ آٹھ مہینے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے درمیان مواخاۃ قائم کی اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ اسی سال اذان مقرر ہوئی۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۱۶ سطر ۱۰)

کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ سعد بن مسیب نے امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا کہ امیر المومنینؑ جس روز مسلمان ہوئے ان کی عمر کیا تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا خاموش وہ کبھی کافر نہ تھے۔ جس روز

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسالت پر مبعوث ہوئے جناب امیرؑ دس سال کے تھے وہ اس روز بھی کافر نہ تھے۔ لیکن بظاہر خدا و رسولؐ پر ایمان لانے میں اور نماز پڑھنے میں تمام اشخاص پر تین سال پہلے سبقت کی تین سال بعد دوسرے لوگ ایمان لائے اور سب سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ جو نماز پڑھی وہ ظہر کی دو رکعت تھی۔ ابتدا میں دو رکعت واجب ہوئی تھی۔ اور دس سال تک مسلمان مکہ میں دو ہی رکعت پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ آنحضرتؐ نے جناب علی مرتضیٰ کو چند امور کے انجام دینے کے واسطے مکہ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ جن کو سوائے ان کے کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعثت کے تیرہویں سال پہلی ماہ ربیع الاول روز پنج شنبہ کو مکہ سے روانہ ہوئے اور روز دو شنبہ بارہویں ربیع الاول زوال آفتاب کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور قبا میں قیام فرمایا اور نماز ظہر و عصر دو دو رکعت بجا لائے۔ آپ نے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس قیام فرمایا اور دس روز سے زیادہ مقیم رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پندرہ روز ٹھہرے تھے۔ ان لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اگر آپ ہمارے ساتھ رہنے کا قصد رکھتے ہیں تو ہم آپ کے لئے ایک مسجد تعمیر کریں۔ آپؐ نے فرمایا میں یہاں ہمیشہ قیام نہیں کروں گا میں علی بن ابی طالبؑ کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے ان کو ہدایت کی ہے کہ مجھ سے آ کر جلد ملیں۔ میں کسی منزل پر مستقل قیام نہ کروں گا اور نہ کسی مقام کو اپنا وطن بناؤں گا جب تک وہ میرے پاس نہ آ جائیں اور انشاء اللہ جلد آتے ہوں گے۔ جب امیر المومنینؑ آئے اس وقت آپؐ عمرو بن عوف کے مکان میں مقیم تھے۔ پھر آنحضرتؐ اسی وقت امیر المومنینؑ کو ساتھ لے کر بنی عوف کے پاس آ گئے۔ وہ دن جمعہ کا تھا۔ آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کے لئے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے خطوط و نشانات قائم کئے اور قبلہ کی تعیین فرمائی۔ اسی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور خطبہ پڑھا اور اسی روز مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضرتؐ اسی ناقہ پر سوار تھے حضرت علیؑ ہر مقام پر آپؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ حضرتؐ سے ایک آن کے لئے بھی جدا نہ ہوتے تھے۔ حضرتؐ انصار کے جس قبیلہ کی طرف سے گزرتے تھے وہ لوگ استقبال کرتے اور التجا کرتے کہ حضورؐ انہی کے پاس قیام فرمائیں۔ حضرتؐ فرماتے تھے کہ میرے ناقہ کی راہ چھوڑ دو وہ پروردگار عالم کی طرف سے مامور ہے وہ جس طرف چاہے گا ناقہ جائے گا۔ حضرتؐ نے اس کی مہار چھوڑ دی تھی۔ آخر وہ اس مقام پر پہنچا۔ امامؑ نے مسجد رسولؐ کے دروازہ کی طرف اشارہ کیا کہ جہاں میتوں کی نمازیں لوگ پڑھتے ہیں، وہاں ناقہ ٹھہرا اور بیٹھ گیا۔ اپنے سینہ کو زمین سے ملا دیا۔ حضرتؐ ناقہ سے اترے۔ ابو ایوب انصاریؓ سب سے پہلے بڑھ کر حضرتؐ کے اسباب و سامان اپنے گھر اٹھاتے گئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے مکان میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ مسجد کی تعمیر ہوئی۔ آنحضرتؐ اور امیر المومنین کے مکانات تیار ہوئے اور آپ حضرات اپنے اپنے مکانوں میں مقیم ہوئے۔ ان تمام حالات میں حضرت علیؑ آپؐ کے ساتھ رہے اور کبھی جدا نہ

ہوئے۔ راوی نے امام سے پوچھا کہ آپ پر فدا ہوں ابوبکر بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ جبکہ آپ مدینہ میں وارد ہوئے تو وہ کس مقام پر آپ سے جدا ہو گئے تھے۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب آنحضرتؐ نے قبا میں قیام فرمایا تھا اور وہ جناب امیرؑ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے ابوبکرؓ نے اصرار کیا کہ مدینہ چلئے اہل مدینہ آپ کے آنے سے بہت خوش ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ علیؑ کا انتظار نہ کیجئے وہ ایک مہینہ تک نہ آئیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے وہ بہت جلد آئیں گے میں ہرگز اس مقام سے حرکت نہیں کروں گا جب تک کہ میرا بھائی' میرا فدائی' میرے اہل بیتؑ میں میرا سب سے زیادہ محبوب نہ آ جائے۔ اس نے مجھ پر اپنی جان فدا کی ہے میرے بستر پر سویا ہے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ کو غصہ آ گیا۔ وہ کبیدہ خاطر ہوئے اور علیؑ کی جانب سے ان کے دل میں بڑا سخت حسد پیدا ہو گیا اور یہ پہلی عداوت تھی جو علیؑ کے حق میں پیغمبرؐ خدا کے لئے ظاہر ہوئی اور یہ آنحضرتؐ کی پہلی مخالفت تھی جو ان سے ظاہر ہوئی۔ اسی سبب سے غصہ ہو کر حضرتؐ سے جدا ہوئے اور مدینہ میں چلے آئے۔ حضرتؐ قبا میں مقیم رہے اور امیر المومنین کا انتظار کرتے رہے۔ راوی نے پوچھا کس وقت جناب رسولؐ خدا نے حضرت فاطمہؑ کو حضرت علیؑ سے تزویج کیا۔ امام نے فرمایا کہ ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ میں۔ اس وقت جناب فاطمہ نو سال کی تھیں۔ اور فرمایا کہ بعثت کے بعد جناب خدیجہؓ کے بطن سے جناب رسولؐ خدا کی اولاد سوائے جناب فاطمہ کے نہ ہوئی۔ اور جناب خدیجہؓ نے ہجرت سے ایک سال پہلے دنیا سے رحلت فرمائی اور جناب ابو طالبؑ نے ان کے ایک سال بعد دار فانی کو رخصت کیا۔ جب یہ دونوں ہستیاں دنیا سے رخصت ہو گئیں تو آنحضرتؐ دل تنگ ہوئے اور آپ پر سخت خوف غالب ہوا اور اپنے متعلق مشرکین قریش سے زیادہ خطرہ محسوس ہوا۔ جناب جبرئیلؑ سے اس کی شکایت کی تو خداوند عالم نے آپؐ کو ہجرت کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس شہر سے نکل جاؤ کیونکہ یہاں کے رہنے والے ظالم ہیں۔ مدینہ کو ہجرت کرو کیونکہ اب مکہ میں تمہارا کوئی مددگار نہیں رہا۔ پھر مشرکوں سے جہاد کرو۔ اس وقت آنحضرتؐ نے ہجرت کی۔ راوی نے پوچھا کس وقت لوگوں پر اس طرح نمازیں واجب ہوئیں جس طرح اس وقت پڑھی جاتی ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا مدینہ میں جس وقت کہ آپؐ کی تبلیغ ظاہر ہوئی اور اسلام کو تقویت حاصل ہوئی۔ خداوند عالم نے مسلمانوں پر جہاد واجب کیا اور حضرتؐ نے بحکم خدا نمازوں میں سات رکعتوں کا اضافہ کیا۔ نماز ظہر و عصر و عشا میں دو دو رکعتیں اور نماز مغرب میں ایک رکعت کا۔ اور نماز صبح بدستور قائم رہی جس طرح شروع میں واجب ہوئی تھی۔ کیونکہ دن کے فرشتے آسمان سے زمین پر جلد آتے اور رات کے فرشتے جلد آسمان پر زمین سے جاتے ہیں۔ غرضیکہ شب و روز دونوں کے فرشتے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز صبح میں حاضر ہوتے تھے۔ اسی سبب سے خدا نے فرمایا ہے کہ **و قران الفجر ان قران الفجر کان مشھودا** (پ۱۵ آیت۷۸ سورۃ بنی اسرائیل) حضرتؐ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ نماز صبح کے وقت مسلمانوں کے نزدیک اعمال شب کے لکھنے والے

فرشتے اور دن کے اعمال لکھنے والے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۱۶ سطر ۲۲)

دوسری معتبر سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نمازیں بہت پڑھو کیونکہ وہ سب سے پہلی مسجد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ آتے وقت نماز پڑھی تھی۔ اور دوسری حدیث حسن میں فرمایا کہ جس مسجد کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ پہلے ہی روز جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر رکھی گئی وہ مسجد قبا ہے۔ اور دوسری صحیح حدیث میں فرمایا کہ جب جناب رسولؐ خدا مدینہ میں پہنچے مدینہ کے گرد اپنے پائے اقدس سے خط کھینچا یا قدم سے نشان بنایا اور فرمایا کہ خداوندا جو شخص مدینہ کے مکانات فروخت کرے تو اس کو برکت مت عطا فرما۔

شیخ طبری وغیرہم نے روایت کی ہے کہ قبیلہ اوس اور خزرج اسلام لانے سے پہلے بہت سے بت رکھتے تھے۔ ان کی پرستش کرتے تھے ان کے ہر بڑے شخص کے گھر میں ایک بت ہوتا جس کو خوشبو لگاتے اور اس کے لئے جانوروں کو قربان کرتے اور اس کے سامنے سجدہ کرتے۔ جب انصار میں سے بارہ اشخاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اور مدینہ واپس آئے تو بتوں کو اپنے اپنے گھروں سے نکال پھینکا' اور جو لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے انہوں نے بھی اپنے گھروں سے بتوں کو پھینک دیا۔ اور جب ستر اشخاص نے بیعت کی اور مدینہ آئے اور اسلام کی اشاعت ہوئی تو لوگوں نے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور آنحضرتؐ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سعد بن ربیعہ اور عبداللہ بن رواحہ اہل خزرج کے درمیان گشت کرتے اور جہاں جو بت دیکھتے توڑ ڈالتے اور امیر المومنینؑ کے آنے کے ایک روز یا دو روز بعد جناب رسولؐ خدا ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ قبیلہ بنی عمرو بن عوف نے اکٹھا ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ہمارے یہاں قیام فرمایئے۔ ہم صاحبان قوت و جلالت اور شوکت و شان والے ہیں اپنی جان و مال سے آپ کی حمایت کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو کہ وہ خود وہاں ٹھہر جائے گا جہاں خدا نے اس کو حکم دیا ہے۔ جب اوس و خزرج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے کی خبر ہوئی مسلح ہو ہو کر سب کے سب آنحضرتؐ کے استقبال کو دوڑے اور آنحضرتؐ کے ناقہ کے گرد جمع ہوئے۔ حضرت جس قبیلہ کے پاس پہنچتے تھے وہ لوگ حضرتؐ کا استقبال کرتے اور آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ کر التجا کرتے کہ حضرتؐ انہی کے یہاں قیام فرمائیں۔ اور حضرتؐ ان سے یہی فرماتے کہ ناقہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔ جب آنحضرتؐ قبیلہ بنی سالم کے پاس پہنچے زوال کا وقت شروع تھا۔ ان لوگوں نے حضرت کے آنے سے پہلے ایک مسجد تعمیر کر لی تھی۔ انہوں نے بھی حضرتؐ سے قیام کی خواہش کی مگر ناقہ مسجد کے دروازہ پر رکا تو آنحضرتؐ اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ خطبہ پڑھا اور سو اشخاص کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی۔ پھر باہر آئے اور ناقہ پر سوار ہوئے اور ناقہ کی مہار چھوڑ دی۔ ناقہ بحکم خدا چل رہا تھا۔ جب آنحضرتؐ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے اس نے حضرتؐ سے قیام کی خواہش نہ کی اور اپنے

ناک پر کپڑا رکھ لیا کیونکہ انصار کے ہجوم کے سبب غبار کثرت سے اڑ رہا تھا اور کہا آپ یہاں مت ٹھہریں بلکہ انھیں لوگوں کی طرف جائیں جو آپؐ کی مدد و نصرت میں مشغول ہیں اور اس شہر میں آپ کو بلایا ہے انہی کے ہاں قیام فرمائیں۔ تو خدا نے آنحضرتؐ کے اعجاز کے لئے اس کے قبیلہ کے لوگوں پر چیونٹیوں کو مسلط فرمایا۔ جنھوں نے ان کے گھروں کو خراب و بیکار کر دیا وہ لوگ دوسرے محلّہ میں بھاگ گئے۔ غرض اس ملعون کی یہ بات سن کر سعد بن عبادہ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ آپ اس خبیث کی باتوں کا کچھ خیال نہ کیجئے کیونکہ آپ کے آنے سے پہلے ہم لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ اس کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ چونکہ آپؐ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے یہ ارادہ ختم کر دیا' اس لئے وہ حسد کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہا ہے یا رسول اللہ آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں آپ کو لشکر' مال' قوت اور شوکت جس شے کی ضرورت ہو سب کچھ آپؐ کے لئے حاضر ہے۔ حضرتؐ نے کسی کی بات کی طرف التفات نہ فرمایا۔ حضرت کا ناقہ روانہ تھا چلتے چلتے اس مقام پر ٹھہرا جہاں اب حضرتؐ کی مسجد ہے۔ اس وقت صرف چہار دیواری گھری ہوئی تھی جو خزرج کے قبیلہ کے دو یتیموں کی زمین تھی جن کی کفالت اسد بن زرارہ کرتے تھے۔ ناقہ ابو ایوبؓ کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ جن کا نام خالد بن زید تھا۔ حضرت ناقہ سے اترے اس محلّہ کے لوگ حضرت کے گرد جمع ہوئے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ حضرتؐ اسی کے گھر میں قیام فرمائیں لیکن ایوبؓ کی ماں نے سبقت کر کے حضرتؐ کا سامان و اسباب اپنے گھر پہنچا دیا۔ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آدمی اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے اور ابو ایوبؓ کے گھر میں داخل ہو گئے اور اسعد بن زرارہؓ حضورؐ کے ناقہ کو اپنے گھر لے گئے۔ اور ابن شہر آشوب نے جناب سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو لوگ آنحضرتؐ کے ناقہ کی مہار سے لپٹ گئے تاکہ حضرتؐ کو اپنے گھر لے جائیں۔ حضرت نے فرمایا ناقہ کو چھوڑ دو کہ وہ مامور ہے جس کے گھر کے دروازہ پر ٹھہرے گا میں اسی کے گھر قیام کروں گا۔ چونکہ وہ ابو ایوب انصاری کے دروازہ پر ٹھہرا ابو ایوبؓ نے اپنی ماں کو پکارا مادر گرامی دروازہ کھولو کہ سید بشرؐ اور ربیعہ اور مضر میں سب سے بلند مرتبہ رسولؐ مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے ہیں۔ ان کی ماں نابینا تھیں۔ دروازہ کھولا اور بولیں اے کاش میری آنکھیں ہوتیں کہ میں اپنے مولا کی زیارت کرتی۔ یہ سن کر حضرتؐ نے اپنے دست مبارک کو ان کے چہرہ پر پھیرا وہ اسی وقت بینا ہو گئیں۔ یہ پہلا معجزہ تھا جو مدینہ میں آنحضرتؐ سے ظاہر ہوا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ مدینہ میں یہودیوں کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو قریظہ' بنو نضیر اور بنی قینقاع۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے یہ تینوں ملعون گروہ حضرتؐ کی خدمت میں آئے اور پوچھا اے محمدؐ ہم کو کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔ فرمایا یہ کہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دو اور میرے رسولؐ ہونے کا اقرار کرو۔ میں وہ ہوں جس کا وصف توریت میں ہے اور علماء نے تم کو اس کی

خبر دی ہے کہ مکہ سے اس سنگستان مدینہ کی طرف ہجرت کروں گا۔ اور تمہارے ایک عالم نے جو شام سے آیا تھا تم کو آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ میں نے شراب اور لذتیں ترک کر دی ہیں اور عیش و نشاط زائل ہو گیا ہے اس سبب سے کہ ایک پیغمبرؐ اس سنگستان میں مبعوث ہو گا۔ وہ مکہ سے نکلے گا اور اس شہر کی جانب ہجرت کر کے آئے گا۔ وہ آخری پیغمبر ہو گا اور سب سے بہتر ہو گا۔ خچر پر سوار ہو گا' پرانے لباس پہنے گا اور سوکھی روٹیوں پر قناعت کرے گا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہو گی دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی وہ اپنی تلوار کاندھے پر رکھے گا اور جہاد کرے گا۔ اور کسی کی پروا نہ کرے گا۔ وہ بہت خوش مزاج ہو گا اور اس کی بادشاہی وہاں تک ہوگی جہاں تک گھوڑوں کے پیر پہنچ سکتے ہیں۔ یہودیوں نے کہا ہم نے یہ سب سنا ہے اور اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے صلح کریں اس بات پر کہ نہ ہم آپؐ کے ساتھ ہوں گے' نہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور یہ شرط کرتے ہیں کہ آپ کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے اور آپ کے اصحاب کو اذیت نہ پہنچائیں گے اور آپ ہمارے ساتھیوں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ہم دیکھیں کہ آپؐ کا اور آپ کی قوم کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی یہ شرطیں منظور فرمالیں اور ایک عہد نامہ آنحضرتؐ اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کے درمیان لکھا گیا کہ حضرتؐ کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے اور کسی طرح آنحضرتؐ کو تکلیف نہ پہچائیں گے۔ نہ زبان سے نہ ہاتھوں سے' نہ ہتھیاروں سے نہ ظاہر نہ پوشیدہ طور سے نہ رات میں نہ دن کو۔ اور خدا کو اس پر گواہ بھی کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر مذکورہ امور میں سے ایک بھی عمل میں لائیں گے تو ان کا خون' ان کی عورتیں اور فرزندوں کا قید کرنا ان کے اموال غنیمت میں لے لینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حلال ہو گا۔ بنی نظیر کی جانب سے جس نے یہ سب اقرار کیا حی بن اخطب تھا۔ جب وہ اپنے گھر واپس آیا تو اس کے بھائیوں نے پوچھا کہ محمدؐ کو کیسا پایا۔ اس نے کہا وہ وہی ہیں جن کے اوصاف ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں اور علماء سے سنے ہیں۔ لیکن ہمیشہ میں ان کا دشمن ہی رہوں گا اس لئے کہ ان کے سبب سے پیغمبری فرزندان اسحاق میں سے فرزندان اسمٰعیلؑ میں منتقل ہو گئی اور ہم کبھی فرزندان اسمٰعیل کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ اور جس نے بنی قریظہ کی طرف سے عہد نامہ لکھا وہ کعب بن اسد تھا اور جس نے بنی قیقاع کی طرف سے لکھا وہ مخیرق تھا جس کے پاس مال و دولت اور باغات سب سے زیادہ تھے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا تم جانتے ہو کہ یہ وہی پیغمبرؐ ہیں۔ آؤ چل کر ان پر ایمان لائیں اور توریت و قرآن دونوں سے فیض حاصل کریں۔ لیکن اس کی قوم راضی نہیں ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عرصہ میں ابو ایوب انصاری کے مکان ہی میں اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ پھر اسعد بن زرارہ سے فرمایا کہ اس زمین کو میرے واسطے خرید لو۔ اسعد نے یتیموں سے جن کی زمین تھی، یہ خواہش کی تو انہوں نے کہا کہ یہ زمین حضرتؐ کی نذر ہے قیمت کی ضرورت نہیں ہے لیکن

حضرتؑ نے فرمایا میں بغیر قیمت نہیں لینا چاہتا۔ آخر دس اشرفیوں کے عوض اس کو خرید فرمایا اور اس میں اینٹیں تیار کرائیں اور اس کی بنیاد نیچے گہری کھدوا کر پتھر سے بھروا دی اور صحابہ سے فرمایا کہ مدینہ کے ٹیلوں سے پتھر لائیں خود بھی حضرتؑ ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ اسید خضیرؓ نے دیکھا کہ حضرت ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے ہیں عرض کی یا رسول اللہ مجھے دے دیجئے کہ میں لے چلوں۔ فرمایا دوسرا پتھر اٹھا لاؤ۔ غرض نیو زمین کے برابر بھری گئی۔ پھر اس پر سے اینٹوں کی دیوار تعمیر کی گئی۔ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد کی دیوار پہلے ایک اینٹ کی اٹھائی۔ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور لوگوں نے مسجد کی توسیع کی خواہش کی تو پھر دیواریں ڈیڑھ اینٹ چوڑی تعمیر کی گئیں۔ جب مسلمانوں کی تعداد اور بڑھی اور حضرتؑ سے توسیع کی استدعا کی گئی تو پھر دو اینٹ چوڑی دیوار اٹھائی گئی۔ گرمی کے زمانہ میں جب اس کی شدت ہونے لگی لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو ہم مسجد پر چھت بنائیں تاکہ گرمی سے محفوظ ہو سکیں۔ حضرتؑ نے اجازت دے دی تو اس کے کھمبے خرما کے کھڑے کئے گئے اور اس کی چھت لکڑیوں، پتیوں اور اذخر گھاس سے تیار کی گئی اور اس کے سایہ میں بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بارش کا موسم آیا اور پانی چھت سے ٹپکنے لگا تو لوگوں نے حضرتؑ سے خواہش کی کہ اس پر مٹی ڈال دیں تاکہ پانی نہ ٹپکے۔ حضرتؑ نے فرمایا نہیں بلکہ لکڑی پر لکڑی رکھ میں نے باندھ دیا ہے اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ غرض آنحضرتؑ کی مسجد آپؐ کی رحلت کے وقت تک اسی طرح قائم رہی۔ جب تک مسجد میں چھت نہیں پڑی تھی اس کی دیواریں قد آدم تک تھیں۔ جب دیوار کا سایہ ایک ہاتھ اونچا ہوتا تھا تو نماز ظہر بجا لاتے تھے۔ جب دو ہاتھ سایہ ہو جاتا تو نماز عصر ادا فرماتے تھے۔

شیخ طبری اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو آپ کے اور آپؐ کے اہل بیتؑ اور تمام مہاجرین کے لئے مسجد کے گرد مکانات بنائے گئے۔ ہر ایک نے اپنے مکانات کے ایک ایک دروازے مسجد کی طرف قائم کر دیئے۔ اور جناب حمزہؓ کے لئے بھی ایک مکان کا خط کھینچ دیا گیا۔ اور اس کا دروازہ بھی مسجد کی طرف کھولا گیا۔ حضرتؑ نے اپنے مکان کے برابر امیر المومنین کا ایک مکان بنایا اس کا دروازہ بھی مسجد کے طرف قائم فرمایا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر مسجد میں آ جاتے تھے۔ آخر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ جن لوگوں نے مسجد میں دروازہ قائم کیا ہے آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے دروازے بند کر دیں کسی ایک کا دروازہ مسجد کی طرف باقی نہ رہے سوائے آپ کے اور علی مرتضیٰ کے دروازوں کے۔ کیونکہ علی کے لئے وہ حلال ہے جو آپ کے لئے حلال ہے۔ صحابہ اس حکم سے کبیدہ خاطر ہوئے۔ جناب حمزہؓ کے دل میں بھی ایک طرح کا ملال پیدا ہو گیا کہ کس سبب سے علیؑ کا دروازہ قائم رکھا اور میرا دروازہ بند کر دیا حالانکہ وہ مجھ

سے کمسن ہیں اور میرے بھائی کے لڑکے ہیں۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ اے چچا اس واقعہ سے غمگین نہ ہوجئے میں نے خود ایسا نہیں کیا ہے بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔ اور علی کے دروازہ کو کھلا رکھا۔ یہ سن کر جناب حمزہؓ نے کہا میں خدا اور رسولؐ کے لئے اس امر پر راضی ہوں اور مجھے منظور ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ جب اسلام مدینہ میں شائع ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت سے پہلے انصار نے کہا کہ یہودیوں کا ہفتہ میں ایک دن مقرر ہے جس میں وہ جمع ہوتے ہیں اور وہ روز شنبہ ہے۔ اور نصاریٰ کا بھی ہفتہ میں ایک دن مقرر ہے جس میں وہ جمع ہوتے ہیں اور ان کا دن یک شنبہ ہے۔ ہمارے لئے بھی ایک دن ہونا چاہئے جس میں عبادت کے لئے اکھٹے ہوں اور خدا کا شکر کریں۔ لہٰذا حضرتؐ نے مسلمانوں کے واسطے روز جمعہ کو مقرر کیا۔ جس کو اس زمانہ میں عروبہ کہتے تھے۔ اس روز اسعدؓ بن زرارہ کے پاس مسلمان جمع ہوتے تھے وہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے اور وعظ و نصیحت کرتے اور چونکہ اس روز جمع ہوتے تھے اس لئے اس کا نام جمعہ رکھا۔ اسعدؓ اس روز گوسفند ذبح کرتے اور دوپہر اور شام کا کھانا کھلاتے تھے۔ چونکہ اس وقت تعداد کم تھی۔ اس کے بعد آیت جمعہ نازل فرمائی۔ اور وہ پہلا جمعہ تھا جو اسلام میں مقرر ہوا۔ اور آنحضرتؐ نے سب سے پہلے جمعہ جو منعقد کیا وہ تھا کہ جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اور قبا میں قیام فرمایا تو دو شنبہ کا دن تھا اور سہ شنبہ و چہار شنبہ اور پنج شنبہ تک وہاں ٹھہرے اور جمعہ کے دن مدینہ میں آئے اور مسجد بنی سالم میں نماز جمعہ ادا فرمائی جو وادی کے بیچ میں ہے۔

کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ ہجرت کے پہلے سال کے واقعات میں ایک واقعہ بھیڑیئے کا آنحضرتؐ کی نبوت کی شہادت دینا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زید بن حارث اور ابو رافع کو مکہ بھیجا تاکہ سودہ بنت ربیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ اور آنحضرتؐ کی لڑکیوں کو لائیں۔ اسی سال حضرت عائشہؓ کو آپ نے تزویج کیا' اسی سال نمازوں میں اضافہ ہوا' اسی سال حضرتؐ نے مسلمانوں کے درمیان برادری قائم کی اور خود علی بن ابی طالبؑ کے بھائی بنے۔ حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مومنوں اور مہاجروں کے درمیان بھائی چارہ قرار دیا تو لوگ نسب اور رشتہ کے سبب سے نہیں بلکہ اپنے ایمانی بھائیوں کا ترکہ پاتے تھے۔ جب اسلام کو تقویت حاصل ہوئی تو خدا نے آیت میراث نازل فرمائی اور وہ حکم منسوخ ہو گیا اور بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں عاشورہ محرم کا روزہ واجب ہوا۔ اسی سال جناب سلمانؓ مسلمان ہوئے جیسا کہ اس کے بعد ذکر آئے گا۔ اسی سال عبداللہ بن سلام جو علمائے یہود میں سے تھے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے اور واقع کے مطابق جوابات سن کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا یا رسولؐ اللہ یہودی جھوٹے اور بہتان بکنے والے ہیں اگر میرا مسلمان ہونا سنیں گے تو مجھ پر بھی بہتان لگائیں گے لہٰذا مجھ کو ان سے پوشیدہ رکھیئے اور میرے بارے میں ان سے پوچھئے قبل اس کے کہ میرا اسلام لانا ان پر ظاہر

ہو۔ حضرتؐ نے ان کو چھپا دیا اور یہودیوں کو طلب فرمایا اور پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے۔ وہ بولے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا فرزند ہے' اور ہم میں سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بلند مرتبہ کا فرزند ہے۔ اور ہمارا عالم ہے اور ہمارے عالم کا بیٹا ہے۔ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم لوگ بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟ کہنے لگے کہ خدا اس کو اس امر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا: اے عبداللہ باہر آ جاؤ۔ عبداللہ ان کے سامنے آ گئے اور کہا: **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** یہ دیکھ کر یہودیوں نے کہا کہ وہ ہم میں سب سے بدتر اور سب سے بدتر کا فرزند' ہم میں سب سے زیادہ جاہل اور جاہل ترین شخص کا بیٹا ہے۔ اسی سال اذان مقرر ہوئی۔ اسی سال براء ابن معرور جو نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے برحمت الٰہی واصل ہوئے اور اسعد بن زرارہ نے بھی جو ایک نقیب تھے وفات پائی۔ کلثوم بن ہدم کی بھی وفات اسی سال ہوئی۔ اور مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ بھی اسی سال جہنم واصل ہوئے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۲۱ سطر ۱۲)

تاریخ طبری

ہجرت مدینہ کی اجازت

عروہ سے مروی ہے کہ نبی صلعم کی ہجرت مدنیہ سے پہلے جب مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ مکہ آ گئے اور یہاں بھی مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور مدینہ میں بہت سے انصار اسلام لے آئے اور وہاں اسلام اچھی طرح پھیل گیا اور مدینہ والے مکہ میں رسول اللہ کی خدمت میں آنے لگے' قریش نے آپس میں طے کیا کہ ان کو ستائیں اور حملہ کریں چنانچہ انہوں نے انصار کو پکڑ لیا اور دق کرنے لگے۔ اس سے انصار کو بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی۔ یہ آخری مصیبت تھی جو مسلمانوں کو اٹھانا پڑی۔ دو وقت بڑی مصیبت لے کے آئے ایک جب کہ انہوں نے حبشہ سے واپس آ کر اہل مدینہ کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں آتا دیکھا اور اس وجہ سے ان کو ستاتا گیا اسی کے بعد مدینہ کے ستر نقیب جو وہاں کے مسلمانوں کے سردار تھے حج کے زمانہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عقبہ میں آپ کی بیعت کی اور اس شرط پر کہ ہم اور آپؐ ایک ہیں۔ اگر آپ یا آپ کے صحابہ میں سے جو ہمارے یہاں چلا آئے گا ہم اس کی اپنی جانوں کی طرح حفاظت اور مدافعت کریں گے انہوں نے آپؐ سے عہد و پیمان کئے۔ اس وقت پھر قریش نے مسلمانوں پر سختیاں شروع کیں اور رسول اللہ صلعم نے اپنے صحابہ کو مدینہ سے جانے کا حکم دے دیا یہ دوسرا فتنہ ہے جس میں آپؐ نے اپنے صحابہ کو مدینہ بھیجا اور خود آپؐ بھی مکہ سے نکل کھڑے

ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ و قاتلو ھم حتی لا تکون فتنہ و یکون الدین کلمہ للہ (تم ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سب اللہ کے مطیع ہو جائیں۔)

سعد بن عبادہ

عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ قریش عبداللہ بن ابی سلول کے پاس گئے اور اس سے وہی کہا جسے کعب بن مالک نے بیان کیا ہے۔ اس نے قریش سے کہا یہ تو بڑی بات ہے میں نہیں سمجھتا کہ بغیر میرے میری قوم نے ایسا کیا ہو مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ اس جواب پر قریش واپس چلے گئے۔ سب لوگ منیٰ سے اپنی اپنی راہ ہو گئے مگر قریش نے اس خبر کی ٹوہ لگائی تو ان کو معلوم ہوا کہ وہ بالکل سچ تھی' اب وہ خزرج کے تعاقب میں چلے۔ انہوں نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج کے عزیز قریب کو حاجر میں جا لیا' منذر ان کی گرفت سے نکل گیا مگر سعد کو انہوں نے پکڑ لیا اور اسی کے کجاوے کے تسموں سے اس کی مشکیں باندھ کر مارتے ہوئے اور سر کے بالوں سے جو بڑے بڑے تھے گھسیٹتے ہوئے مکہ لائے۔ (طبری جلد ۱ ص ۱۲۴ سطر ۳)

سعد بن عبادہ کی رہائی

سعد سے مروی ہے کہ میں ان کے ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا کہ قریش کے چند آدمی وہاں آئے' ان میں ایک نہایت حسین' وجیہہ گورے رنگ کا مقبول صورت شخص بھی تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر اس ساری جماعت میں کوئی بھی بھلا آدمی ہو سکتا ہے تو یہ ہو سکتا ہے مگر میرے قریب آ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے نہایت سخت تھپڑ مجھے رمایا۔ میں نے دل میں کہا جب اس کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے مجھے پکڑے ہوئے وہ گھسیٹتے ہوئے لئے جا رہے تھے کہ ان میں ایک شخص نے موقع سے میرے قریب آ کر کہا کیا کسی قریشی سے رسم اور دوستی نہیں ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں' میں اپنے وطن میں جبیر بن مطعم بن عدی بن عبد مناف کے کارندوں کو جو تجارت کے لئے وہاں آتے پناہ دیتا تھا اور کسی کو ان پر زیادتی نہیں کرنے دیتا تھا اور حارث بن آمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے بھی میرا یہ ہی سلوک تھا۔ اس شخص نے کہا پھر کیا ہے تم ان دونوں کا نام بلند آواز سے لو اور اپنے ان مراسم کا اظہار کرو۔ میں نے اس کی تجویز پر عمل کیا' وہ شخص ان دونوں کی تلاش میں چلا گیا اور وہ اسے کعبہ کے پاس مسجد حرام میں مل گئے۔ اس نے ان سے کہا کہ ایک خزرجی کو ابطح میں پیٹا جا رہا ہے اور وہ تمہاری دہائی دیتا ہے اور کہتا ہے

کہ تمہارے اس سے خاص مراسم ہیں۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہے اس شخص نے کہا سعد بن عبادہ۔ وہ دونوں کہنے لگے بے شک وہ سچا ہے وہ اپنے وطن میں ہمارے تجارتی کارندوں کو پناہ دیتا تھا اور ان کو ظلم سے بچاتا تھا۔ وہ دونوں البلح آئے اور انہوں نے سعد کو قریش کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور سعد اپنی راہ چل دیئے۔ جس شخص نے ان کے تھپڑ مارے تھے وہ بنی عامر بن لوی کا عزیز سہیل بن عمرو تھا۔

انصار کا اظہار اسلام

مدینہ آکر انصار نے علانیہ طور پر اسلام کا اظہار کر دیا۔ ان کی قوم میں اب تک کچھ بڈھے مشرک چلے آتے تھے ان میں عمرو بن الجموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بھی تھا مگر اس کا بیٹا معاذ بن عمرو اپنی قوم کے دوسرے جوانوں کے ساتھ عقبہ میں شریک ہوا رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔ عقبہ میں دو بیعتیں ہوئیں، پہلی بیعت التوائے جنگ کے ساتھ ہوئی جیسا کہ عبادہ بن الصامت کی روایت سے ظاہر ہو چکا ہے۔ دوسری بیعت کالے گوروں سے جنگ کی شرط پر ہوئی کیونکہ اب اللہ نے کفار سے جہاد کی اجازت دے دی تھی جیسا کہ عروہ بن الزبیر کی روایت سے ظاہر ہے۔
عبادہ بن الصامت سے جو نقیبوں میں تھے مروی ہے کہ دوسری مرتبہ ہم نے جنگ کی شرط پر رسولؐ اللہ کی بیعت کی، یہ عبادہ ان بارہ آدمیوں میں تھے جنہوں نے عقبہ اولیٰ میں رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔
(طبری جلد ا ص ۱۲۶ سطر ۱۸)

مسلمانوں کی ہجرت مدینہ

جب اللہ عزوجل نے اپنے رسولؐ کو لڑائی کی اجازت ان آیات سے دی **و قاتلو هم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله** اور کفار نے حسب بیان سابق آپؐ کی بیعت کر لی، آپ نے ان مسلمان صحابہ کو جو آپؐ کے ساتھ مکہ میں تھے اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے اپنے انصار بھائیوں کے پاس مدینہ چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو تمہارا بھائی بنایا ہے اور مدینہ تمہارے لئے مامن ہے، اس اجازت کے بعد مسلمان رفتہ رفتہ مدنیہ جانے لگے۔ مگر خود رسول اللہ صلعم مکہ میں رہے اور انتظار کرنے لگے کہ جب ان کے رب کے پاس سے ان کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کی اجازت ملے تو خود بھی جائیں۔
صحابہ سے قبیلہ قریش کے خاندان بنی مخزوم میں سب سے پہلے ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے مدینہ ہجرت کی، یہ اصحاب عقبہ کی بیعت سے ایک سال قبل مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے

تھے۔ یہ حبشہ سے اپنے رسولؐ اللہ کے پاس مکہ آئے جب قریش نے ان کو ستایا اور ان کو انصار کے اسلام لے آنے کی خبر ہوئی ہجرت کر کے مدنیہ چلے گئے۔ ان کے بعد مہاجرین میں سب سے پہلے عامر بن ربیعہ جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابن حشمہ بن غانم بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی ان کعب کے ساتھ مدینہ آئے پھر عبداللہ بن جحش بن رباب اور ابو احمد بن جحش مدینہ آئے' آخر الذکر نابینا تھے مگر اس کے باوجود مکہ کے اعلیٰ اور اسفل میں بغیر رہبر کے پھرا کرتے تھے۔ ان کے بعد پھر تو رفتہ رفتہ مسلسل اصحاب رسولؐ اللہ مدینہ جانے لگے۔ مگر خود آپؐ مہاجرین صحابہ کے چلے جانے کے بعد بھی اللہ کی اجازت کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ علیؓ بن ابی طالب اور ابوبکرؓ بن ابی قحافہ کے علاوہ اور جو مہاجرین میں سے مکہ میں رہ گئے ان کو قریش نے یا تو گرفتار کر کے قید کر دیا تھا یا ان کو سخت مصیبت میں مبتلا کیا تھا ابوبکرؓ نے بارہا رسولؐ اللہ سے ہجرت کی اجازت مانگی مگر آپؐ نے فرمایا جلدی نہ کرو شاید اللہ تمہارا اور کوئی ساتھی بھی کر دے اس بات سے ابوبکرؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید خود رسولؐ اللہ ہی ساتھی ہیں۔

کفار کی مجلس مشاورت

قریش نے جب دیکھا کہ ان کے ملک کے علاوہ دوسرے ملک میں رسولؐ اللہ کے بہت سے پیرو اور ساتھی پیدا ہو گئے ہیں اور مہاجرین ان کے پاس چلے جا رہے ہیں ان کو محسوس ہوا کہ مسلمانوں کو اچھی پناہ گاہ مل گئی ہے جہاں ان کا قابو نہیں چل سکتا۔ اب ان کو خود رسولؐ اللہ کا مکہ سے چلے جانے کا خوف دامن گیر ہوا اور یہ بات بھی ان کو معلوم ہو گئی کہ آپ نے مدینہ جا کر قریش سے لڑائی کا تہیہ کر لیا ہے۔ قریش اس صورت حال پر غور کرنے کے لئے اپنی مجلس میں جو قصی بن کلاب کا گھر تھا اور جہاں مشورہ کئے بغیر وہ کوئی معاملہ طے نہ کرتے تھے جمع ہوئے تاکہ رسولؐ اللہ کے معاملہ پر باہم مشورہ کریں اس کے متعلق ابن عباس سے مروی ہے کہ جب قریش نے رسولؐ اللہ کے معاملہ پر اپنی قومی مجلس میں جمع ہو کر مشورہ اور تصفیہ کرنے کا فیصلہ کر لیا' وہ مقررہ دن میں جو زحمہ تھا صبح کو وہاں جمع ہوئے۔ ابلیس ایک بڑے بزرگ شیخ کی شکل میں سر پر ایک پرانا کپڑا ڈالے سامنے آیا اور مجلس کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ قریش نے اسے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو' اس نے کہا میں نجد کا ایک شخص ہوں' جس کام کے لئے تم جمع ہوئے ہو مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو آ گیا ہوں کہ تمہاری گفتگو سنوں شاید میں بھی کوئی عمدہ مشورہ اور نصیحت کی صلاح دے سکوں۔ قریش نے کہا بہتر ہے آیئے۔ وہ بھی ان کے ساتھ مجلس میں آیا وہاں قریش کے تمام اشراف (بدمعاش) بلا استثناء جمع تھے' ان کے ہر قبیلہ کے عمائد موجود تھے۔ (طبری جلد ۱ ص ۱۲۷ سطر ۲)

حضرت محمدؐ کے خلاف منصوبے

بنی عبد شمس میں سے ربیعہ کے بیٹے شیبہ اور عتبہ تھے اور ابو سفیان بن حرب تھا' بنی نوفل بن عبدمناف میں سے طعیمہ بن عدی' جبیر بن مطعم اور حارث بن عامر بن نوفل تھے۔ بنی عبد الدار بن قصی میں سے النضر بن حارث بن کلدہ تھا۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے ابو البختری بن ہشام' زمعہ بن الاسود بن المطلب اور حکیم بن حزام تھے۔ بنی مخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام۔ بنی سہم میں سے حجاج کے بیٹے نبیہ اور نبیہہ بن جمح میں سے امیہ بن خلف تھا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے بے شمار قریش اور دوسرے لوگ جمع تھے۔ اب گفتگو شروع ہوئی' کسی نے کہا اس شخص کی حالت سے تم سب واقف ہو ہمیں اس بات کا بھی خطرہ ہو گیا ہے کہ کہیں یہ اچانک ہمارے اغیار کو لے کر جو اس کے پیرو ہیں ہم پر حملہ نہ کر دے۔ لہٰذا اب کیا ہونا چاہئے کہ اس کا تصفیہ کیجئے۔ اس پر مشورہ ہونے لگا۔ کسی نے اسے بیڑیاں پہنا قید کر دو اور اوپر سے دروازہ کو تیغا کر دو اور اسی حالت میں اس کے لئے موت کا انتظار کرو۔ آخر اس جیسے دوسرے شعرا زہیر اور نابغہ وغیرہ کی موت آئی اسے بھی آئے گی۔ شیخ نجدی نے کہا بخدا میری رائے یہ نہیں' اگر اس طرح تم اسے قید کر دو گے اس کی اطلاع ضرور اس کے دوستوں اور پیروؤں کو ہو جائے گی وہ تم پر حملہ کرکے اسے چھڑالیں گے اور پھر اس طرح تم پر امنڈ آئیں گے کہ تمہارے یہ تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے' یہ رائے مناسب نہیں' کوئی اور بات سوچو۔ اب پھر مشاورت ہونے لگی۔ ایک نے کہا ہم اسے یہاں سے نکال کر خارج البلد کئے دیتے ہیں جب وہ یہاں سے چلا جائے گا تو پھر ہمیں اس کی پروا نہیں کہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ ہمیں اس کی اذیت سے فراغت اور اس کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا اور ہماری بات پھر حسب سابق بن آئے گی شیخ نجدی نے کہا بخدا یہ ہرگز تمہارے لئے مفید نہیں۔ کیا تم اس کی شیریں گفتاری سحربیانی اور قلوب کو موہ لینے کی قوت تسخیر سے واقف نہیں ہو اگر تم نے اس پر رائے عمل کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ عرب کے کسی بڑے قبیلہ کے پاس جائے گا اور اپنی سحربیانی اور شیریں کلامی سے ان کو مسخر کرے گا۔ وہ تمہارے مقابلہ پر اس کے ساتھ ہو جائیں گے' پھر ان کو ساتھ لے کر تم پر چڑھ آئے گا تم کو پامال کر دے گا تمہاری حکومت چھین لے گا اور پھر جو چاہے گا تم سے سلوک کرے گا۔ اس معاملہ پر پھر مشورہ کرو اور کوئی دوسری تجویز سوچو۔

ابوجہل کی تجویز

ابوجہل بن ہشام نے کہا ایک بات ایسی میری سمجھ میں آئی ہے جس پر اب تک تم میں سے کسی کا خیال

نہیں گیا۔ حاضرین مجلس نے کہا ابو الحکم بیان کرو کیا بات ہے اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک نہایت دلیر اور نجیب اور شریف جوانمرد کا انتخاب کر لو پھر ان جواں مردوں میں سے ہر ایک کو ہم ایک شمشیر براں دیں' یہ جماعت اس کے پاس جائے اور سب مل کر ایک وار میں اس کا کام تمام کر دیں۔ اس طرح ہم کو ہمیشہ کے لئے اس کی طرف سے چین نصیب ہو جائے گا اور چونکہ ایک جماعت بیک وقت اسے قتل کرے گی اس لئے اس کا قصاص تمام قبائل کے ذمے ہو گا کسی ایک کے ذمے نہ رہے گا اور بنو عبد مناف میں پھر یہ قدرت نہ ہو گی کہ اس کے لئے سب قبیلوں سے لڑیں لامحالہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم خوشی سے اس کا خونبہا سب کی طرف سے ادا کر دیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا بے شک یہ شخص صائب الرائے ہے اس کی رائے قابل عمل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات تمہارے لئے مفید نہیں۔ اس تصفیہ پر مجلس برخواست اور منتشر ہو گئی۔ (طبری جلد ا ص ۱۲۵ سطر ۳)

حضرت محمدؐ کی روانگی

حضرت جبرئیلؑ نے رسولؐ اللہ سے آ کر کہا کہ آپؐ آج رات اپنے بسترؐ پر جس پر آپؐ معمولاً" استراحت فرماتے ہیں نہ سوئیں۔ چنانچہ حسب قرار داد عشاء کے بعد کفار آپؐ کے دروازہ پر جمع ہوئے اور تاک میں لگے کہ جب آپؐ سو جائیں وہ حملہ کر کے آپؐ کو ختم کر دیں۔ رسولؐ اللہ نے جب دیکھا کہ کفار آ گئے ہیں انہوں نے علیؓ ابن ابی طالب سے کہا تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری سبز حضرمی اونی چادر اوڑھ لو اور سو جاؤ تم کو ان کی طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلعم جب سوتے تھے تو ہمیشہ اسی چادر کو اڑھتے تھے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اس قصہ میں اس مقام پر بعض راویوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے علی بن ابی طالب سے یہ بھی کہا کہ اگر ابن ابی قحافہ تمہارے پاس آئے تو اس سے کہہ دینا کہ میں جبل ثور جاتا ہوں تم میرے پاس آ جاؤ تم مجھے رات کا کھانا بھی بھیجنا' کرایہ کا ایک رہنما بھیجنا جو مجھے مدینہ کے راستے لے جائے اور ایک اونٹنی بھی میرے لئے خرید لینا۔ یہ ہدایات دے کر رسولؐ اللہ چلے گئے جو لوگ آپؐ کے انتظار میں چھپے بیٹھے تھے ان کی آنکھیں پٹ کر دی گئی تھیں۔ ان کو کچھ نظر نہ آیا اور آپؐ ان کے سامنے سے نکل گئے۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اس غرض سے جو لوگ جمع ہوئے تھے ان میں ابو جہل بن ہشام بھی تھا یہ سب رسولؐ اللہ کے دروازے پر جمع تھے' ابو جہل نے اس وقت ان سے کہا کہ محمدؐ مدعی ہے اگر تم اس کی بات مان کر اس کے پیرو ہو جاؤ تو عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ

گے۔ اور تم کو اردن کے ایسے باغ دیئے جائیں گے اور اگر تم میری بات نہ مانو گے تو ذبح کئے جاؤ گے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور پھر تم کو آگ میں جلایا جائے گا۔ اتنے میں رسولؐ اللہ صلعم برآمد ہوئے آپ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور پھر کہا ہاں میں یہ کہتا ہوں اور جو لوگ آگ میں جلائے جائیں گے ان میں کا ایک تو ہے۔

کفار کی ناکامی

اللہ نے ان کو اندھا کر دیا آپؐ ان کو نظر نہیں آئے۔ آپ اس مٹی کو ان کے سروں پر ڈالتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ **یس و القران الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم** (یٰس۔ قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے معمور ہے بلا شبہ تم مرسل ہو اور سیدھے راستے پر ہو) اللہ کے قول **و جعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشینا ھم فھم لا یبصرون** تک (اور ہم نے ان کے سامنے اور عقب سے ایک دیوار حائل کر دی اور پھر ان کو بند کر دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ پاتے تھے) جب آپؐ ان آتوں کی تلاوت سے فارغ ہوئے ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ آپؐ نے اس کے سر پر مٹی نہ ڈال دی ہو' پھر آپؐ جہاں جانا چاہتے تھے چلے گئے۔ کسی دوسرے ایسے شخص نے جو ان لوگوں کے ساتھ نہ تھا' آکر ان سے کہا کہ تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو انہوں نے کہا محمدؐ کا۔ اس نے کہا اللہ نے تمہارے منصوبے خاک میں ملا دیئے محمدؐ تمہارے سامنے سے چلے گئے اور انہوں نے تم میں ہر شخص کے سر پر مٹی ڈال دی' وہ اپنی راہ چلے گئے تمہیں کچھ خبر ہے کہ تمہارے سروں پر کیا ہے۔ ہر ایک نے ہاتھ لگا کر سر دیکھا اس پر مٹی ملی۔ اب انہوں نے تانک جھانک شروع کی اندر دیکھا کہ علیؓ رسولؐ اللہ کی چادر تانے بستر پر سو رہے ہیں' کہنے لگے کہ ضرور یہ محمدؐ ہے جو اپنی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ صبح تک وہیں کھڑے انتظار کرتے رہے صبح کو علیؓ بستر پر سے اٹھے۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ جو بات ان سے کہی گئی تھی وہ سچ تھی۔

ہجرت سے متعلق آیات قرآنی کا نزول

اس دن جو قرآن نازل ہوا ان میں یہ تھا **و اذ یمکر بک الذین کفرو و الیثبوتک او یقتلوک او یخرجوک و یمکر اللہ و اللہ خیر الماکرین** (اور جب کفار نے تمہارے ساتھ یہ چال کی کہ وہ تم کو روک لیں یا قتل کر دیں یا خارج البلد کر دیں' وہ چال چلتے ہیں اور اللہ بھی چال کرتا ہے اور اللہ بہتر چال چلنے والا

ہے) اور اللہ کا یہ قول نازل ہوا ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون قل تربصوا فانی معکم من المتربصین (کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے جس کی موت کا ہمیں انتظار ہے کہہ دو انتظار کرو میں تبھی تمھارے ساتھ ہوں۔)

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابوبکرؓ علیؑ کے پاس آئے اور ان سے نبی صلعم کو دریافت کیا، علیؑ نے کہا وہ غار ثور میں چلے گئے ہیں تم چاہو تو وہاں ان کے پاس چلے جاؤ۔ ابوبکرؓ تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے رسولؐ اللہ کے پیچھے چلے اور اثناء راہ ہی میں آپؐ کے ساتھ آ ملے۔ رسولؐ اللہ نے رات کی تارکی میں ابوبکرؓ کی چاپ سنی آپ نے سمجھا کہ کوئی مشرک آ رہا ہے اس خیال سے آپ قدم بڑھا کر بڑی سرعت سے چلنے لگے جس سے آپؐ کے جوتے کا اگلا حصہ پھٹ گیا اور ایک پتھر کی ٹھوکر سے پاؤں کا انگوٹھا زخمی ہوا جس سے بہت زیادہ خون بہنے لگا اور اب آپؐ نے رفتار میں اور تیزی کر دی، ابوبکرؓ کے دل میں خیال آیا کہ اس طرح میرے تعاقب سے آپؐ کو تکلیف ہو گی، انہوں نے بلند آواز سے کلام کیا، رسول اللہ نے ان کو پہچان لیا اور کھڑے ہو گئے جب وہ آپؐ کے پاس آ گئے تو پھر دونوں چلے۔ رسول اللہ صلعم کا تمام پاؤں خون سے بھر گیا تھا اسی طرح صبح ہوتے ہوتے آپؐ غار ثور پہنچے اور اس کے اندر چلے گئے۔ (طبری جلد ا ص ۱۳۰ سطر ۱۴)

کفار مکہ اور حضرت علیؑ

دوسری طرف صبح کے وقت وہ مشرک جو آپؐ کی تاک میں تھے آپؐ کے گھر میں گھسے۔ علیؓ بستر پر سے اٹھ کھڑے ہوئے، قریب جا کر انہوں نے پہچانا کہ یہ علیؓ ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں۔ علیؓ نے کہا میں نہیں جانتا کیا میں ان کا پاسبان تھا کہ نگرانی کرتا تم نے ان سے کہا تھا کہ یہاں سے چلے جاؤ وہ چلے گئے۔ مشرکین نے ان کو خوب ڈانٹا اور مسجد لے جا کر تھوڑی دیر قید رکھا ارو پھر چھوڑ دیا۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان کی سازش سے بچا لیا اور اسی بیان میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ و اذ یمکر بک الذی کفر و الیثبتوک او تقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (طبری جلد ا ص ۱۳۰)

غار ثور میں قیام

اس کے بعد ان دونوں حضرات نے بنی عبد بن عدی کے قبیلہ بنی سہم کے خاندان عاص بن وائل کے ایک شخص کو جو قریش کا حلیف تھا اور اب تک مشرک تھا مگر جسے انہوں نے راستے سے واقفیت کی وجہ سے اس

کام کے لئے اجرت پر مقرر کر لیا تھا اپنی زمینوں پر روانہ کر دیا جن راتوں میں یہ دونوں حضرات غار ثور میں مقیم رہے عبداللہ بن ابی بکرؓ رات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مکہ کی تمام خبریں ان سے بیان کرتے اور پھر صبح کو مکہ میں آ جاتے۔ عامر روزانہ سر شام بکریوں کا گلہ ان دونوں حضرات کے پاس لے جاتا وہ اس کا دودھ دوہ لیتے اور عامر تڑکے گلہ کو لے کر وہاں سے نکل کھڑا ہوتا اور صبح ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کے گلو میں آ ملتا۔ اس کی ترکیب سے کسی کو اس کے متعلق شبہ ہی پیدا نہ ہوا۔ (طبری جلدا ص ۱۳۱ سطر آخر)

مدینہ کو روانگی

جب سب ان کی جانب سے خاموش ہو رہے اور ان حضرات کو اس کی اطلاع ہوئی ان کا اونٹ والا اونٹ لے کر ان کے پاس آیا اور اب یہ یہاں سے مدینہ روانہ ہوئے۔ عامر بن فہیرہ کو بھی ابوبکرؓ نے راستے میں خدمت گزاری اور مدد کے لئے اپنے ساتھ لے لیا۔ ابوبکرؓ اس کو اپنے ساتھ اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھاتے تھے اس طرح دونوں کے ساتھ اس سفر میں سوائے اس عامر بن فہیرہ اور بنی عدی کے اس راہنما کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ مکہ کے زیریں سے ان کو نکال لے گیا۔ پھر وہ ان کو عسفان کے اسفل میں ساحل سمندر کے مقابل لے آیا۔ یہاں سے بڑھ کر قدید گزر جانے کے بعد اب وہ پھر ان صاحبوں کو عام راستے کے قریب لے آیا پھر خرار ہوتا ہوا مرہ کے درے پر سے گزرا یہاں سے اس نے لقف اور روحاء کے راستوں کے درمیان والا راستہ اختیار کیا اس کے بعد اس نے عرج کا راستہ پکڑا اور کوبہ کی داہنے جانب غابر نام چشمہ پر سے گزر کر بطن رئم کے سامنے سے ہوتا ہوا دوپہر سے قبل مدینہ میں بنی عمرو بن عوف کے مکانات کو آ گیا۔ صرف دو روز رسول اللہ صلعم نے ان کے یہاں قیام کیا مگر خود یہ لوگ مدعی ہیں کہ آپؐ نے اس سے زیادہ ان کے پاس قیام فرمایا ہے۔ اس کے بعد پھر اس نے آپؐ کی سواری کی مہار ہاتھ میں لی اور خود اس کے آگے ہوا' اونٹ اس کے پیچھے ہو لیا۔ اسی طرح اب وہ بنی النجار کے محلّہ میں آیا یہاں ان کو رسول اللہ صلعم نے اونٹ کا ایک اصطبل جو ان کے گھروں کے درمیان تھا بتایا۔ (طبری جلدا ص ۱۳۲ سطر ۴)

ترجمہ: "وہ دونوں ہدایت لے کر وہاں اتر پڑے اور جا رہے اور جس شخص نے محمدؐ کی رفاقت اختیار کی تھی وہ کامیاب ہو گیا۔"

لیهن بنی کعب مکان فتاتهم و مقعدها للمومنین بمرصد

ترجمہ: "بنی کعب کو مبارک ہو ان کے جواں مرد مومنین کی حفاظت کے لئے گھات میں بیٹھے۔"

ان اشعار سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں یہ چار صاحب

ACO No 3262 Date
Section B-V/52 Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

تھے۔ رسول اللہ صلعم ابوبکرؓ عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقد ان کا رہبر۔

ابی عبس بن محمد کی روایت

عبدالحمید بن ابی عبس بن محمد بن جبیر اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ رات کو قریش نے جبل ابو قبیس پر کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا:

فان یسلم السعد ان یصبح محمد　　بمکتہ لا یخشی خلاف المخالف

ترجمہ: اگر دونوں سعد مسلمان ہو گئے تو پھر محمدؐ مکہ میں بلا خوف مخالف آ جائیں گے۔

صبح کو ابو سفیان نے پوچھا سعدوں سے کون سعد مراد ہیں۔ سعد بکر' سعد تمیم یا سعد ہذیم۔ دوسری شب میں پھر انہوں نے اسی پہاڑ سے یہ اشعار سنے:

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصرا　　و یا سعد سعد الخزر جین العطارف

ترجمہ: اے قبیلہ اوس کے سعد تو اور بہادر خزرجوں کے سعد تو ان کا مددگار رہن۔

اجیبا الی داعی الھدی و تمنیا　　علی اللہ فی الفردوس منیتہ عارف

ترجمہ: تم دونوں داعی ہدایت کو لبیک کہو اور ایک عارف کی طرح فردوس میں اللہ کے دیدار کی امید رکھو۔

فان ثواب اللہ للطالب الھدی　　جنان من الفردوس ذات رفارف

ترجمہ: اور بے شک طالب ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے باغ فردوس ہے جس میں رف رف ہیں۔

صبح کو ابو سفیان نے کہا ان سعدوں سے مراد سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ہیں۔

ابوجعفر کہتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت کہ زوال شروع ہونے والا تھا آپ کا راہبر آپ کو قبا میں بنی عمرو بن عوف کے پاس لے کر پہنچ گیا۔

حضرت محمد کی قیلہ میں آمد

صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے سنا کہ رسول اللہ صلعم مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں ہم آپ کے قدوم کے منتظر تھے صبح کی نماز پڑھ کر بہت دن چڑھے تک ہم آپؐ کے استقبال کے لئے باہر جاتے تھے اور جب تک زوال شروع نہیں ہو جاتا وہاں سے ہٹتے نہ تھے' چونکہ یہ زمانہ شدید گرمی کا تھا اس وجہ سے جب ہمیں سایہ نہ ملتا تو مجبورا" گھروں کے اندر چلے آتے' جس روز آپؐ مدینہ آئے ہیں ہم حسب عادت آپؐ کے انتظار میں آبادی سے باہر بیٹھے تھے' مگر جب کہیں سایہ نہ رہا تو اپنے گھروں میں چلے آئے تھے ہمارے آتے ہی

رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لائے سب سے پہلے ایک یہودی نے جو روزانہ ہمیں آپؐ کے انتظار میں جاتا دیکھا کرتا تھا آپؐ کو دیکھا اس نے فوراً نہایت بلند آواز سے کہا اے بنی قیلہ لو یہ تمہارے نبی آ گئے۔ ہم فوراً آپؐ کی خدمت میں آئے آپؐ ایک کھجور کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ آپ کے ہم عمر ابوبکرؓ تھے۔ ہم میں زیادہ تر ایسے اصحاب تھے جنہوں نے اس سے پہلے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہی نہ تھا' لوگوں کا اژدھام ہو گیا' پہلے ان میں اور ابوبکرؓ میں تمیز ہی نہ کر سکے البتہ جب آپؐ پر سے درخت کا سایہ جاتا رہا تو ابوبکرؓ نے اٹھ کر اپنی چادر آپؐ پر تان دی۔ اب ہم نے آپؐ کو شناخت کر لیا۔ (طبری جلدا ص۱۳۵ سطر آخر)

قبا میں قیام

بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم بنی عمرو بن عوف کے عزیز کلثوم بن ہدم کے پاس جو ان کے خاندان بنی عبید سے تھے فروکش ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ سعد بن خیثمہ کے پاس فروکش ہوئے' جو لوگ آپ کے کلثوم کے پاس ٹھہرنے کے مدعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپؐ لوگوں سے ملنے کے لئے سعید بن خیثمہ کے مکان میں جلوہ فرما ہوئے تھے اور یہ اس لئے کہ چونکہ یہ کنوارے تھے ان کی بیوی نہ تھی اور اسی لئے مہاجرین صحابہ میں جو لوگ غیر متاہل تھے وہ سب انہیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے گھر کو لوگ مجردوں کا گھر کہنے لگے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان میں کونسا بیان درست ہے ہم نے دونوں سنے ہیں۔ (طبری جلدا ص۱۳۶ سطر۱۶)

حضرت علیؑ کی مدنیہ کو روانگی

ابوبکرؓ ' خبیث بن اساف بنی الحارث بن الخزرج کے عزیز کے پاس مقام سخ میں فروکش ہوئے۔ ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بنی الحارث بن الخزرج کے عزیز خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے یہاں فروکش ہوئے۔ علی بن ابی طالب تین شبانہ روز مکہ میں ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے لوگوں کی تمام امانتیں وہ جو رسول اللہ صلعم کے رکھوائی گئی تھیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں وہ رسول اللہ صلعم کے پاس چلے آئے اور آپؐ ہی کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے یہاں ٹھہرے خود علیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات یا دو رات قبا میں ایک مسلمان عورت کے یہاں جس کا شوہر نہ تھا' مقیم ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آدھی رات میں آ کر اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ عورت باہر جاتی ہے اور وہ شخص اس عورت کو کوئی چیز جو وہ ساتھ لاتا

ہے دے دیتا ہے میرے دل میں اس کی طرف سے شبہ ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا اے اللہ کی بندی یہ کون شخص ہے جو روز رات کو آ کر تمہارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور تم باہر جاتی ہو اور وہ کچھ تم کو دے دیتا ہے، میں واقف نہیں ہوں کہ وہ کون ہے، تم مسلمان ہو اور تمہارا شوہر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا یہ سہل بن حنیف بن واہب ہے اسے معلوم ہے کہ میرا کوئی ہے نہیں، یہ رات میں اپنی قوم کے بتوں کے پاس جاتا ہے ان کو توڑ کر مجھے لا دیتا ہے تاکہ ایندھن کی طرح ان کو جلاؤں۔ جب سہل بن خسیف کا عراق میں علیؓ کے پاس انتقال ہو گیا تو وہ اس کی اس بات کو تذکرۃ" بیان کیا کرتے تھے۔ (طبری جلد ا ص ۱۳۰۷ سطر ۴)

قبا میں پہلی مسجد کی تعمیر

رسول اللہ صلعم قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں دو شنبہ، منگل، بدھ اور جمعرات کو مقیم رہے یہاں آپ نے ان کی مسجد کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن اللہ کے حکم سے آپؐ ان کے یہاں سے چلے دیئے۔ خود یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے زیادہ ان کے یہاں قیام کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے بعض صاحبوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سترہ دن قبا میں قیام فرمایا۔

بعثت کے بعد زمانہ قیام مکہ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ علمائے سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبی ہونے کے بعد آپؐ نے کتنے زمانے تک مکہ میں قیام فرمایا۔ بعض نے اس مدت کو دس سال بیان کیا ہے جو اس کے مدعی ہیں ان کے پاس یہ احادیث ہیں۔

قیام کے دس سال کے متعلق روایتیں

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عمر چالیس سال تھی کہ آپؐ کو نبوت ملی اور پھر آپؐ دس سال مکہ میں قیام فرما رہے عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دس سال تک مکہ میں رسول اللہ صلعم پر قرآن نازل ہوتا رہا۔ سعید بن المسیب سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عمر تینتالیس سال تھی جب آپؐ پر قرآن نازل ہونے لگا اور پھر دس سال آپؐ نے مکہ میں اقامت فرمائی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ تینتالیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلعم پر قرآن نازل ہونے لگا اور پھر آپؐ

نے مکہ میں دس سال اقامت فرمائی۔ عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ بعثت کے دس سال کے بعد آپؐ نے ہجرت فرمائی۔

تیرہ سال قیام کے متعلق روایتیں

ان کے علاوہ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ نبوت کے بعد آپؐ نے تیرہ سال مکے میں قیام فرمایا ہے۔ اس کے متعلق بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ تیرہ سال تک مکہ میں آپؐ پر وحی آتی رہی۔ دوسرے سلسلے سے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عمر چالیس سال تھی جب آپ مبعوث ہوئے اور پھر تیرہ سال آپؐ نے مکہ میں قیام فرمایا۔ تیسری حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تیرہ سال مکہ میں اقامت فرمائی۔ چوتھی حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ کی عمر چالیس سال تھی کہ آپ نبی مبعوث ہوئے اور پھر تیرہ سال آپؐ نے مکہ میں اقامت فرمائی۔ اس اثناء میں برابر وحی آتی رہی، اس کے بعد آپؐ کو ہجرت کا حکم ہوا۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم کی عمر چالیس سال تھی آپؐ نبی مبعوث ہوئے اور پھر تیرہ سال آپؐ نے مکہ میں اقامت فرمائی، ان کے قول کی تائید ابو قیس جرمہ بن ابن انس بن عدی النجار کے عزیز کے اس قصیدے سے بھی ہوتی ہے جو اس نے ان کے متعلق کہا ہے کہ اللہ نے اسلام اور نبی صلعم کو ان کے یہاں فروکش کرنے سے ان کی عزت افزائی کی، اس قصیدے میں اس نے بتایا ہے کہ نبی مبعوث ہونے کے بعد آپؐ نے تیرہ سال قریش کے یہاں قیام فرمایا ہے۔ (طبری جلد ۱ ص ۱۲۷ سطر آخر)

پندرہ سال قیام کے متعلق روایتیں

بعض کہتے ہیں کہ آپ نے مکہ میں پندرہ سال قیام فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے مکہ میں پندرہ سال قیام فرمایا ہے اور اس پر انہوں نے ابو قیس جرمہ بن ابی انس کا یہ شعر شہادت میں پیش کیا ہے۔

ثوی فی قریش خمش عشرۃ حجتہ　　　تذکر لو یلقی صدیقا مواتیا

ترجمہ: ”انہوں نے پندرہ سال قریش میں اقامت فرمائی اور کہتے رہے کہ کاش کوئی ان کا ہم خیال دوست مل جاتا۔“

ابو جعفر کہتے ہیں کہ شعبی سے مروی ہے کہ وحی آنے سے تین سال قبل ہی اسرافیل رسول اللہ صلعم کے پاس بھیج دیئے گئے۔ شعبی سے دوسرے سلسلہ رواۃ سے مروی ہے کہ تین سال تک اسرافیل رسول اللہ صلعم کو نبوت کی اطلاع دیتے رہے۔ آپؐ کو ان کی آہٹ سنائی دیتی تھی مگر وہ خود نظر نہ آتے تھے۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام آنے لگے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم اور عاصم بن عمر بن قتادہ مسجد میں حدیث بیان کر رہے تھے ایک عراقی نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا' ان دونوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ نہ ہم نے یہ بات سنی ہے اور نہ ہمارے علم میں آئی ہے ہم یہی جانتے ہیں کہ نبوت ملنے سے وفات تک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آتے رہے۔

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welf..re Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakista

عامر کی روایت

عامر سے مروی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلعم کو نبوت ملی' تین سال تک اسرافیل آپؐ کے پاس آتے رہے اور آپ کو کلمہ اور کچھ اور تعلیم دیتے رہے' اب تک قرآن آپ کی زبان پر نازل نہیں ہوا تھا' تین سال کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبوت کا پیام لے کر آپؐ کے پاس آئے اور دس سال تک مکہ میں اور دس سال تک مدینہ میں قرآن آپؐ پر نازل ہوتا رہا۔

ابو جعفر کی روایت

ابو جعفر کہتے ہیں کہ شاید جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلعم نے دس سال تک مکہ میں قیام کیا ہے انہوں نے اس مدت کو اس وقت سے شمار کیا جب کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے وحی لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے اللہ کی توحید کی علانیہ دعوت دی اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے تیرہ سال مکہ میں قیام کیا' انہوں نے اس مدت کو ابتدائے نبوت سے شمار کیا ہے جبکہ تین سال تک اسرافیل آپؐ کے ساتھ رہے مگر اس زمانے میں آپؐ کو دعوت کا حکم نہ ہوا تھا مذکورہ بالا دونوں بیانوں کے علاوہ قتادہؓ سے یہ مروی ہے کہ آٹھ سال مکہ میں آپ پر قرآن نازل ہوا اور دس سال ہجرت کے بعد حسن کہا کرتے تھے کہ دس سال مکہ میں اور دس سال مدنیہ میں آپؐ پر قرآن نازل ہوا۔